اردو داستانوں میں ویلین کا تصور

شفیق

اُردو داستانوں میں ویلین کا تصوّر

Concept of Villain in Urdu Dastans
by - Shafique Ahmed Shafaque
1988

مصنف کا نام ——— ڈاکٹر شفیق احمد شفیق

اشاعت ——— ۱۹۸۸ء

تعداد ——— ۱۰۰۰

کتابت ——— خورشید احمد

مطبع ——— نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد

قیمت ——— ۵۰ روپئے

ملنے کے پتے

- انجمن ترقی اردو ہند راؤز اونیو نئی دہلی
- ایجوکیشنل بک ہاؤس شمشاد مارکیٹ علی گڑھ
- بک امپوریم سبزی باغ پٹنہ
- کبیر گنج سہسرام بہار
- قاضی علی حق اکیڈمی، آمنداری ہاؤس شاہ اردن سہسرام

ردو داستانوں میں ویلین کا تصور

ڈاکٹر شفیق احمد شفیق

اس کتاب کی اشاعت میں بہار اردو اکادمی
کا مالی تعاون شامل ہے۔ کتاب میں شائع مواد سے بہار
اردو اکادمی کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے کسی بھی قابل اعتراض
مواد کی اشاعت کے لئے خود مصنف ذمہ دار ہے۔

فہرست

پیش لفظ

اُردو ادب کا خزانہ مختلف اصنافِ سخن سے معمور ہے، داستان، تمثیلیہ، مثنوی، ڈراما، ناول، افسانہ، نظم، غزل، قطعہ، رباعی اور مرثیہ وغیرہ۔ ہر صنف کے فن پر تنقیدی لٹریچر بھی موجود ہے اور اجزائے ترکیبی سے بحث بھی ہوئی ہے مگر فکشن کے ویلین پر اب تک باضابطہ کام نہیں ہوا ہے اور نہ ہی ویلین کی تعریف کا کوئی حتمی اصول متعین کیا گیا ہے، سنسکرت ادب میں نہ صرف ویلین کے لئے مخصوص اصطلاحیں ہیں بلکہ ہیرو اور ویلین کے اقسام اور اُن کی تعریف بھرپور انداز سے کی گئی ہے۔

ایسا نہیں کہ اردو فکشن میں بڑے ویلین نہیں ہیں، داستانوں میں افراسیاب، خداوند لقا، تاریک شکل کش، بختک، بختیارک وغیرہ اور ناولوں میں شیخ علی وجودی اور کریم قابلِ ذکر ہیں، یہ ضرور ہے کہ موجودہ عہد کے ناولوں میں ویلین نہیں ہیں جیسے قرۃ العین حیدر کے ناول "آگ کا دریا" اور "آخرِ شب کے ہمسفر" میں کوئی ویلین نہیں ہے مگر ہر قدم پر ایک زبردست ویلین کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ اِن ناولوں میں "وقت" ویلین ہے۔

پھر ویلین کا تصور کچھ بدلا بھی ہے۔ ضروری نہیں کہ ویلین "مجسّم بدی" ہو، وہ ہیرو پر احسان بھی کر سکتا ہے جیسے علیم مسرور کے ناول "بہت دیر کردی" کا ویلین کریم جس کی موت پر ہیرو روتا ہے کہ اب میں اس کے احسانوں کا بدلہ کیسے چکاؤں گا۔

سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی نے انسانی نظریات اور افکار پر گہرا اثر ڈالا ہے، نیکی اور بدی کی کشمکش انسان کے باہر سے زیادہ اندر شدت اختیار کر گئی ہے اس لئے آج کا انسان ہی شاید پورا انسان ہے جو جذبوں کی شدت سے مغلوب ہو کر غلط فعل کا بھی مرتکب ہو جاتا ہے مثال کے طور پر عبداللہ حسین کے ناول "اداس نسلیں" کا ہیرو نعیم اینٹی ہیرو کی اچھی مثال ہے۔

ایسا نہیں کہ اردو میں ویلینی ٹائپ کردار ہے وہ زمانہ اور حالات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، داستانوں میں مختلف اقسام کے ویلین ملتے ہیں۔ افراسیاب ساحر ہے بدکردار اور غاصب ہے، لاچین کوکب برہمن

نورافشاں بھی ساحر ہیں مگر اُن کی فطرت میں بدی نہیں لہٰذا جب نیکی کا راستہ نظر آیا وہ اُس پر گامزن ہو گئے۔ لقا خدائی کا دعویٰ دار ہے اس کا قلب پوری طرح سیاہ ہے۔ جہاں نیکی کا گزر ہی نہیں تاریک شگل کش فطری طور پر اذیت پسند ہے بختک طبیعتاً فتنہ پرور ہے اس کے شر سے صرف حمزہ اور مہر نگار ہی پریشان نہیں نوشیرواں بھی مصیبتیں اٹھاتا ہے اور پیٹ پالنے کے لئے جنگل سے لکڑیاں تک کاٹنی پڑتی ہیں۔ اسی طرح گل جنسی بوالہوسی کی آگ میں جلتی ہوئی بے وفا عورت ہے، اردو داستانوں میں مختلف فطرتوں کے ویلین ملتے ہیں جن کا مطالعہ اپنی جگہ پر ایک نئی دنیا کی دریافت ہے۔

اردو داستانوں پر کئی قابل قدر کتابیں موجود ہیں۔ وقار عظیم صاحب کی 'ہماری داستانیں' کلیم الدین احمد کی 'فن داستان گوئی'، محمد حسن عسکری کی 'طلسم ہوشربا کا معاشرتی پہلو'، ایم حبیب خان کی 'اردو کی قدیم داستانیں'، گیان چند جین کی 'اردو کی نثری داستانیں' وغیرہ مگر کسی نے بھی ویلین کرداروں سے سیر حاصل بحث نہیں کی، کلیم الدین احمد نے فنی اعتبار سے داستانوں کا جائزہ لیا اور ویلین کرداروں کو چھوتے ہوئے گزر گئے، وقار عظیم نے ہیرو اور خاص طور سے نسوانی کرداروں سے بحث کی، محمد حسن عسکری نے طلسم ہوشربا کا معاشرتی پہلو اجاگر کیا، ڈاکٹر فرزانہ احمد نے دکنی کی داستانوں کا جائزہ لیا۔ گیان چند جین نے داستانوں کی دریافت کی، یہی کام ایم حبیب خاں نے بھی کیا۔

لہٰذا میں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ویلین کا تعارف، اس کی شخصیت اور اعمال سب روشنی میں آجائیں نیز یہ بھی واضح ہو جائے کہ عالمی ادب کے ویلینوں کے بالمقابل اردو داستانوں کے ویلینوں میں زندہ رہنے کی کتنی صلاحیت ہے۔

اس سلسلے میں، میں نے پہلے باب میں داستانوں کے ارتقاء کا مختصراً جائزہ لیتے ہوئے داستانوں کے اجزائے ترکیبی سے بحث کی ہے۔ آغاز، تسلسل و ربط، سسپنس، کلائمکس اور انجام پر روشنی ڈالتے ہوئے کردار نگاری کے اصولوں سے بحث کی ہے، ہیرو ہیروئن کے منصب کے ساتھ ویلین کی ناگزیریت کو واضح کیا ہے۔ ساتھ ہی ویلین کی شناخت کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا ہے۔

دوسرے باب میں ویلین کی تعریف خصوصیات اور اہمیت سے بحث کرتے ہوئے ان ذہنی گتھیوں اور پیچیدگیوں کا نفسیاتی تجزیہ کیا ہے جن کا شخصیت کی تعمیر میں اہم رول ہوتا ہے، اُن پیچیدگیوں کا نفسیاتی مطالعہ جو انسان کو فرشتہ یا شیطان بنا دیتی ہیں، مذہب اور نفسیات میں ان پیچیدگیوں کے لئے وضع کی گئیں

اصطلاحیں۔

تیسرے باب میں اردو اور دوسری زبانوں کے ویلینوں کا اس انداز سے جائزہ لیا ہے کہ نہ صرف کہانی میں اُن کا پورا رول واضح ہو جائے بلکہ تقابلی جائزے کے ذریعہ یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ دونوں کی سیرتوں میں کون کون سی باتیں مشترک ہیں ان میں کون زیادہ فعال اور متحرک ہے ان میں کہاں کہاں مطابقت اور مغائرت پائی جاتی ہے ان میں کون کہانی کو آگے بڑھانے کا سبب بن رہا ہے اور کون کہانی کی وجہ بن رہا ہے پھر یہ بھی کہ ویلینوں سے سرزد ہونے والا فعل شعوری اور منصوبہ بند ہے یا وہ نادانستگی میں برائی کے غار میں گرتا چلا گیا ہے۔

چوتھے باب میں دوسری زبانوں کے ویلینوں کے بالمقابل اردو داستانوں کے ویلینوں کی شخصیتوں کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو داستانوں کے ویلین دوسرے ادب کے کسی بھی مشہور و معروف ویلین سے زیادہ فعال متحرک اور زندہ جاوید ہیں نیز یہ بھی کہ ان میں صرف ساحر اور ساحرائیں ہی نہیں بلکہ سماجی، جنسی، اذیت پرست، اذیت پسند، مفاد پرست، پہلوان وغیرہ ویلین ملتے ہیں اردو داستانیں مختلف فطرتوں کے ویلینوں کا حسین گلدستہ ہیں۔

اردو ادب پر مذہبی اثرات اس قدر غالب رہے ہیں کہ ویلینی کو اسی طرح شجر ممنوعہ سمجھا جاتا رہا جس طرح رسوا سے پہلے طوائف کو یا اگر کبھی اس پہلو پر توجہ بھی دی گئی جیسے اقبال اور دوسرے شعراء کے یہاں تو ابلیس اور ابلیست، فلسفہ کا ایک حصہ بن گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ خام مال کبھی لائق توجہ نہ سمجھا گیا، تنقید کی خراد پر نہیں چڑھایا گیا اور ظاہر ہے جب تک کپاس کات کر دھاگا نہ بنایا جائے گا ڈھاکہ کے ململ کا خواب تشنۂ تکمیل ہی رہے گا۔

میں نے اس مقالے میں کپاس کات کر دھاگا اور ململ بنانے کی کوشش کی ہے مجھے یہ وہم نہیں کہ میں نے ڈھاکہ کا ململ بنا لیا ہے اس موضوع پر یہ میری ابتدائی کوشش ہے، میں شجر ممنوعہ چکھنے کا مرتکب ہوا ہوں اب مفتیانِ ادب جو فتوی صادر کریں۔

شفق

کبیر گنج، سہسرام

۲۶ر جولائی ۱۹۸۱ء

(بابِ اوّل)

اردو داستان[1]

انسان اپنے ابتدائی دور سے ہی کہانی سننے اور کہنے کا شائق ہے۔ تہذیب کے ابتدائی دور میں
ب وہ پہاڑوں اور غاروں میں رہتا تھا، اُسے زندگی برقرار رکھنا بے حد مشکل تھا، ایک طرف قدرتی آفتیں
بجلی، ڈھونڈ کی سردی اور موسلادھار بارش تھی تو دوسری طرف اس کے پاس نہ پہننے کو کپڑے تھے نہ ہی سر
چھپانے کے لئے مناسب جگہ، جنگلی جانوروں سے بچاؤ کے لئے جو ہتھیار تھے وہ بھروسے کے قابل نہیں تھے، زندگی
نے کے لئے سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا اور وہ اپنی فراست سے کامیابی سے ہمکنار ہوتا رہتا۔
فتح کی اس داستان کے بیان میں اس کے لئے بڑی لذت تھی، یہی لذت رومان کی ابتدا کا باعث ہے:
بہتری کی راہیں ڈھونڈتا ہوا، وہ پہاڑوں سے اُتر کر میدان میں آیا، کھیتی باڑی شروع کی، زندگی پہلے
نسبت آرام دہ ہوگئی، اس زمانے میں مرد عورت بچے، بوڑھے شام میں ایک جگہ جمع ہوتے تو ان دنوں
کہانیاں بیان کی جاتیں جب انسان فطرت کی قوتوں سے نبرد آزما تھا۔ اس روداد میں اس کے لئے
تکبر کی چاشنی تھی بقول وقار عظیم:

"وہ اب بھی کہانیوں میں اپنے کارناموں کی روداد سُن کر خوش ہوتا تھا اب بھی کہانیاں
اس کے جذبۂ برتری کی تسکین کا باعث تھیں اور اب بھی کہانیوں میں اُسے حقیقت سے
الگ ہٹ کر رومان تصور اور تخیل کی ایک دنیا نظر آتی تھی۔"

انسان ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا، اس کا مشاہدہ وسیع ہوا، تہذیب نے اس کے پیروں میں
ب ڈالیں اور حالات پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے گئے، پہاڑوں کی زندگی کوسوں دور چلی گئی، بستیاں
ے بڑھتے شہر بنیں، ضرورتوں نے منہ کشادہ کیا اور حالات بدلتے چلے گئے، مگر بدلے ہوئے حالات

---

[1] داستان سے افسانہ تک صفحہ ۶

میں بھی اُس کے کہانی کہنے اور سننے کے شوق میں کمی نہیں ہوئی۔ کہانی انسان کے اُن کارناموں کی روداد ہے جس میں اُس نے اپنے ماحول کی کسی متصادم قوت کے مقابل آکر اُس پر فتح حاصل کی ہے کہانی انسان کے احساس برتری کی تسکین کا ذریعہ ہے، کہانی حقائق کی دنیا سے دُور تخیل و تصور اور رومان کے ایک جہان تازہ کی تصویر ہے کہانی کا یہی تصور ہماری داستانوں کا بنیادی تصور ہے۔

اردو ادب کا دامن داستانوں کے اعتبار سے بہت کشادہ ہے تقریباً ایک صدی کے طول عرض پر پھیلی ہوئی ان داستانوں میں چھوٹی متوسط اور طویل ہر طرح کی داستانیں موجود ہیں ان میں ایسے ایسے جہان آباد ہیں جن کی سیر پڑھنے والے کو اپنے اندر گم کر لیتی ہے حیرانیاں، بوالعجبیاں، جنگیں، سحر و ساحری، حسن و عشق کے کرشمے شجاعت اور دلیری کے کارنامے پڑھنے والے کی رگوں میں خون کی گردش تیز کر دیتے ہیں اور ہم موجودہ حالات کی سنگینی سے نکل کر ایک ایسے جہان میں پہنچ جاتے ہیں جو ہمارے لئے نیا اور بے حد دلکش ہے جہاں عیش و عشرت کی فراوانی ہے، حیات و موت کی کشمکش ہے سادگی اور معصومیت ہے جہاں قول فعل میں تضاد نہیں، مثالی شخصیتیں جن میں پیچیدگی نہیں، جہاں دشمن کو للکار کر ہوشیار کر کے مارا جاتا ہے، جہاں ہر انسان کو اپنے جوہر دکھانے کے لئے کھلا میدان ہے، کوئی بھی شخص اپنے اوصاف کی بدولت شہرت اور عزت حاصل کر سکتا ہے۔

اردو داستانیں اپنے عہد میں بے حد مقبول ہوئیں اور آج بھی ان کی حیثیت مسلم ہے کلیم الدین احمد[1] ہوں یا شمس الرحمٰن فاروقی[2]، موجودہ کہانوی ادب کو داستانوں کا آئینہ دکھا کر شرمندہ کرتے ہیں۔

اردو کی سب سے پہلی داستان ملا وجہی کی سب رس ہے، سب رس کو اردو کی پہلی تمثیلی کہانی ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے مگر وقار عظیم[3] کا خیال ہے۔

"میں نے وجہی کی سب رس کو جو بعض نقادوں کے نزدیک اردو کی پہلی داستان ہے اس خیال سے اپنے بیان کا جز بنایا کہ وہاں مصنف کا مقصد قصہ سنانا نہیں ہے۔"

وقار عظیم اور ایم حبیب خاں دونوں اس پر متفق ہیں کہ اردو نثر کی پہلی داستان ۱۷۷۵ء میں لکھی جانے والی تحسین کی نوطرز مرصع ہے، حالانکہ اس سے پہلے سے نثری داستانیں لکھی جانے لگی تھیں کربل کتھا ۱۷۳۲ء قصہ مہر افروز و دلبر ۵۹-۱۷۳۲، عجائب القصص ۱۷۹۲، قصہ ملک محمد و گیتی افروز ۹۵-۱۷۹۴ جذب عشق

---

[1] نئی داستان گوئی [2] کرداروں کی کشمکش اور اردو افسانہ نیا افق علی گڑھ [3] داستان سے افسانہ صفحہ ۱۰۱

۹۶-۱۷۹۵ اور سلک گوہر ۱۸۰۰-۱۷۹۹ جیسی نثری تصانیف ملتی ہیں۔

نوطرز مرصع میں چار درویشوں کا قصہ نہایت دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے مگر عبارت بے جان اور ثقیل ہونے کی وجہ سے مقبول نہ ہو سکی ۱۸۰۱ء میں اسی قصے کو زرین نے بھی نوطرز مرصع کے نام سے لکھا زرین کی عبارت تحسین کے مقابلے میں کسی قدر آسان ہے مگر فصاحت و بلاغت کے دریا بہانے کی وجہ سے یہ داستان بھی مقبول نہ ہو سکی۔

اٹھارہویں صدی کے آخر کی کتاب عجائب القصص اس اعتبار سے بے حد اہم ہے کہ یہ سلیس زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند[1] اردو کی نثری داستانیں میں رقم طراز ہیں۔

"داستان نگاروں میں عیسوی خاں نے قصہ مہر افروز و دلبر اور مہر چند کھتری نے قصہ ملک محمد و گیتی افروز سلیس انداز میں لکھے لیکن شاہ عالم ثانی ان سے کہاں واقف ہوں گے اس صورت میں عجائب القصص کی صاف اور سلیس زبان مصنف کی اصابت رائے اور دور اندیشی پر دلالت کرتی ہیں اٹھارہویں صدی کے آخر میں ایسی اردو نثر نعمت ہے۔"

۱۸۰۳ء میں انشاءاللہ خاں انشا نے رانی کیتکی لکھی اس داستان کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اس میں ایک قصہ تسلسل سے بیان ہوا ہے نیز اس میں افسانے کے خدوخال کی جھلک ملتی ہے اور کلائمکس کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے جسے انشا نے کہانی کا اُبھار اور بول چال کی دلہن کا سنگار کا نام دیا ہے۔ وقار عظیم[2] داستانوں کے فن سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کہانی کی ابتدا کے بعد اس منزل کا آنا جب مسئلہ ایک واضح شکل اختیار کرتا ہے اور کہانی ایک خاص راستہ پر چل کر ارتقاء کے مختلف مرحلے طے کر کے عروج اور خاتمہ تک پہنچتی ہے داستان کے فن کی روایت میں شامل نہیں تھا کہانی میں اُٹھان بھی کوئی چیز ہے اس کا تصور سید انشا نے رانی کیتکی میں البتہ پیش کیا ہے۔"

اردو داستانوں کا باضابطہ آغاز فورٹ ولیم کالج کے قیام سے شروع ہوتا ہے حالانکہ اس کالج کا دور ۱۸۰۰ء سے ۱۹۰۲ء تک رہا مگر اسی زمانے میں بے شمار داستانیں لکھی گئیں اس کالج کی اشاعتوں نے داستانیں پڑھنے کے شوق کو اُبھارا مختلف شہروں میں خاص کر لکھنؤ اور دہلی میں چھاپے خانے قائم ہوئے اور

---

[1] اردو کی نثری داستانیں صفحہ ۲۷۶ [2] رانی کیتکی صفحہ ۱۰

داستانیں چھپنے لگیں۔

اس کالج کے منصوبہ کے تحت ۱۸۰۱ میں میرامن نے باغ و بہار لکھی یہ داستان اتنی مقبول ہوئی کہ آج تک لوگ ادبی محاسن کے گن گاتے ہیں، میرامن داستان گوئی کے ہنر سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے انہوں نے باغ و بہار میں وہ تمام خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو ایک اچھی داستان کا امتیازی وصف ہے اس داستان کی سب سے بڑی خوبی سہل اور آسان زبان ہے اس کالج کے منصوبہ کے تحت اور جو داستانیں لکھی گئیں ان میں میر بہادر علی حسینی کی نثر بے نظیر اور اخلاق ہندی، میر شیر علی افسوس کی باغ اردو، حیدر بخش حیدری کی گلزار دانش، توتا کہانی اور قصہ حاتم طائی، مظہر علی خاں ولا کی بیتال پچیسی۔ میر کاظم علی جوان کی سنگھاسن بتیسی، حفیظ الدین کی خرد افروز، خلیل علی خاں اشک کی داستان امیر حمزہ نرائن جہاں کی باغ عشق، مرزا جان طپش کی بہار دانش وغیرہ زیادہ مشہور ہوئیں۔

فورٹ ولیم کالج سے داستان نگاروں نے شہرت و مقبولیت حاصل کی اور یہ سلسلہ تقریباً ۱۹۲۹ تک چلتا رہا فورٹ ولیم کالج کے بعد لکھی جانے والی داستانوں میں محمد بخش مہجور کی نورتن ۱۸۱۳ سرور کی فسانۂ عجائب ۱۸۲۴ نیم چند کشمیری کی گل صنوبر ۱۸۳۷ الف لیلہ ۴۴-۱۸۴۲ بوستان خیال طلسم ہوشربا سخن دہلوی کی سروش سخن ۱۸۶۰ شیون کی طلسم حیرت ۱۸۷۲ وغیرہ زیادہ مقبول ہوئیں۔

ان داستانوں میں داستانِ امیر حمزہ اپنی طوالت کے باوجود سب سے زیادہ مشہور ہوئی ہر چند کے مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں کے ذریعہ یہ داستان لکھی جاتی رہی اس لئے اس کے کئی مصنف ہیں مگر اس داستان کا سب سے مشہور حصہ طلسم ہوشربا جسے منشی محمد حسین جاہ اور منشی احمد حسین قمر نے مل کر لکھا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے اپنی کتاب اردو کی نثری داستانیں میں داستان امیر حمزہ خاندان کی ۴۶ جلدوں کی دریافت کی ہے اور وقار عظیم اس سے متفق ہیں مگر ایم حبیب خاں[1] ان دونوں سے متفق نہیں اُن کا کہنا ہے کہ اس خاندان کی ۴۶ نہیں، ۴۷ جلدیں ہیں اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر گیان چند جین صاحب کی کتاب اردو کی نثری داستانیں مطبوعہ انجمن ترقی اردو کراچی اور وقار عظیم صاحب کی کتاب ہماری داستانیں مطبوعہ فروغ اردو لاہور بڑی

---

[1] اردو کی قدیم داستانیں صفحہ ۳۶

قابل قدر اور معلومات افزا ہیں ان دونوں حضرات نے داستان امیر حمزہ کی دوسری کڑی کی تعداد ۴۶ بتائی ہے جب کہ یہ تعداد ۴۷ جلدوں پر مشتمل ہے دونوں کتابوں میں طلسم نادر مصنف احمد حسین قمر کا ذکر نہیں ملتا، غالباً یہ کتاب دونوں حضرات کی نظر سے نہیں گزری یہ کتاب ترقی اردو ہند علی گڑھ کے کتب خانہ میں موجود ہے، یہ داستان ۸۰۰ صفحوں پر مشتمل ہے اس لئے داستان امیر حمزہ کی دوسری کڑی کی تعداد ۴۶ کے بجائے ۴۷ ہے"۔

داستان امیر حمزہ کی پہلی کڑی کا تعلق فورٹ ولیم کالج میں خلیل علی خاں اشک کی اس داستان سے ہے جسے اشک نے چار جلدوں میں ترجمہ کر کے شائع کیا دوسری کڑی وہ ہے جو منشی نول کشور سے مطبوع ہوئی۔

ان سب داستانوں کے مطالعہ کے بعد پڑھنے والا بڑی آسانی سے کچھ باتیں تلاش کر لیتا ہے۔ جن سے یہ سب تصانیف ایک خاص صنف کے دائرے میں آ جاتی ہیں ان سب داستانوں میں بوستان خیال، داستان امیر حمزہ اور طلسم ہوشربا جیسی ضخیم و حجیم داستانیں بھی ہیں اور بیتال پچیسی، سنگھاسن بتیسی، طوطا کہانی اور انشائے نورتن میں چھپی ہوئی ایک ایک دو دو صفحوں کی کہانیاں بھی اور دونوں کے بیچ میں الف لیلہ کے نسبتاً بڑے اور رانی کیتکی جیسے متوسط قد و قامت کے قصے بھی، لیکن ضخامت اور حجم سے قطع نظر ان سب میں کچھ باتیں مشترک ہیں جو انہیں ترتیب و ساخت اور اس سے بھی بڑھ کر دلچسپی کے نقطہ نظر سے ایک ہی زنجیر کی کڑیاں بناتی ہیں ایک خاص قسم کا قاری ان کے فرق کی تفصیلات کے باوجود ان سب میں ایک ہی قسم کی دلچسپی محسوس کرتا ہے، ایک ہی طرح کا تاثر قبول کرتا ہے اور ایک قسم کے ردِ عمل سے دو چار ہوتا ہے یہ سب داستانیں پڑھنے والوں کے لئے ایسی تفریح دلچسپی اور ذہنی انبساط کا سرمایہ مہیا کرتی ہیں جس میں منطق اور استدلال کی کوئی جگہ نہیں ہوتی ان سب داستانوں اور کہانیوں کا مقصد بنیادی طور پر صرف یہ ہے کہ پڑھنے والوں کی دلچسپی کا ذریعہ بن سکیں۔

اجزائے ترکیبی

داستان کی صنف بہت قدیم ہے اور اس کا عروج نوابوں اور بادشاہوں کے زمانے میں ہوا اور یہ پڑھنے کی نہیں سننے کی چیز تھی، بہت طول طویل ہفتوں تک چلنے والی، قصہ گو کہنے کے

اندازے محفل پر رنگ جماتے تھے اور اپنے جملوں اور لہجے کے اُتار چڑھاؤ کے ساتھ سامعین کے دلوں کو زیر و زبر کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کا تخلیقی داخل اپنے تنقیدی شعور سے کام لے کر جن شرائط کی لاشعوری طور پر پیروی کرتا نظر آتا ہے وہ بقول خواجہ امان[1] مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی شرط یہ کہ قصہ کے شروع میں ایسی باتیں ہوں جو حقیقت پر مبنی ہوں کوئی ایسی بات نہ لکھی جائے جو بعید از قیاس ہو۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ابتداء میں سامع پر یہ اثر قائم ہو جائے کہ داستان حقیقت پر مبنی ہے تو آگے قدم بڑھایا جائے اور اسی اعتماد کی بنیاد پر خیالی مرقعوں کو سامنے لایا جائے، چونکہ شروع ہی میں سامع پر حقیقت کا رنگ چڑھ جاتا تھا اس لئے وہ تخیلی باتوں میں بھی حقیقت کا رنگ ڈھونڈتے تھے یہ اور بات ہے کہ قصہ گو ہمیشہ اس اصول کو سامنے نہیں رکھتے تھے اور نہ ہمیشہ سچی فضا پیدا کر سکتے تھے مگر اس کی کوشش وہ آغاز داستان سے کرتے تھے۔

دوسری شرط یہ تھی کہ صرف ضروری اور دلچسپ باتیں کی جائیں اور تکرار خیال اور تکرار الفاظ نہ ہو جس سے سامعین کی طبیعت مکدر ہو جائے، داستان کا قصہ چونکہ طویل ہوتا ہے اتنا طویل کی مدت دراز تک سامعین اس کے سننے کے مشتاق رہیں۔ ظاہر ہے طویل قصوں میں واقعات اور جملوں کی تکرار ناگزیر ہو جاتی ہے اور اس سے بے لطفی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے داستان گو کوشش کرتے تھے کہ واقعات نئے نئے سامنے آئیں اور اس کی پردہ پوشی کے لئے وہ الفاظ اور جملے بدلتے رہتے تھے تاکہ لفظوں کے اُلٹ پھیر سے تکرار کا احساس نہ ہو' تکرار سے دلچسپی میں کمی ہوتی ہے اور چونکہ داستان مدت تک سننے کی چیز ہے اس لئے دلچسپی ضروری تھی۔ سامع کا ذہن پھر گیا ہوا میں ایسر رہے۔

---

[1] (الف) مطلب مطوّل خوشنما جس کی تمہید و بندش میں تواردِ مضمون و تکرار نہ ہو' مدت دراز تک اختتام کے سامعین مشتاق رہیں۔
(ب) بجز مدعائے خوش ترکیب و مطلب دلچسپ کوئی مضمون سامعہ خراش و ہزل ..... درج نہ کیا جائے۔
(ج) لطافت زبان و فصاحت
(د) عبارت سریع الفہم کے واسطے فن قصہ لازم ہے۔
(ح) تمہید قصہ میں بجنسہ تواریخ گزشتہ کا لطف حاصل ہو نقل و اصل میں ہرگز فرق نہ ہو سکے۔
بوستان خیال دیباچہ خواجہ امان نول کشور

تیسری شرط زبان و بیان کی ہے۔ لفظوں کی ایک دنیا ہوتی ہے موضوع کی مناسبت سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جنگ وجدل کے موقعوں کی زبان پرجوش اور لہو گرم کرنے والی ہوتی ہے۔ بزم اور پیار و محبت کی زبان میں حلاوت نرمی اور رنگینی ہوتی ہے اس لئے وہ لطافت زبان و فصاحت بیان پر کافی زور دیتے تھے، وہ جانتے تھے کہ اگر داستان خوبصورت زبان میں بیان نہ کی گئی تو دلچسپی میں کمی پیدا ہوگی کہ بات چاہے بے سلیقہ ہو بات کہنے کا سلیقہ اُسے حسین بنا دیتا ہے ایک ہیرو کئی ہیروئنوں سے عشق کرتا ہے بے شمار جنگیں لڑتا ہے اگر ان واردانوں کے بیان میں الفاظ بدل بدل کر نہ لائے جائیں تو تکرار بیان کی پردہ پوشی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے زبان کی فصاحت پر کافی زور دیا جاتا تھا۔

چوتھی شرط یہ تھی کہ جو کچھ بیان کیا جائے اس کی زبان ایسی ہو جو آسانی سے سمجھ میں آجائے تکرار سے بچنے کے لئے زبان میں اُلٹ پھیر کی جاتی تھی اس سے یہ خطرہ پیدا ہوتا تھا کہ کہیں نامانوس اور ایسے الفاظ نہ آجائیں جو آسانی سے سمجھ میں نہ آسکیں، جب بات سمجھ میں نہیں آئے گی تو دلچسپی کم ہوگی اور داستان کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

آخری شرط یہ تھی کہ جو قصہ بیان کیا جائے وہ تخیلی معلوم نہ ہو بلکہ اس پر تاریخ گزشتہ کا گمان ہو یہ جو کچھ ہمارے سامنے آرہا ہے ممکن ہے حال کی باتیں نہ ہوں مگر قصہ ماضی کا ضرور ہے اس لئے داستان کی پیشکش اتنی جزئیات کے ساتھ ہو کہ نقل میں بھی اصل کا دھوکہ ہو۔

ان پانچوں شرطوں میں سچائی کی جھلک، دلچسپی، تکرار سے گریز اور خوبصورت اور آسان زبان کو ہی اہمیت دی گئی ہے، کردار نگاری سے کوئی بحث نہیں کی گئی ہے کردار کیسے ہونے چاہیئے، کردار جو کسی بھی داستان کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں جن کے عمل سے قصہ بنتا ہے اور آگے بڑھتا ہے، ہیروئن میں کون سی صفات ہونی چاہیئے، ہیرو میں کون سی، ویلین کا منصب کیا ہے اس کی موجودگی ضروری ہے یا غیر ضروری؟

زبان کے ساتھ ادب بھی ترقی کرتا گیا ہر صنف کے لئے اصول وضع کئے گئے۔ اس اصول یا تنقید کی نئی نئی صورتیں سامنے آئیں، اوپر کا اصول قصہ گو کے پیش نظر رہتا تھا جب داستانیں سننے کے بجائے پڑھنے کی چیز بنیں تو غور و فکر کا دروازہ کھلا۔ لہٰذا جب ہم جدید تنقید کی روشنی میں داستان کے اجزائے ترکیبی کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ قصہ گو کہانی کو دلچسپ بنانے کے لئے کئی طریقے اپناتے تھے۔

چوں کہ داستان پڑھنے سے زیادہ سننے کی چیز تھی اس لئے دلچسپی قائم رکھنے کے لئے کہانی کو طویل بنایا

جاتا تھا' بات میں بات نکالی جاتی تا کہ مرکزی قصے کی طوالت بڑھے اور پیچیدگی پیدا ہو اس کے علاوہ ایک ہی کہانی میں کئی کہانیوں کا مزا آئے' مگر سارے ضمنی قصے مرکزی قصے سے جڑے ہوئے شاخ کی طرح ہوتے تھے اور ہر شاخ پر مختلف رنگوں کے پھول کھلتے تھے، قصہ کا مرکزی کردار جب اپنے مقصد کے حصول کے لئے محو سفر ہوتا تو راہ میں کوئی مصیبت زدہ اپنا مسئلہ لئے مل جاتا۔ اب یا تو ہیرو تنہا اس کی مشکل حل کرنے نکل کھڑا ہوتا یا پھر دونوں مل کر مہم سر کرنے نکلتے، قاری اس نئے سفر میں نئے تجسس کے ساتھ ہیرو کا ہم سفر ہو جاتا اور اسے اس بات کا اطمینان رہتا کہ ابھی تو ہیرو کا مسئلہ باقی ہے اس لئے داستان گویوں نے یہ طریقہ اپنایا کہ مرکزی قصے میں ضمنی قصے شامل کر دیں تا کہ داستان مزید دلچسپ ہو جائے۔

وقار عظیم[1] اس سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

چھوٹی بڑی داستانوں میں دلچسپی پیدا کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ قصہ کو جہاں تک ہو طول دیا جائے تا کہ پڑھنے والا زیادہ سے زیادہ عرصہ تک حقیقت کی دنیا کو بھول کر رومان اور تخیل کی دنیا کی سیر کر سکے' کہانی کو طویل بنانے کے لئے ہمارے داستان نویسوں نے عموماً یہ انداز اختیار کیا کہ وہ اصل واقعہ کے ساتھ ضمنی قصے بڑھا کر پڑھنے والے کی توجہ اور انہماک کے لئے نئی نئی راہیں نکالتے ہیں۔

آرائش محفل داستان امیر حمزہ' بوستان خیال اور طلسم ہوشربا کی یہ ویسے بھی خصوصیت ہے کہ یہ بڑی داستانیں ہیں ان میں زیادہ کردار ہیں اور ہر کردار کی اپنی کہانی ہے اور اس کہانی سے کئی کہانیاں نکلتی ہیں مگر درمیانی داستانیں جیسے فسانۂ عجائب اور باغ و بہار میں بھی ضمنی کہانیاں ہیں حد یہ ہے کہ سنگھاسن بتیسی اور بیتال پچیسی اور طوطا کہانی جیسی کہانی نما داستانوں میں بھی ایک کہانی سے دوسری کہانی پیدا ہوتی ہے۔

داستانوں میں دلچسپی پیدا کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تخیل کی ایک نئی دنیا آباد کی جائے اس میں بے شمار افراد ہوں، بادشاہ وزیر' سردار، فوج، شہزادے، شہزادیاں' وزیر زادے وزیر زادیاں'' اس کے علاوہ خوبصورت باغ' گنگناتے ہوئے آبشار' ہنستے ہوئے پھول' چہچہاتی ہوئی خوشبو' چمکتے ہوئے محل جہاں عیش و عشرت کی فراوانی ہو' غم کا سایہ بھی نہ ہو' وہاں کے عوام خوش حال ہوں یعنی وہ دنیا ایسی رنگین اور رومانی ہو کہ اس کی سیر سے دل نہ بھرے' پھر اس دنیا میں

---

[1] داستان سے افسانہ تک صفحہ ۸

محبت کی رنگینیاں اور کرشمہ سازیاں' خونریز جنگیں' فتح و شکست کا سلسلہ' وہاں قاری خود کو تنہا محسوس نہیں کرتا، وہ عام طور پر ہیرو کا طرف دار بن جاتا ہے وہ ہیرو کی خوشی میں خوش ہوتا ہے اس کے غم میں ملول اور اس کی فتح پر خوشی سے تالیاں بجاتا ہے۔ یہ دنیا اتنی دلکش ہے کہ وہاں سے نکلنے کا جی نہیں چاہتا۔ یہ ایسا خواب ہے، جس سے بیدار ہونے کے بعد بھی خواب کے اثرات باقی رہتے ہیں۔

دلچسپی پیدا کرنے کا تیسرا ذریعہ اس خیالی دنیا کے کردار ہیں ایسے کردار جو حقیقی دنیا میں نہیں ملتے' لال پری سبز پری، نیلی پری، پکھراج پری' بے انتہا حسین مخلوق پھر اڑنے والے جن، آدمی کو کھا جانے والے بھیانک دیو ساحر' اشقر دیوزاد' اسم اعظم' گلیم' گرز ہیکل' لوح' انسان کے لئے یہ سب کچھ اجنبی ہے عقل اسے تسلیم نہیں کرتی کہ انسان کا عملی زندگی میں ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں' یہ نئی دنیا کے باشندے کیسے ہیں، ان کے جذبات و احساسات کیا ہیں؟ انسان ان کا مقابلہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

کلیم الدین احمد[1] کرداروں سے بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں،

"یہ دوسری دنیا کے باشندے سامعین یا قارئین کے مادہ تجسس کو بھڑکاتے اور ان کے تخیل پر تازیانہ کا کام کرتے ہیں ساتھ ہی ساتھ داستان میں رنگینی، بوقلمونی پیچیدگی اور دلچسپی کا بھی اضافہ ہوتا ہے پھر جب ہم ان جنوں دیووں پریوں کو انسان کی طرح بولتے چلتے ہنستے روتے محبت و نفرت کرتے ہمدردی ترحم یا غیض و غضب کے جذبات سے متاثر دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک طرح کا اطمینان ہوتا ہے اور ہم اپنے جذبات و خیالات پر زیادہ اعتماد کرنے لگتے ہیں اور یہ اجنبی ہستیاں انسان سے الگ نہیں بلکہ انسان ہی جیسی اور انسان سے زیادہ ترقی یافتہ نظر آتی ہیں۔"

یہ تخیلی دنیا کوہ قاف یا اسی جیسی ہوتی ہے اور مافوق الفطرت کردار اس کے باسی اور ایسی ہی جگہیں ہیرو کی منزل ہوتی ہیں اپنے مقصد کے حصول میں ہیرو کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جب وہ ان دشواریوں پر قابو پا کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے تو قاری یا سامع کے دل کی دھڑکنیں کچھ زیادہ تیز ہو جاتی ہیں قصہ گو خطرات سے بھی آگاہ کرتا چلا جاتا ہے تاکہ تجسس زیادہ گہرا ہوتا رہے اس منزل

---

[1] فن داستان گوئی' صفحہ ۲۴

پر، ہیرو پر پریاں بھی عاشق ہوتی ہیں اور جوشِ رقابت میں مشکلیں بھی کھڑی کرتی ہیں دیو ہیرو کو فنا کر دینا چاہتے ہیں اور ساحر سحر سے قید کرتے ہیں غرض اس خیالی دنیا میں بے شمار خطرات ہیں کبھی بزم سجتی ہے اور کبھی رزم گاہوں میں خون کے چھینٹے اڑتے ہیں چونکہ پڑھنے والوں کو ہیرو سے ہمدردی ہوتی ہے اس لئے وہ اسے کامیاب و کامران دیکھنا چاہتا ہے مگر کیا ہیرو سارے خطرات سے نپٹ کر منزل مقصود حاصل کر سکے گا؟ یہ خیال اُسے آگے اور آگے کی طرف لے جاتا ہے۔

دلچسپی پیدا کرنے کے لئے قصہ گو فاصلہ کا تصور، کا بھی سہارا لیتا ہے۔ جس زمانے میں داستانیں لکھی گئیں وہ زمانہ آج کے زمانے سے بہت مختلف تھا آج سائنس اور ٹیکنالوجی نے مکان کے بُعد پر قابو پا لیا ہے دوریاں سمٹ گئی ہیں اور سب کچھ دسترس میں ہے یہاں تک کہ انسان چاند کی دھرتی روند آیا لیکن اس وقت مکان یعنی space انسان پر حاوی تھا، دنیا بہت پھیلی ہوئی اور دل میں بہت کچھ دیکھنے کی خواہش اور جاننے کی تمنائیں تھیں مگر کبھی اس کی خواہش کے آگے صحرا کا اندھیرا تھا کبھی سمندر کی بپھری ہوئیں موجیں، کبھی سر بفلک پہاڑ راستہ روکے کھڑے ہوتے اور کبھی تلاطم خیز دریا راہ میں حائل ہوتا۔ غرض پرانی دنیا کا انسان فطرت کے سامنے خود کو مجبور پاتا تھا اس لئے دوری اس کے لئے بے حد رومان پرور بھی وہ دُور کی باتیں سننا اور جاننا چاہتا تھا وہ دوسری طرف کا حال جاننے کے لئے بے چین تھا یعنی فاصلے میں اس کے لئے بڑی کشش تھی لہٰذا داستان نگاروں نے یہ طریقہ اپنایا کہ دُور کی آواز سنا کر دلچسپی بڑھائی جائے، وہ پوشیدہ مناظر دکھائے جائیں جہاں تک قاری کی نظریں نہیں پہنچتی ہیں اس لئے اُس نے کہانی کی ابتداء ان جملوں سے شروع کی۔

قسطنطنیہ میں ایک بادشاہ تھا یا بہت دور کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا، قسطنطنیہ کہاں ہے، اس کا بادشاہ کیسا ہے! رحم دل یا جابر! وہاں کے عوام خوش ہیں یا ناخوش، قسطنطنیہ کے نام کے ساتھ ایک نئی دنیا کا تصور تجسس کو بیدار کر دیتا تھا اور اس دنیا کی سیر کے لئے پڑھنے یا سننے والا بے چین ہو جاتا تھا اور کہانی کی ابتداء ہی میں اس کے لئے دلچسپی کا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر فصیح ظفر[1] فاصلے کے سلسلے میں رقم طراز ہیں۔

"ہم ابتدائی کہانیوں میں سب سے زیادہ قوت سامع کو متاثر ہوتے دیکھتے ہیں کیونکہ کہانیاں سُنائی جاتیں تھیں اور سننے اور سنانے کے عمل میں لطف کا پہلو زیر و بم سے

پیدا کیا جاتا، کبھی دُور کی آواز بھلی معلوم ہوتی اور کبھی جھنکار سے قوت سامعہ مطمئن ہوتی، کہانی میں دُور کی آواز کا جمالیاتی پہلو اس نکتے سے پیدا کیا جاتا تھا دور بہت دور ایک بادشاہ رہتا تھا یا پھر مکانی طور پر مقام کی اجنبیت سے فاصلے کا پرکشش تصور قائم کیا جاتا تھا' ملک ختن کے بادشاہ کا قصہ ہے یا پھر زماں و مکاں میں لامعلوم طریقۂ کار اپنا کر فاصلے کی کشش یوں بڑھائی جاتی تھی، کسی ملک میں کوئی بادشاہ تھا"

فکشن میں دلچسپی کے علاوہ بھی کچھ شرطیں ہیں جن کی پیروی ضروری سمجھی جاتی ہے جس میں آغاز تسلسل ربط، سسپنس، کلائمکس اور انجام کا ہونا ہے۔

آغاز کی اپنی اہمیت ہوتی ہے قصہ عموماً ایسے جملوں سے شروع ہوتا ہے جس سے قاری کا تجسس بیدار ہو جائے اگر ابتدا میں اس کا خیال نہ رکھا جائے تو ایک دو جملوں کے بعد ہی اُکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے، شروع کا جملہ کہانی میں سے کہیں پر سے بھی اُٹھایا جا سکتا ہے ایسی جگہ سے جہاں ایک طرف تجسس کی فضا پیدا ہو دوسری طرف کہانی آسانی سے چلتی چلی جائے قصہ گو آغاز کی اہمیت سے واقف تھے اور عموماً ان جملوں سے ابتدا کرتے تھے۔

کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا یا ملک ختن کے بادشاہ کا قصہ ہے آگے روم کے ملک میں کوئی بادشاہ تھا کہ نوشیرواں کی سی عدالت اور حاتم کی سی سخاوت اس کی ذات میں تھی نام اس کا آزاد بخت تھا اور شہر قسطنطنیہ اس کا پایۂ تخت۔

ایک تو دوری کا تصور رومانی تھا دوسرے یہ خیال دل میں پیدا ہوتا تھا کہ بادشاہ کی زندگی تو عیش و عشرت کی زندگی ہوتی ہے اُس پر کون سی افتاد پڑی کہ وہ کہانی کا موضوع بنا' اس بادشاہ کا حال جاننے کی خواہش قاری کو آگے بڑھنے پر اکساتی ہے اور پھر ہم بڑھتے ہیں کہ اس کے وقت میں رعیت آباد، خزانہ معمور، لشکر مرفہ غریب و غربا آسودہ ایسے چین سے گزران کرتے اور خوشی سے رہتے کہ ہر ایک کے دن میں عید اور رات شب برات تھی چلئے یہ خیال بھی بدل گیا کہ کسی دشمن نے ملک پر حملہ کیا ہوگا، یا حملے کا خطرہ تھا۔

ے فکشن میں فاصلہ کا تصور صفحہ ۱۱۲

جتنے چور چکار، جیب کترے، اُچکے خیرے، اٹھائی گیرے دغاباز تھے سب کو نیست و نابود کر کے نام و نشان ان کا ملک بھر میں نہ رکھا"

یعنی اندرونی شورش کا بھی خطرہ نہ تھا، ساری رات گھروں کے دروازے بند نہ ہوتے اور دکانیں کھلی رہتیں راہی مسافر جنگل میں سونا اچھالتے جاتے کوئی نہ پوچھتا کہ تمہارے منہ میں کتنے دانت ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔

ان چند جملوں میں پورے حالات سامنے آگئے کہ اندرونی و باہری کسی طرح کا خطرہ نہ تھا، عوام خوش اور مطمئن تھے پھر آزاد بخت کو کیا تکلیف تھی؟ قصہ گو فوراً ہی بتا دیتا ہے کہ وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ کہانی میں دلچسپی کے ساتھ قاری کو بادشاہ سے ہمدردی بھی ہو گئی، اولاد نہ ہونے کا دُکھ وہ بھی بادشاہ کو یقیناً یہ بہت بڑی ٹریجڈی تھی کیونکہ انسانی فطرت اپنا نام باقی رکھنا چاہتی ہے اور بادشاہ کے لئے تو یہ اور بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ حکومت دولت، فوج خزانہ، اور محل کا مالک ہوتا ہے، کون چاہتا ہے کہ اُس کی کمائی دوسرے کے پاس چلی جائے قاری بادشاہ کے غم میں شریک ہو جاتا ہے

آغاز کے بعد دوسری منزل تسلسل اور ربط ہے۔ جو کہانی شروع ہوئی ہے وہ تسلسل سے آگے بڑھے تاکہ قاری پر آغاز میں جو تاثر قائم ہوا ہے وہ برقرار رہے مگر داستان میں ضمنی کہانیاں ضروری تھیں اس لئے تسلسل باقی نہیں رہتا، کہانی سے کہانی نکلتی چلی جاتی ہے اور جس ڈور کے سہارے قاری آگے بڑھا تھا وہ راہ میں چھوٹ جاتی ہے اور وہ بیچ سے نکلی ہوئی ڈور پکڑ کر دوسری طرف نکل جاتا ہے، اس ڈور سے مزید ڈوریں نکلتی ہیں اس طرح قاری اصل کہانی سے کئی منزل دور جا پڑتا ہے۔

وقار عظیم[1] اس ناکامی کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

" اصل کہانیوں میں ضمنی کہانیوں کا اضافہ کر کے انہیں طول دینے کی کوشش میں کہانی کی وحدت اُس کے تناسب و توازن اور مجموعی تاثر میں جو کمی آتی ہے اس کا احساس ہمارے داستان گویوں کو بالکل نہ تھا۔ لیکن کہانی کی ابتدا کے بعد اس منزل کا آنا جب مسئلہ واضح شکل اختیار کرتا ہے اور کہانی ایک خاص راستہ پر چل کر ارتقاء کے مختلف مرحلے طے کر کے

---

[1] داستان سے افسانہ تک صفحہ ۹

نقطۂ عروج اور خاتمہ تک پہنچتی ہے داستان کے فن کی روایت میں شامل نہ تھا۔"

اس لئے اولاد کی طرف سے مایوس ہوکر اور تخت و تاج چھوڑ کر آزاد بخت گوشہ نشین ہوگیا اور ایک رات جب اس کا دل گھبرایا تو وہ محل سے نکل کر قبرستان پہنچا وہاں ایک چراغ جل رہا تھا اور چار درویش سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے، بہت دیر بعد ایک نے سر اٹھایا اور کہا' دوستو رات بہت لمبی ہے کیسے گزرے گی ہمیں ایک دوسرے کو اپنی کہانی سنانی چاہئے' چاروں اس پر آمادہ ہو گئے اور یکے بعد دیگرے اپنی کہانی سنانے لگے اور آزاد بخت کا قصہ وہیں قبرستان میں چھوٹ گیا اور قاری وہاں سے دمشق چین وغیرہ چلا گیا۔

تیسری چیز سسپنس یا تشویش ہے، یہ کہانی کا اہم عنصر ہے جو کہانی شروع ہو وہ تسلسل سے آگے بڑھتے بڑھتے ایسے مقام پر پہنچ جائے جہاں قصہ پوری طرح واضح ہو جائے، آزاد بخت کے سلسلے میں سسپنس اس وقت بیدار ہوتا ہے جب ایک دن وہ آئینہ دیکھتا ہے اور اُسے اپنی مونچھ میں ایک سفید بال نظر آتا ہے، یعنی جوانی رخصت ہوگئی اولاد ہونے کی اُمید ختم ہوگئی جوانی میں اولاد کا نہ ہونا اتنا بڑا مسئلہ نہیں کہ اکثر لوگوں کے یہاں دیر سے بچہ پیدا ہوتا ہے مگر آزاد بخت کی مونچھ میں سفید بال نظر آنے کے بعد امید ختم ہو جاتی ہے دوسری طرف یہ تشویش پیدا ہوتی ہے کہ اب کیا ہوگا؟

داستانوں میں ہمیں قدم قدم پر تشویش کے بادل نظر آتے ہیں، مثلاً ہیرو جب کسی مہم پر روانہ ہوتا ہے' داستان گو قاری کو پہلے ہی آگاہ کر دیتا ہے کہ یہ مہم بڑی پُر خطر ہے تو تجسس کی فضا گہری ہو جاتی ہے مگر میں وقار عظیم[1] کے اس خیال سے متفق نہیں ہوں کہ:

"جس چیز کو سسپنس کہتے ہیں اور جو کہانی کا لازمی عنصر ہے داستانوں میں ہے ضرور مگر عموماً اُس پر ایک طرح کا تصنع غالب ہے اس مصنوعی تصنع کی وجہ سے داستان پڑھنے والے کو پوری طرح گرفت میں لینے سے قاصر رہتی ہے۔"

میرے خیال سے داستانوں میں سب سے زیادہ متاثر کرنے والی چیز سسپنس ہی ہے' داستان کی تخیلی فضا ہمارے ذوقِ تجسس کو بیدار کرنے کے لئے کافی ہے پھر قدم قدم پر حیران کر دینے والی چیزیں'

---

[1] داستان سے افسانہ تک صفحہ

آدمی سے باتیں کرنے والے جانور اور درخت، انسان کو چنگل میں لے کر سینکڑوں میل اُڑنے والے سیمرغ، مخلوط النسل اشقر دیو زاد، حیرت انگیز طلسم، خطرات سے آگاہ کرنے والی لوح، جادو کے زور سے مکھی بنا دینے والے ساحر، منہ سے آگ اگلتے اژدہے، جادو کا باغ، قدم قدم پر دم گاہیں، یہ ساری چیزیں سسپنس قائم رکھنے میں معاون ہوتی ہیں ایک مخفی دنیا کے اسرار نظروں کے سامنے آنے والے ہوتے ہیں اس لئے یہ کہا جائے کہ داستانوں میں سسپنس کی پیشکش سب سے زبردست ہے تو بیجا نہ ہوگا۔

سسپنس کے بعد کلائمکس کی منزل آتی ہے، کہانی آگے بڑھتے بڑھتے ایسے مقام پر پہنچتی ہے جہاں فیصلہ کن گھڑی سر پر آجاتی ہے اور انجام سے کہانی کی منزل دور نہیں ہوتی، اس مقام پر قاری کی دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں، اب کیا ہوگا کی تکرار بڑھ جاتی ہے اور بے قرار نظریں سطروں پر پھسلتی رہتی ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر کہانی پڑھنے والا کہانی ختم کئے بغیر نہیں رہتا اور کسی تخلیق کی کامیابی کا انحصار بھی اسی پر ہوتا ہے، نقطۂ عروج جتنا ہیجان انگیز ہوگا معرکہ جتنا ہیبتناک ہوگا صورتحال جتنی زیادہ غیر یقینی ہوگی بے چینی اتنی ہی بڑھے گی جذبات اسی قدر برانگیختہ ہوگا اور انجام کے بعد وہ اسی قدر فرحت محسوس کرے گا۔ اس کے جذبات خوشگوار طریقے سے سرد ہوں گے۔ اس کے برعکس اگر کسی کہانی کا نقطۂ عروج کمزور ہے یا اس مقام پر قاری کو اندازہ ہو جائے کہ انجام کیا ہوگا تو کہانی کی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے اور انجام میں وہ لذت نہیں ملتی جس کے لئے قصہ گو نے تخلیقی کرب سہا ہے، نقطۂ عروج تو پہاڑ کی چوٹی ہے جس کے دوسری طرف کا منظر دکھایا جاتا ہے اگر پڑھنے والے کو پہلے ہی معلوم ہو جائے کہ پہاڑ کے دوسری طرف کیا ہے تو وہ پہاڑ پر چڑھنے کی زحمت کیوں گوارہ کرے گا۔ نقطۂ عروج پر تصادم شدید ہو جاتا ہے دو میں سے ایک کو زندہ رہنا ہے زندگی اور موت کی اس جنگ میں ہیرو اور ویلین اپنے سارے حربے استعمال کر دیتے ہیں

داستانوں میں نقطۂ عروج ایک جگہ نہیں ہوتا بلکہ جگہ جگہ ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ اس میں زیادہ شدت نہیں ہوتی کیوں کہ یہ ضمنی قصوں کا نقطۂ عروج ہوتا ہے۔ قاری کے دل کی دھڑکنیں زیادہ ناہموار نہیں ہوتیں کیونکہ انہیں اندازہ ہے کہ ابھی مرکزی قصے کا انجام باقی ہے اس لئے ہیرو اس منزل سے کامیاب و کامران گزرے گا۔

کسی بھی داستان کا دو انجام ہو سکتا ہے المیہ اور طربیہ یونانی ادب میں المیہ کے نمونے ملتے ہیں اور ارسطو نے بھی المیہ پر زیادہ زور دیا ہے اردو ڈراموں میں رستم سہراب اور انارکلی اس کی

شالیں ہیں، انجام کا مسئلہ قصہ گو کی ذہنیت پر بھی منحصر کرتا ہے وہ چاہے تو المیہ بنادے چاہے تو طربیہ۔

مگر اردو داستانوں کا انجام زیادہ تر طربیہ ہی ہوتا ہے۔ یہ نقطۂ عروج کے فوراً بعد آتا ہے اور کلائمکس کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ یہاں کہانی پہاڑ کی چوٹی سے پھسل کر اچانک نیچے گرتی ہے یا ایک دھماکہ ہوتا ہے اور جب آنکھیں کھلتی ہیں تو پردے ہٹ چکے ہوتے ہیں اور سارے اسرار نظروں کے سامنے ہوتے ہیں اس مقام پر قاری کا بپھرا ہوا جذبہ ایک خوشگوار سکون سے ہمکنار ہوتا ہے۔ داستانوں کے طربیہ انجام کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قصہ گو کا مقصد تفریح کرانا تھا اور کوئی میزبان پُر تکلف دعوت کے بعد کوئی ایسی چیز نہیں کھلانا چاہتا جس سے مہمان کے منہ کا مزا خراب ہو جائے، اس طرح اگر داستان کا انجام المیہ ہوتا ہے تو ذہنی تفریح کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے قصہ گو کی تعریف تب ہوتی ہے جب ہیرو کامیاب و کامران ہوتا ہے سارے بچھڑے ہوئے مل جاتے ہیں اور سننے والے واہ سبحان اللہ کہتے ہوئے رخصت ہو جاتے ہیں۔

کردار نگاری

داستان کی اجزائے ترکیبی میں کردار نگاری کی بڑی اہمیت ہے کردار قصہ کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں کردار کے بغیر قصہ کا تصور ممکن نہیں کرداروں کے اعمال سے قصہ بنتا اور آگے بڑھتا ہے، کردار کی تخلیق میں مصنف کو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے اسے انسانی فطرت کا گہرا شعور ہونا چاہیئے انسان کے ذہنی ارتقاء میں بے شمار عوامل کام کرتے ہیں، کسی کردار کو لینے سے پہلے اس کے ماحول، تعلیم و تربیت اور ذہنی رویہ کو دیکھنا پڑتا ہے۔ انسان کی تربیت میں اس کے ماحول کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے بعض کرداروں میں نفسیاتی گرہیں بھی ہوتی ہیں یا اس کے خاندانی اثرات ہوتے ہیں یا پھر ماحول کے اثرات، کرداروں کی پیشکش ایسی ہونی چاہیئے کہ قاری سے اس کی اچھی شناسائی ہو جائے قاری کو اس کی فطرت کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جائے، کامیاب پیشکش تو یہ ہوتی ہے کہ قاری کو یہ احساس ہونے لگے کہ یہ کردار میرا دیکھا بھالا ہے اس کے اعمال و افکار پر تعجب نہ ہو اگر درمیان میں کسی کردار میں تبدیلی دکھانی مقصود ہو تو اس پر ظاہری یا باطنی کوئی ایسا دباؤ دکھانا ضروری ہوتا ہے جس سے یہ تبدیلی فطری معلوم ہو۔

کرداروں میں تین کردار اہم ہوتے ہیں ہیرو ہیروئن اور ویلین اس کے علاوہ دوسرے کردار بھی ہوتے ہیں، جو کہانی کے مختلف حصوں میں آتے ہیں اور اپنا رول ادا کر کے چلے جاتے ہیں ان ضمنی کرداروں کی وجہ سے ایک جیتی جاگتی دنیا کا نقشہ بھی سامنے آتا ہے۔ ان سارے کرداروں میں انسانی صفات جیسے

نیکی، بدی، نفرت، محبت، رشک و حسد ایثار و قربانی کے جذبے ہوتے ہیں جن کہانیوں میں انسانی فطرت کی گہری عکاسی ہوتی ہے وہ کامیاب سمجھی جاتی ہیں بعض کہانیاں اپنے کرداروں کی وجہ سے امر ہو جاتی ہیں جیسے حلیم شرر کا ناول فردوس بریں، شیخ علی وجودی کی سے۔

داستانوں میں بھی ہیرو، ہیروئن، ویلین وغیرہ ہوتے ہیں چوں کہ یہ خیالی دنیا کا قصہ ہوتا ہے اس لئے اس میں دیو پری جادوگر، جادوگرنیاں اور دوسرے ایسے کردار ملتے ہیں جو جیتی جاگتی دنیا میں نظر نہیں آتے زیادہ تر داستانوں میں کسی بادشاہ کا قصہ ہوتا ہے۔ اس لئے شہزادے شہزادیاں وزیر وزیرزادے وزیرزادیاں کے علاوہ امراء وغیرہ ہوتے ہیں مگر داستانوں کے کردار انتہاؤں پر بستے ہیں یا نیک ہوتے ہیں تو ایسے نیک کہ فرشتوں کے برابر یا بد ہوئے تو اتنے جیسے شیطان بقول وقار عظیم[1]

"تخیل و تصور کی اس دنیا کے باشندے دیکھنے میں ہماری دنیا کے انسانوں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں لیکن اپنے غیر معمولی عمل اور قوتوں کی بنا پر ان کی سیرت اور شخصیت مثالی بن جاتی ہے جو نیک ہے وہ نیکیوں کی ان سب خصوصیات کا حامل ہے جو انسان کے تصور میں آسکتی ہیں جو بد ہے وہ بدی کا ایسا مجسمہ کہ شیطان بھی اس سے پناہ مانگتا ہے۔"

ہیرو

داستان کا مرکزی کردار ہیرو ہوتا ہے، ہیرو عموماً کوئی بادشاہ شہزادہ یا سالار فوج ہوتا ہے مصنف اس کی غیر معمولی شخصیت سے قاری کو پہلے ہی آگاہ کر دیتا ہے ہیرو حسن میں بے مثال ہوتا ہے اور بچپن ہی میں اس نے سارے علوم حاصل کر لئے تھے اور کسی ماہر فن سے حرب و ضرب کا فن سیکھ لیا تھا۔ ایک تو شہزادہ ہونے پر ہی اس کی صفات کا قاری کو اندازہ ہو جاتا ہے قصہ گو کے بتائے پر اس کے کسی غیر معمولی عمل سے حیرت نہیں ہوتی یعنی داستان کا ہیرو خوبصورت عالم فاضل اور حرب و ضرب میں یکتا، محبت کرنے والا اور نیکی کا مجسمہ ہوتا ہے اس کے کردار میں بدی کا عنصر نہیں ہوتا اور اسے تائید ایزدی بھی حاصل رہتی ہے مشکلات میں کبھی کوئی بزرگ اس کی رہنمائی کے لئے آتے ہیں کبھی سیمرغ سمندر پار کرا دیتا ہے کبھی پرندوں کی گفتگو اس کی مشکل حل کر دیتی ہے، ہیرو مہمیں سر کرتا ہے جنگیں لڑتا ہے بڑے بڑے

---

[1] داستان سے افسانہ تک صفحہ

سرکشوں کے سر نیچے کرتا ہے اور ناممکن کو ممکن کر دکھاتا ہے اس کے علاوہ اُسے عشق کی مہمیں بھی سر کرنی ہوتی ہیں عشق تو بہت آسانی سے اور پہلی نظر میں ہو جاتا ہے مگر محبوبہ کا حصول بہت مشکل ہوتا ہے کیوں کہ درمیان میں ہیروئن کی یا اُس کے والدین کی شرطیں حائل ہوتی ہیں اکثر ہیرو کسی پری چہرہ کی تصویر دیکھ کر یا اُس کے حُسن کا چرچا سُن کر اُس پر عاشق ہو جاتا ہے اور اُس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ راہ میں جہاں اور بہت سی مشکلات حائل ہوتی ہیں کبھی کسی دیو سے مقابلہ ہوتا ہے کبھی آگ کا صحرا راہ میں حائل نظر آتا ہے۔ کبھی وہ ساحر کی قید پھنستا ہے جادو کے تالاب یا حوض میں غسل کر کے اسیر بلا ہوتا ہے وہیں حسینائیں بھی ملتی ہیں عشق بھی ہوتا ہے اور دوسری شادی آسانی سے ہو جاتی ہے اس کے بعد بھی پہلی ہیروئن پہلے جیسی گرم جوشی سے قبول کرتی ہے، ہیرو چوں کہ مصیبت زدوں کا نمائندہ بن کر ظالم کے پنجے مروڑتا ہے اور حق و انصاف کے لئے سینہ سپر ہو جاتا ہے اس لئے قاری کو اس سے ہمدردی ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر سید افصح ظفر کہتے ہیں۔

"قدیم کہانیوں کے ہیرو جن پریشانیوں سے گزرتے ہیں جن مصیبتوں کا سامنا کرتے ہیں اور جن جن مظالم کے خلاف کمربستہ ہوتے تھے ان سے عوام کا واسطہ براہ راست ہوتا تھا کیوں کہ وہ اپنے ہیرو کو نجات دہندہ سمجھتے تھے اور اس سے زیادہ اُن کی ذات میں اپنی کمزوریوں اور مجبوریوں کی تکمیل دیکھتے تھے، یہ ہیرو اپنے کارناموں سے اپنے عوام کی بے بسی مجبوری ناآسودگی کی تسکین کا ذریعہ بنتے تھے۔"

مگر اکثر داستانوں میں ہیرو اپنے منصب پر پورے نہیں اُترتے، ان میں عمل و جرأت کا فقدان ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے قصہ گو بھول گیا کہ اُس نے ابتدا میں کون کون سی صفات گنائی تھیں، اکثر منظوم داستانوں کے ہیرو صرف عشق کرنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں مگر عشق میں بھی کامیابی کے لئے جدوجہد نہیں کرتے ان کی بے عملی حیرت انگیز ہوتی ہے کہ یہ کس طرح ہیرو ہو گئے وہ مقصد کی تکمیل کی کوشش کے بجائے مصیبت میں روتے ہیں اور موقع ملتے ہی اخلاق کی ساری قدریں پامال کر کے شادی سے پہلے ہیروئن سے ہم بستری کرنے لگتے ہیں جیسے شہزادہ بے نظیر، جب علمی صلاحیت کا موقع آتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اُسے موقع محل کے مطابق گفتگو کرنے کی تمیز بھی نہیں وہ ہیروئن کے باپ کو شادی کا پیغام بھیجتا ہے ساتھ ہی دھمکی بھی دیتا ہے کہ میرے پاس اتنی بڑی فوج ہے۔

یہی حال یمن کے سوداگرزادے کا میر امن کی باغ و بہار میں ہے۔ جو باپ کی دولت ختم کر کے بہن کے دروازے پر جا کر رہنے لگا۔ بہن نے غیرت دلائی اور سامان سوداگری کا دے کر دمشق بھیجا تو یہ دمشق کی شہزادی کے عشق میں گرفتار ہو کر ایک غلام کی طرح اس کی فرمانبرداری کرنے لگا۔ شہزادی اُسے اُنگلیوں پر نچاتی رہی اور جب اس نے اپنا مقصد حاصل کر لیا اور غلام بچے کو جو سوداگر بن گیا تھا اور شہزادی سے بے وفائی کی تھی اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے انتقام کی آگ بجھالی تو روپوش ہو گئی اور سوداگرزادہ اُس کے گھر کے سامنے مسجد میں جا پڑا اور کھانا پانی چھوڑ دیا مگر بڑی داستانوں کے ہیرو واقعی ہیرو معلوم ہوتے ہیں اور وہ ہیرو کے اوصاف پر پورے اُترتے ہیں، اکھڑ، بہادر، قول فعل کے سچے، مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے، جو دشمن پر پیچھے سے وار نہیں کرتے، جو شادی سے پہلے حد سے بڑھنا گناہ سمجھتے تھے

ہیروئن

داستانوں میں ہیروئن ضروری ہوتی ہے کیوں کہ رزم کے ساتھ بزم داستانوں میں ضروری ہے مگر اکثر بزم ہی سے رزم کی ابتداً ہوتی ہے، ہیرو کسی شہزادی کے حُسن کی تعریف سُن کر اُس پر عاشق ہو جاتا ہے اور راتوں کی نیندیں حرام کر کے اس کے حصول کے لئے نکل پڑتا ہے، ہزاروں میل کا سفر، راہ کی مشکلات، اژدہوں، جادوگرنیوں اور دیو سے نبرد آزما ہوتا ہوتا ہوا وہ شہزادی کے شہر میں پہنچتا ہے وہاں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ شہزادی یا اُس کے والدین کچھ شرطیں رکھتے ہیں اور یہ شرطیں آسان نہیں ہوتیں جان جوکھم میں پڑتی ہے۔ یہ شرط نہ صرف عاشق کے جذبۂ صادق کی پرکھ ہوتی ہے بلکہ اس شہزادی کی شہرت کا سبب بھی، اردو مثنویوں میں یہ رنگین تتلیاں بڑی تیز طرار ہیں اور ہیرو سے زیادہ فعال بھی، چھوٹی نثری داستانوں کی ہیروئنیں بھی متحرک اور جاندار ہیں خاص طور سے میر امن کی باغ و بہار میں مگر بڑی داستانوں میں جیسے داستان امیر حمزہ کی جلدوں میں یہ صرف حسین گڑیا بن گئی ہیں جن سے ہیرو دل بہلاتا ہے اور ان کے پر کاٹ کر خیمہ میں قید کر دیتا ہے کیونکہ اسلام قبول کر لینے کے بعد چاہے وہ کتنی ہی بہادر اور بڑی ساحرہ ہو جنگ کرنا ممنوع ہے۔ اور ہیرو کسی ایک پر اکتفا نہیں کرتا۔ جہاں حسین گڑیا مل گئی پھسل گیا حاصل کر لیا اُسے اس کی فکر نہیں کہ پہلی کے دل پر کیا گذرے گی، وہ اس سے شادی کر کے دور دراز کی مہم پر روانہ ہو جاتا ہے، برسوں وہ خیمہ میں اس کا انتظام کرتی رہتی ہے جب کہ ہیرو مہم کے دوران نئی نئی تتلیاں پھنساتا رہتا ہے۔

مگر میر امن نے باغ و بہار میں ان تتلیوں کے پر نہیں کاٹے اور تب یہ احساس ہوا کہ یہ رنگین

...تو نے بے جان نہیں بلکہ بہت دُور تک دیکھنے والی آنکھیں، بہت حساس کان اور بہت تیز دماغ
...تی ہیں ان کی تیزی اور طراری کے سامنے ہیرو کاٹھ کے پتلے بن جاتے ہیں اور اوران کی کامیابی
...کے مشوروں کی مرہون منت رہتی ہے۔

مثال کے طور پر سیر پہلے درویش میں شام کی شہزادی کی سیرت کا مطالعہ کریں تو یہ بات صاف
...جاتی ہے کہ وہ ایک ایسی زندہ اور متحرک عورت ہے جس میں جذبے کی شدت بہت زیادہ ہے
...روتی دھوتی نہیں حالات سے سمجھوتہ نہیں کرتی بلکہ حالات کو اپنے موافق بنانے اور اپنے جذبے
...سکین کے لئے عملی قدم اٹھاتی ہے، عورت کبھی اپنا پہلا پیار نہیں بھولتی اور اس کے لئے قربانی بھی
...ہے مگر یہ شہزادی جس شدت سے محبت کرتی ہے اسی شدت سے نفرت بھی کرتی ہے
...غلام بچے نے شہزادی کی محبت اور احسانوں کو ٹھکرا کر ایک بدصورت لونڈی کے لئے شہزادی کو
...جانتے قتل کر کے اور بکس میں بند کر کے فصیل شہر سے باہر پھینک دیا اور یمن کے تاجر زادے
...ولت شہزادی موت کو شکست دینے میں کامیاب ہوگئی تو اس نے غلام بچے سے انتقام لینے کے لئے
...شاندار پلاننگ کی اور اس نے غلام بچے اور اس کی محبوبہ کو قتل بھی کر دیا اور یمن کا تاجر زادہ اس کا
...ح آلۂ کار بنا رہا کہ اُسے ذرا سی خبر بھی نہ ہو سکی، دعوت میں اُس نے غلام بچے اور اس کی محبوبہ کے ساتھ
...شراب پی تھی اور دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوگیا تھا یہ تو جب صبح ہوئی،

" آفتاب دو نیزے بلند ہوا تب میری آنکھ کھلی تو دیکھا میں نے نہ وہ تیاری ہے نہ وہ
مجلس نہ وہ پری، فقط حویلی خالی پڑی ہے مگر ایک کونے میں کمبل لپٹا ہوا دھرا ہے اس کو
اس کو جو کھول کر دیکھا، وہ جوان اور اس کی رنڈی دونوں کے سر کٹے ہوئے پڑے ہیں۔"[1]

شام کی شہزادی سے بھی زیادہ عقلمند خواجہ سگ پرست کے قصے میں سراندیپ کی شہزادی
...ہے۔ وہ بت پرست ہے مگر جب خواجہ سگ پرست سے عشق ہو جاتا ہے تو وہ مسلمان ہو جاتی ہے اور
...ہوشیاری سے سراندیپ سے فرار کا منصوبہ بناتی ہے مگر شاہ بندر نے اُس جہاز پر چھاپہ مارا جس کے
...ہو رہی تھی اور شہزادی کو اپنے لئے پسند کر کے محل میں بھیج دیا خواجہ اس کی تلاش میں مارا مارا

---

[1] باغ و بہار صفحہ ۲۲

پھرا پھر جب وہ کسی طرح شاہ بندر کے محل میں گھس کر شہزادی سے ملا تو شہزادی نے اپنی مخلصی کی تدبیر بتائی[1]
چوں کہ وہ بت پرست بادشاہ کی بیٹی ہے اور چپکے سے ایک مسلمان کے ساتھ فرار ہو رہی تھی اس لئے کھلم کھلا
کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی اُس نے اپنی رہائی کے لئے خواجہ سگ پرست کو بتایا، تم جاکر بڑے بت کے
پاس جہاں جوتا اُتارا جاتا ہے بڑے ہو جو ہٹا لے اس سے کہو میں فریادی ہوں اور کاستھوں کی ماں سے فریاد
کئے بغیر نہ جاؤں گا، مائی سے ملو تو کہنا۔

"جب وہ تیرا احوال پوچھے تو کہیو میں عجم کا رہنے والا ہوں بڑے بت کی زیارت کی خاطر
اور تمہاری عدالت کا سُن کر آیا ہوں۔ کئی دنوں آرام سے رہا۔ میری بیوی بھی میرے ساتھ آئی
تھی وہ جوان ہے اور شکل وصورت بھی اچھی ہے اور آنکھ ناک سے درست ہے معلوم نہیں
شاہ بندر نے اس کو کیوں کر دیکھا، بزور مجھ سے چھین کر اپنے گھر میں ڈال دیا۔ اور ہم مسلمانوں
کا یہ قاعدہ ہے کہ جو نامحرم عورت کو ان کی طرف دیکھے یا چھین کر لے تو واجب ہے کہ اس کو جس
طرح ہو مار ڈالیں اور اپنی جورو کو لے لیں اور نہیں تو کھانا پینا چھوڑ دیں کیوں کہ جب تک
وہ جیتا ہے وہ عورت خاوند پر حرام ہے اب یہاں ناچار ہو کر آیا ہوں دیکھئے تم کیا
انصاف کرتی ہو۔"

اس چھوٹی سی تقریر میں سراندیپ کی شہزادی نے نہایت چالاکی سے نہ صرف اپنی مخلصی بلکہ
شاہ بندر کی سزا کا بھی بندوبست کر دیا ہے اور خود سامنے بھی نہیں آئی چونکہ مسلمان عورتیں پردہ کرتی ہیں
اس لئے اس کو شناخت یا مقدمے کے دوران دربار میں نہیں بلایا جا سکتا، اگر وہ دربار میں جاتی تو بادشاہ
اپنی مفرور بیٹی کو پہچان لیتا۔ اس طرح شہزادی نے اپنی چالاکی سے نہ صرف اپنے دشمن کا خاتمہ کروا دیا
بلکہ محفوظ طریقے سے سراندیپ سے باہر بھی نکل گئی۔

ویسے داستانوں کی ہیروئنوں کا کردار بھی تہہ دار نہیں وہ زندگی کے صرف ایک رُخ کی نمائندگی
کرتی ہیں یہ ضرور ہے کہ اکثر داستان نگاروں نے انہیں عملی طور پر ناکارہ بنا دیا ہے وہ صرف خوبصورت کھلونا
ہیں جن سے ہیرو کھیلتا ہے مگر جب انہیں آزادی ملتی ہے اور وہ عمل کی طرف مائل ہوتی ہیں تو احساس ہوتا ہے

---

[1] باغ و بہار صفحہ ۸۹

کہ یہ حسین گڑیا صرف دل بہلانے کے لیے نہیں بلکہ یہ اپنے اشاروں پر ہیرو کو نچا سکتی ہیں۔

ویلین

داستانوں میں سب سے زیادہ فعال کردار ویلین کا ہے۔ اسی کی وجہ داستانوں میں تصادم ہوتا ہے اور تصادم سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے ویلین چونکہ بدی کا نمائندہ ہے اسی لئے اس کا عمل رات کی طرح تاریک اور ڈراؤنا ہوتا ہے۔ ویلین صورتاً بھی کریہہ ہوتا ہے کہ یہ یا تو سوکھا ہوا بانس، ہڈیوں کا ڈھانچہ جس میں خبیث روح سمائی رہتی ہے یا تاریک شکل گش کی طرح دیو پیکر، سیاہ فام ہونٹوں سے رال ٹپکتی ہوئی، سرخ انگارہ آنکھیں، ویلین کرداروں کے اعمال اُن کی صورت سے زیادہ ڈراؤنے ہوتے ہیں تاریک شکل گش زندہ انسانوں کو کھاتی اور انہیں نہاری کہتی ہے اور کھانے کا انداز بھی مکروہ ایک نوجوان کو پکڑ کر گھسیٹا اور کھانے لگی ہڈیاں تک چبا جاتی اس نوجوان کی چیخیں اور کراہیں اُسے ذرا بھی متاثر نہ کرتیں۔

مگر یہ کلیہ نہیں کہ ویلین صورتاً بھی بدشکل ہو افراسیاب جیرت، لعل سخندان، یاقوت اور گل بے حد حسین ہیں اصل چیز اعمال ہیں ویلین فطری طور پر بدی کا نمائندہ ہوتا ہے اُس کا قلب سیاہ ہوتا ہے اس لئے اُسے زندگی کی روشن راہیں پسند نہیں اور وہ دوسروں کو بھی کانٹوں میں گھسیٹنا چاہتا ہے۔

داستانوں کے ویلین کردار انسان کی شکل میں بھی ہمارے سامنے آتے ہیں اور مافوق الفطرت ہستی کی شکل میں بھی۔ یہ افراسیاب اور تاریک شکل گش بھی ہو سکتے ہیں اور عفریت طلسمی بھی مگر یہ کردار ظلم و بدی کا استعارہ ہوتے ہیں داستانوں میں ان کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے اعمال رات کی طرح کالے ہوں، ان کے دماغ میں شیطان کا بسیرا ہوتا ہے ان کے قبضے میں بدروحیں ہوتی ہیں وہ سحر جانتے ہیں، پھر ان میں بلا کی طاقت بھی ہوتی ہے وہ ماہر جنگجو ہوتے ہیں، ان کے شر سے عوام الناس پریشان رہتے ہیں مگر ان کی ہیبت دلوں پر ایسی طاری رہتی ہے کہ چاہے وہ روز بستی کے کسی نوجوان کو کھا ہی کیوں نہ جاتا ہو۔ لوگ خوف کی وجہ سے اس کے حکم کی تعمیل میں فرماں بردار ہوتے ہیں۔

داستانوں میں ہیرو نیکی کا مجسمہ ہوتا ہے اور ویلین بدی کا مگر اپنی قوت اور صلاحیت میں وہ ہیرو سے کسی طرح کم نہیں ہوتا، یہ مثال دوسری صنف ادب میں عموماً نظر نہیں آتی، مثال کے طور پر مرثیہ کو دیکھیں، اس میں بھی خیر و شر کی جنگ ہے، یزیدی فوج میں ایک سے ایک ظالم موجود ہے وہ معصوم علی اصغر کے حلق میں تیر مار سکتا ہے، ان کے قلب سیاہ ہیں اور ان سے کسی بہتری کی توقع فضول ہے۔

مگر وہ صرف ظالم ہیں بہادر نہیں، ان میں بہادروں سے مقابلہ کی ہمت نہیں، میدان جنگ میں وہ خوف سے کانپتے ہیں اس کے برعکس حسینی فوج میں ایک بھی بزدل نہیں عون اور محمد تک بے جگری سے جنگ کرتے ہیں۔

داستانوں میں بھی قصہ گو جانب داری سے کام لیتا ہے اور ہیرو اور اُس کے رفیقوں کے روشن پہلو اُجاگر کرتا ہے مگر دشمن کو بھی کمزور نہیں بتاتا۔ دشمن کی فوج میں ایک سے ایک جیالے سورما ہوتے ہیں۔ کلیم الدین احمد[1] داستانوں کے ویلین کرداروں کا موازنہ مرثیہ کے کرداروں سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مرثیہ گو کی حیثیت جانب دار کی ہے وہ ایک جماعت کے محاسن چمکاتا ہے' اس جماعت میں کسی نقص کا گزر ممکن نہیں' اور وہ دوسری جماعت کو شب دیجور یا قبر یا جہنم سے بھی زیادہ سیاہ بناتا ہے۔ طلسم ہوشربا میں بھی جانب داری ہے۔ یہاں بھی امیر حمزہ اور ان کی جماعت کے محاسن کو چمکایا جاتا ہے اور لقا اور افراسیاب اور ان کی جماعتوں کو سیاہ رنگ میں رنگا جاتا ہے لیکن افراسیاب کی شوکت و حشمت اور اُس کے سرداروں کی جرارت کا بھی ہم اعتراف کرتے ہیں مخالف امام حسین میں ایک بھی جری بہادر نہیں لیکن افراسیاب خود ایک زبردست شہنشاہ ہے اور اُس کے سرداروں میں ہر شخص اپنی مثال آپ ہے' یعنی طلسم ہوشربا میں اسد کے مخالفین کو گرایا نہیں گیا ہے۔ افراسیاب مخالف حسین کی طرح بزدل اور کمزور نہیں وہ ایک اشارے میں دنیا کا تختہ اُلٹ دے سکتا ہے۔"

عیار

ہیرو ہیروئن اور ویلین کے علاوہ داستانوں میں عیاروں کا کردار بھی ہوتا ہے' رامائن میں ہنومان بوستان خیال میں ابوالحسن جوہر کنگ آرتھر میں مرلن اور داستان امیر حمزہ میں خواجہ عمرو اُن کے مددگار ہیں' یہ عیار بظاہر کچھ نہیں ہوتے مگر سب کچھ ہوتے ہیں' عیار نہ صرف ہیرو کے مددگار ہوتے ہیں بلکہ حکومت کے محافظ بھی' جاسوسی کا یہ محکمہ بہت فعال ہے' ہیرو صرف جسم ہوتا ہے عیار دماغ ہوتے ہیں' ہیرو کی کامیابیاں انہیں کی مرہون منت ہوتی ہیں۔

داستان امیر حمزہ میں بہت سے عیار ہیں' برق' قراں' چالاک' جانسوز وغیرہ' خواجہ عمرو ان

---

[1] فن داستان گوئی صفحہ ۶۸

کے سردار ہیں۔ دوسرے عیار عمرو کے شاگرد اور بیٹے ہیں اور سب الگ الگ خصوصیات کے حامل ہیں، مہتر قران بغدہ مارتا ہے۔ برق فرنگی کرچ چمکاتا ہے، چالاک چالاکیاں کرتا ہے عمرو کے پاس بزرگان دین کے بہت سے تحفے ہیں، جن میں مشہور زمانہ زنبیل، گلیم، جال الیاسی، کلیجہ، خیمہ زرمی وغیرہ ہیں اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ جب تک عمرو خود سے تین بار موت نہ مانگیں گے وہ مر نہیں سکتے۔ خواجہ عمرو امیر حمزہ کے رفیق ہیں اور اُن کے بیٹے پوتوں کے سرپرست، سچ تو یہ ہے کہ اگر خواجہ عمرو نہ ہوتے تو لشکر اسلام اپنی جانبازی اور سرفروشی کے جذبے کے باوجود کامیاب نہ ہوتا۔ خواجہ عمرو نے بڑے ساحروں کو مارا، طلسم ہوشربا کے ساحروں کو طلسم کشا کا خوف نہیں، خوف ہے تو خواجہ عمرو کا، افراسیاب جیسا بڑا ساحر سینکڑوں بار عمرو کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوا اور وہ عمرو سے اتنا خوفزدہ ہے کہ عمرو کا نام لینا نہیں چاہتا اُسے یقین ہے کہ تین بار عمرو کا نام لینے سے عمرو وہاں پہنچ جاتا ہے۔

خواجہ عمرو اور اُن کے عیار بھیس بدلنے چالاکیاں کرنے ناممکن کو ممکن بنانے میں ماہر ہیں، وہ خواجہ عمرو ہی تھے جنھوں نے دریائے نیل میں گھس کر شمشیر جادوگر کو مارا، ملکہ صنعت سحر ساز جیسی بڑی ساحرہ اور حجرۂ ہفت کی بلا مشعل جادو کو عمرو ہی نے مارا، اسد صرف چھ عیاروں کے ساتھ طلسم ہوشربا میں داخل ہوا تھا وہ افراسیاب کی عظیم الشان سلطنت میں کیا کر لیتا۔ وہ خواجہ عمرو اور ان کے عیار ہی تھے جنھوں نے افراسیاب کے سرداروں کو پھوڑ کر نہ صرف فوج تیار کر لی بلکہ مملکت نور افشاں کے بادشاہ کوکب نور افشاں برہمن وغیرہ کو اپنی مدد کے لئے آمادہ کیا۔ خواجہ عمرو کی شخصیت داستان امیر حمزہ کی سب سے بڑی شخصیت ہے۔

چوں کہ پیدائش کے وقت ہی ان کے ساتھ کچھ غیر فطری اسباب لگ گئے تھے لہذا اُن کی فطرت میں ضبط و توازن نہیں۔ وہ جو کچھ نظر آتے ہیں اندر سے اس کے بالکل برعکس ہیں۔

علی عباس حسینی[1] خواجہ عمرو کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

"عمرو عیار کا کردار عجیب مختلف متضاد صفات کا مجموعہ ہے وہ نو عمر بھی ہے اور کن بھی دبلا بھی ہے مگر مقابلے پر تیار، بدمعاش ہے مگر بد طینت نہیں، اس کی زندگی کا کوئی اصول نہیں تاہم وہ ہر کام میں مستعد ہے۔ ظاہر میں وہ بزدل نظر آتا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے

---

[1] ناول کی تاریخ و تنقید صفحہ ۱۷۲

جھوٹ۔ لوٹنے میں اُسے کوئی عار نہیں، لیکن اس کے ذریعہ وہ کبھی ذاتی منفعت کا خواہاں نہیں۔ وہ ایک سپاہی ہے جس کو عزت کا خیال نہیں۔ عمرو عیار کی فطرت میں چالاکی اور ظرافت دونوں پائی جاتی ہے۔ عمرو عیار کی زندگی کا اگر سنجیدہ مقصد ہے تو وہ ہے کہ امیر حمزہ کو خوش کیا جائے۔"

کلیم الدین احمد عیاروں کی کارکردگی کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

"...... طلسم ہوشربا میں بھی یہ محکمہ کارفرما ہے اور اپنی اہمیت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسے خفیہ محکمہ نہیں کہتے، اس کا نام عیاری ہے۔ اس محکمہ کے ارکان کو عیار کہتے ہیں اس محکمہ عیاری کے بانی اور سردار خواجہ عمرو ہیں اور اس کے اہم ارکان، چالاک برق قرآن جانسوز ضرغام ہیں۔ یہ عیار اسی طرح کے فرائض انجام دیتے ہیں جو ہٹلر کے ایجنٹ دیتے ہیں اگر عیار نہ ہوتے تو پھر امیر حمزہ یا اسد ہرگز کامیاب نہ ہوتے، اگر عمرو عیار نہ ہوتے تو پھر امیر حمزہ کی شاندار ملک گیری معلوم۔ وہ کبھی اتنی عظیم الشان سلطنت قائم نہ کر سکتے۔"[1]

داستان کے اجزائے ترکیبی میں ولین کی ناگزیریت

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داستانوں میں ولین کردار کیوں ضروری ہیں اور ان کی کیا حیثیت ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ زندگی روزِ ازل سے اب تک تصادم کے سبب مائل بہ ارتقاء ہے تصادم انسان کی تقدیر میں ہے چنانچہ یہی تصادم داستانوں میں بھی ہے جو نیکی اور بدی کے نمائندوں کے ذریعہ روبہ عمل آتا ہے۔ اس لئے داستانوں کے اجزائے ترکیبی میں سب سے اہم چیز تصادم ہے یہ تصادم ہمیں قدم قدم پر ملتا ہے۔ ہیرو کبھی دیو سے برسرِ پیکار ہوتا ہے کبھی خونخوار اژدہے سے، کبھی جادوگر کا طلسم توڑتا ہے اور کبھی خونریز جنگیں لڑتا ہے۔ یہ تصادم معمولی نہیں ہوتا بلکہ زندگی اور موت کی جنگ ہوتی ہے۔ ہیرو کے مقابل آنے والا دشمن ہیرو سے کسی طرح کمزور نہیں ہوتا۔ وہ اپنے فن کا ماہر ہوتا ہے۔ عیاری، مکاری، سحر، شمشیرزنی اور گرز چلانے میں یکتائے زمانہ ہوتا ہے۔

---

[1] فن داستان گوئی صفحہ ۶۸

ہیرو کا مقابل جتنا خطرناک ہوگا تصادم اتنا ہی شدید ہوگا۔ تصادم سے داستانوں میں دلچسپی بڑھتی ہے قاری ویلین کرداروں کے شر سے خوفزدہ ہوتا ہے اور اس کی پُر امید نظریں ہیرو پر مرکوز رہتی ہیں وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ معرکۂ خونریز کا نظارہ کرتا ہے، اکثر بدی کی طاقتیں ہیرو پر بھاری پڑتی ہیں۔ اگر ہیرو کی مدد غیبی طاقتیں نہ کریں یا عیاروں کی کمک نہ آجائے تو ہیرو کی شکست کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اس طرح قصہ گو ان ویلین کرداروں کے توسط سے تصادم پیدا کرتا ہے۔ تصادم سے دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے دوسری طرف قاری کے اس جذبے کی تسکین کرتا ہے کہ سچائی کی ہمیشہ فتح ہوتی ہے اور سچائی کو تائیدِ ایزدی حاصل ہے چونکہ ہیرو ایک مثالی کردار اور نیکی کا نمائندہ ہوتا ہے اور دشمن بدی کی قوتوں کا لہٰذا ان دونوں کا تصادم خیر و شر کا تصادم بن جاتا ہے۔ قصہ پڑھنے یا سننے والا اپنی عملی زندگی میں شر کی طاقتوں کو بڑھتے ہوئے دیکھتا ہے اور کوئی اس کا مقابلہ کرتا نظر نہیں آتا اس لئے جب وہ داستانوں میں شر کے مقابلے میں خیر کو متصادم دیکھتا ہے اور اس پر حاوی ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کے جذبۂ احساسِ برتری کی تسکین ہوتی ہے۔

داستانوں میں ویلین کرداروں کی حیثیت

ہیرو کے برابر داستانوں کے ویلین کردار ہیرو کے برابر ہوتے ہیں اگر ایک طرف امیر حمزہؑ شہزادہ معیز الدین اسد ایرج قاسم نورالدہر وغیرہ ہوتے ہیں تو دوسری طرف افراسیاب، لقا برت، افات، ماہیان، تاریک، یاقوت، جمشید خود پرست، ضار ملکوس، بختیارک، خنار جادو وغیرہ، ہیرو اور ہیرو کے ساتھی اگر جری بہادر اور غیر معمولی صفات کے حامل ہیں تو دوسری طرف بھی انہیں صفات کے لوگ ہیں اگر ہیرو کے پاس اسمِ اعظم حرزِ ہیکل اور بارگاہ سلیمانی ہے تو افراسیاب اور اس کے ساتھی اپنے علم سحر و ساحری میں یکتا اور ان کا علم محدود نہیں، انہوں نے اپنی ایک خصوصیت پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ نئے نئے سحر جگاتے ہیں اگر امیر حمزہ کے نعروں کی آواز جو نسخۂ کوس جاتی ہے تو دوسری طرف رعد چیختا ہے اور اس کی چیخ سے مخالفین کے سر پھٹ جاتے ہیں مشعل آنکھ ملا کر روح قبض کر لیتا ہے احتفاق نقارہ بجاتا ہے جو سنتا ہے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اگر سعدان بن لندھور تیر چلانے میں ماہر ہیں تو دوسری طرف تاریک شکل کش ہے اس کی وحشت کا یہ عالم ہے کہ جس کو

پکڑتی ہے جھڑا مار کر چیر ڈالتی ہے نہ اسم سحر پڑھتی ہے نہ سنگریزے پھینکتی ہے جس جوان کو دیکھتی ہے چیر پھاڑ کر کھا جاتی ہے گلے کے پاس منہ لگا کر خون پی جاتی ہے، جب ڈکار لیتی ہے تو منہ سے دھواں نکلتا ہے۔

یہ ویلین کردار ہیرو کے برابر ہی نہیں قد میں ان سے نکلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ یہ ساحر اپنے سحر سے قیامت برپا کر دیتے ہیں اور ہیرو کی فوج کے لاکھوں سپاہی لقمۂ اجل بن جاتے ہیں، کبھی یہ آسمان سے آگ برساتے ہیں کبھی پتھروں کی بارش کرتے ہیں کبھی ایسا سیلاب لاتے ہیں کہ سب کچھ تہس نہس ہو جاتا ہے، کبھی سحر سے لوگوں کو دیوانہ بناتے ہیں، ان کے پاس اڑنے والا تخت ہے اس لئے وہ پلک جھپکتے کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں، وہ اپنے گرد سحر سے حصار کھینچ کر محفوظ ہو جاتے ہیں۔

ہیرو کے پاس ان آفات کا توڑ نہیں ہوتا، اسم اعظم سحر سے بچاتا ہے لوح خبر دیتی ہے مگر یہ ساحر اسم اعظم بند کر دیتے ہیں اور لوح سادہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح داستانوں کے ویلین کردار ہیرو کے برابر ہی نہیں قد میں اُن سے نکلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

قصّہ کے ارتقاء کا سبب

تقریباً داستانوں کی کہانیاں رومانی ہوتی ہیں، شروع قصہ میں ہیرو کسی حسینہ کی تصویر دیکھ کر یا اس کے حسن کا چرچا سُن کر یا اسے دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتا ہے، کبھی ہیروئن اپنے حصول کے لئے سوال رکھتی ہے جیسے گلُ نے صنوبر کے ساتھ کیا تھا۔ اور ہیرو ان سوالات کے جوابات لانے نکل پڑتے ہیں عموماً ان سوالوں کے جوابات ویلین کے قبضے میں ہوتے ہیں اور وہ ان کی کڑی نگرانی کرتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے، اس لئے ان سے ٹکرائے بغیر، انہیں شکست دیئے بغیر مقصد کا حصول ممکن نہیں اور ویلین بلا کے ذہین اور بہادر ہوتے ہیں اس لئے انہیں آسانی سے شکست نہیں دیا جا سکتا، وہ ہیرو کو کبھی قید میں ڈالتے ہیں کبھی سحر سے مکھی بنا دیتے ہیں کبھی کسی ہیرو پر جن عاشق ہو کر اُسے اغوا کر لے جاتا ہے کبھی کوئی پری ہیرو پر عاشق ہوتی ہے اور محبت کا جواب محبت سے نہ ملنے پر برہم ہو کر ہیرو کو قید کر ڈالتی ہے۔ ہیرو ان مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے اور کسی طرح مشکلات پر قابو پا کر اور دور دراز کا سفر کر کے اس جن سے جنگ کرتا ہے جس کے قبضہ میں اس کی محبوبہ ہوتی ہے غرض ہزار مشکلات کے بعد وہ ویلین کرداروں پر فتح پا کر اپنا مقصد

حاصل کرتا ہے۔ یہ مشکلات کہانی کو آگے بڑھاتی ہیں ورنہ پھر بات صرف اتنی ہوتی کہ ایک ہیرو نے ایک خوبصورت شہزادی دیکھی پہلی ہی نظر میں دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہوئے چونکہ دونوں شاہی خاندان کے فرد ہیں اس لئے دونوں کی شادی ہوگئی اور وہ عیش و عشرت سے رہنے لگے۔ اس طرح داستان داستان نہ بن کر معمولی کہانی ہوتی کہ سماج میں ایسی سیکڑوں ہزاروں شادیاں ہوتی ہیں ان کا ذکر ہی کیا۔ دوسرے ... آسانی سے حاصل ہونے والی چیز کی زیادہ اہمیت نہیں ہوتی۔ دشواریوں سے ٹکرانے میں جہاں عشق کا امتحان ہوتا ہے وہیں وصل کا مزا بھی آتا ہے اور داستانیں نہ صرف دلچسپ ہو جاتی ہیں بلکہ طول طویل بھی اس کے علاوہ یہ مشکلات ولیین کرداروں کی وجہ سے ہوتی ہیں اور وہ شکست پر شکست کھاتے ہیں لہذا خیر و شر کی اس جنگ سے اصلاحی مقصد بھی پورا ہوجاتا ہے کہ فتح ہمیشہ نیکی کی ہوتی ہے اور قصہ کا ارتقا بھی ہوتا ہے

ہیرو اور خیر کو زندہ رکھنے کا سبب

خیر و شر کا مسئلہ اتنا ہی قدیم ہے جتنی یہ دنیا، شاید اس سے بھی پہلے کیوں کہ اسلام اور عیسائی عقیدے کی رو سے شیطان نے جنت میں آدم کو بہکایا تھا۔ ہندو مذہب کے عقیدے کے مطابق وید جسے سب سے قدیم کتاب مانا جاتا ہے اور جو تخلیق کائنات کے ساتھ ہی چار رشیوں پر نازل ہوئی تھی اس میں بھی ایسی دعائیں موجود ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ خدا ہمیں شر سے محفوظ رکھ اور راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا کر۔

گائتری منتر میں تو صاف صاف شر سے دور رہنے کی دعا کی گئی ہے۔

جگن ناتھ آزاد[1] اپنے مضمون مسئلہ خیر و شر میں لکھتے ہیں۔

"تاریخ عالم کے اوراق الٹنے سے قبل جب ہندو دیومالا پر ہماری نظر پڑتی ہے تو دیوتاؤں کو راکھشسوں کے خلاف سرگرم عمل پاتے ہیں۔ نیکی اور بدی کی ان طاقتوں میں خون ریز جنگ ان دیومالائی داستانوں کا اہم جزو ہے۔"

رامائن میں رام اور راون کی جنگ خیر و شر ہی کی جنگ ہے اگر راون بدی کا نمائندہ نہ ہوتا تو رام کے نیکی کے کارناموں کی آج وہ اہمیت و قدر نہ ہوتی۔

دہلی کے انگریزی روزنامہ مدر لینڈ[2] اپنے اداریہ "راون کی حمایت میں" کے عنوان سے لکھتا ہے۔

---

[1] اقبال بلشن اور مسئلہ خیر و شر صفحہ ۱۵ [2] اداریہ راون کی حمایت میں

"اس سلسلے میں پہلی بات ہمیں یہ کہنا ہے کہ کیا راون کے بغیر رام کے وجود کا تصور ممکن ہے!
راون کے ذکر کی عدم موجودگی میں رامائن اپنے جوش و خروش اور ہیجان کیفیت سے قطعی عاری
ہوتی۔ مثال کے طور پر سیتا ہرن ہی کو لیجئے، جس ڈرامائی انداز میں راون سیتا جی کو اٹھالے
جاتا ہے وہ ہمارے تصورات کو دوسری جنگ عظیم کے بعض حیرت ناک واقعات کے قریب
لے آتا ہے اگر یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات اس رزمیہ میں نہ ہوتے تو اسے کون
پڑھتا؟ یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ اس صورت میں تلسی داس جی بھی اس کے
مطالعے کی زحمت نہ کرتے۔"

بھگوان کرشن کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کے ماما کنس اُن کی زندگی
کے خواہاں نہ ہوتے تو نہ وہ دربدر ہوتے نہ جنگ کی نوبت آتی اور نہ کنس بھانجے کے ہاتھوں مارے جاتے
نہ ہی بھگوان کرشن کی اتنی اہمیت ہوتی۔

اسی طرح اگر فرعون موسیٰ پر حیات تنگ نہ کر دیتا تو موسیٰ امتحان کی کٹھن منزلوں سے نہ گزرتے
اسی طرح تاریخ عالم کے اوراق کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آج جو لوگ ہیرو بنے ہیں وہ امتحان کی
منزلوں سے گزرے بغیر شر کی کسی طاقت سے متصادم ہوئے بغیر ہیرو نہیں بنے ہیں۔ اس سے یہ بات
واضح ہو جاتی ہے کہ خیر کی اہمیت واضح کرنے کے لئے شر کی ضرورت ہے یہی ضرورت محسوس
کر کے خدا نے ابلیس کو دنیا میں بھیجا۔ دراصل دن کے اُجالے کا تصورات کے اندھیروں کا
مرہون منت ہے۔ اگر رات کالی اور ڈراؤنی نہ ہوتی تو دن کے اُجالے کا تصور دھندلا جاتا۔ ہر چیز اپنی
ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ بدی کی قوتوں سے بیزار ہو کر انسان نے خدا پرستی کے دامن میں
پناہ لی ہے اور یہیں اُسے سکون کی دولت ملی ہے۔ نیکی کی حالت پہاڑ سے نکلے ہوئے سنگ مرمر کے
اس ٹکڑے کی سی ہے جو کان سے نکلا ہے جس کی خوبیاں اس کے اندر چھپی رہتی ہیں۔ جب تک بدی
کی طاقتیں اس کی خراش تراش نہ کریں نیکی کے جوہر اس میں چھپے رہتے ہیں۔

خدا اور شیطان کی کہانی بھی God اور Satan خدا اور دشمن خدا کی کہانی ہے
خیر و شر کی انہیں متصادم قوتوں کی چکی میں آدم پس رہا ہے۔ دن کے وقت کھمبی بنی ہوئی دوشیزہ

سے بھی بے بس اور قفس میں بند پنچھی سے بھی مجبور ہے۔ خدا یوں تو اپنے مخالف شیطان کا خالق ہے مگر اس کے تاب مقاومت نہیں رکھتا۔ کیوں کہ شیطان دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اور خدا دلوں کے احوال کو جانتا ہے اور پھر بھی اپنی رسی ڈھیلی رکھتا ہے وہ آخر میں اپنی بے پناہ قوت کا مظاہرہ کرے گا یعنی اپنے ہی متعین کردہ اوقات و میعاد کا زندانی ہے اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو یہ ضرور ہے کہ وہ تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے شر کی کشاکش کو بھیانک روپ اختیار کرنے کا موقع تو دیتا ہی ہے۔

خدا نے نبیوں کے ساتھ ابلیس کو اسی لئے دنیا میں بھیجا کہ نیکی اور بدی کی کشمکش انسانی زندگی کی کشش میں اضافہ کرتی رہے۔ عام آدمی بھی اس کشمکش سے آزاد نہیں، گناہ کی ترغیب لذت بخش اور رنگین ہوتی ہے دوسری طرف خدا کا خوف اُسے گناہ سے بعض رکھتا ہے اگر زندگی میں یہ کشمکش نہ ہوتی تو آدمی یکسانیت سے گھبرا کر موت کی دعائیں مانگنے لگتا۔

داستانوں میں بھی یہی ہوا ہے۔ داستانوں میں ہیرو کی شہرت کا سبب ویلین سے تصادم کا ہوتا ہے اگر بختک اور بختیارک نہ ہوتے تو امیر حمزہ کا کردار، افراسیاب ولقا نہ ہوتے تو اسد اور ایرج کے کردار اتنے دلکش اور روشن نہ ہوتے، اگر شہزادہ معیز الدین کی راہ میں جمشید خود پرست حائل نہ ہوتا تو نیکی کے یہ کردار اتنی شہرت نہ پاتے۔ شری طاقتیں ایک طرف نیکی کی طرف مائل کرتی ہیں تو دوسری طرف ہیرو کو حیات دوام بخشتی ہیں۔

ویلین کی شناخت کا مسئلہ

ویلین کی تعریف کرنے سے پہلے ویلین کی شناخت کے مسئلہ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ کچھ کہانیوں میں تناؤ تصادم کشمکش اور ٹریجڈی سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ویلین کی شناخت دشوار ہو جاتی ہے اور پوری کہانی میں نظریں ایک ایک کردار پر ٹھہرتی رہتی ہیں کیا یہ ویلین کردار ہے؟ اور کہانی ختم ہو جانے پر بھی اس کا فیصلہ نہیں ہو پاتا کہ ویلین کون ہے مثال کے طور پر آغا حشر کے ڈرامہ رستم سہراب کو دیکھیں تو پہلی نظر سمنگان کے شہنشاہ افراسیاب پر پڑتی ہے وہ اپنے وزیروں کو حکم دیتا ہے کہ "سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے اور یہ بڑا ہو کر سانپ ہی کی طرح ڈستا ہے، رستم کی خونی طاقت کا وارث سہراب زندہ رہا تو وہ بھی ایک دن توران کے تاج داروں کے لئے دشمن ہوگا

ضرورت ہے کہ پہلے جوان بیٹے کے ہاتھوں بوڑھے باپ کو قتل کرا دو اس کے بعد دعوت میں بلا کر زہر یا خنجر سے سہراب کا خاتمہ کر دو۔"

اور افراسیاب صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتا اپنے اس وزیر کو سزائے موت کا حکم دیتا ہے جو اُسے اس مکروہ فعل سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے، مگر پھر ہمیں سمنگان کے دربار میں رستم کی یاد آجاتی ہے جس میں وہ افراسیاب کا مضحکہ اُڑاتا ہے۔

لے "افراسیاب، کون افراسیاب؟، وہی جو صد بار مرتبہ نامردی سے میدان جنگ کو ذلیل کر چکا ہے۔ جو کتنی ہی بار رستم کی تلوار سے زندگی کی بھیک مانگ چکا ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ تاج و تخت کے لئے رستم اور افراسیاب کی دشمنی پُرانی ہے اور پھر یہ بھی یاد آجاتا ہے کہ رستم کے ہاتھ سے افراسیاب کا جوان بیٹا میدان جنگ میں مارا جا چکا ہے ہر چند کہ افراسیاب کے دونوں وزیر اُس کا مشن کامیابی سے پورا کرتے ہیں مگر افراسیاب ویلین نہیں کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے ایک شہنشاہ اور باپ کی حیثیت سے جو بہت حد تک فطری ہے۔

پھر ہجیر پر نظر ٹھہرتی ہے۔ قلعہ سفید کا دلیر محافظ جو سہراب سے شکست کھا کر اس کی قید میں ہے چوں کہ شاہ کیکاؤس اور رستم سے تلخ کلامی ہوگئی تھی اور رستم بگڑ کر وہاں سے چلا گیا تھا اس لئے یہ افواہ پھیل گئی کہ رستم میدان جنگ میں نہیں ہے۔ سہراب اپنے باپ کی تلاش میں ہے مگر صورتاً رستم کو نہیں پہچانتا، ہجیر پہچانتا ہے۔ اس لئے سہراب ہجیر کو ساتھ لے کر رستم کے لشکر میں اُسے ڈھونڈتا ہے۔ رستم کے خیمہ کے پاس وہ ٹھٹھک جاتا ہے۔ اس کا دل گواہی دیتا ہے کہ یہی رستم ہے مگر ہجیر انکار کرتا ہے کہ یہ رستم نہیں ہے۔ رستم میدان جنگ میں آیا ہی نہیں ہے۔ اگر ہجیر اس وقت رستم کی نشان دہی کر دیتا تو شاید تاریخ کا یہ المیہ نہ ہوتا اور تاریخ ہی کچھ اور ہوتی۔ اس اعتبار سے ہجیر معمولی کردار ہوتے ہوئے بھی بے حد اہمیت کا حامل ہو گیا ہے اس ترجمگی کے سبب اُسے ویلین کہا جا سکتا ہے مگر پھر ہجیر کی وہ سوچ آڑے آجاتی ہے۔

لے "اگر سہراب نے رستم کی جان کو نقصان پہنچایا تو میرے ایران کی کون حفاظت کرے گا؟ نہیں، سچائی کو اندھیرے سے روشنی میں نہ آنے دوں گا۔"

لے رستم سہراب صفحہ ۵۱ ۲ے رستم سہراب صفحہ ۵۲

اس انداز فکر پر ہیجبر کو ویلین نہیں محب وطن کہنا پڑتا ہے۔ اس نے جو کچھ کیا وہ کسی بدی کے سبب نہیں بلکہ وطن کی محبت اور آزادی کے لئے کیا اس لئے ہیجبر قابل احترام ہو جاتا ہے۔

اور پھر باپ بیٹے تلوار لے کر ایک دوسرے کے مقابل آ جاتے ہیں اور رستم کا طرزِ عمل اُسے ویلین کی صف میں لے آتا ہے جب رستم سہراب کو روکتا ہے اور سہراب رستم کے چہرے پر نظر ڈالتا ہے تو اُسے پہچاننے کی کوشش کرتا ہے۔ سب کچھ ویسا ہی ہے جیسا اُس کی ماں نے بتایا تھا۔ جب رستم سہراب سے پوچھتا ہے "تو میرے چہرے کی طرف غور سے کیا دیکھ رہا ہے تو سہراب جواب دیتا ہے جنگ دشمن سے ہوتی ہے عزیزوں اور بزرگوں سے نہیں اس لئے حملے سے پہلے محترم انسان میں تیرے نام اور رُتبے سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔

رستم اس کا مذاق اُڑاتا ہے تو وہ کہتا ہے، بہادر بوڑھے میرا دل نہیں چاہتا کہ تجھ پر حملہ کروں، میں منت کرتا ہوں کہ مجھے غفلت میں مت رکھ، اگر واقعی تو رستم ہے تو میں تلوار کو ہاتھ جوڑ کر دو زانو بیٹھ کر تیرے قدموں کو بوسہ دوں گا اور عزت و احترام کے ساتھ سر جھکا کر تیری بندگی کو سلام کروں گا۔

رُستم اپنی شہرت اور بہادری کے غرور میں اندھا ہو گیا تھا، ایسا بہادر جس نے ایرانی فوج کے چھکے چھڑا دیئے تھے اس سے منت کر رہا تھا کہ اگر تم رستم ہو تو میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں گا۔ اس کا جواب رستم تکبر سے دیتا ہے۔" دنیا پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ سہراب نے رستم جیسے یکتائے زمانہ دلیر سے جنگ کی تھی مجھے دھوکہ دے کر مجھ سے رستم ہونے کا اقرار کرانا چاہتا ہے۔

اور جب رستم کی ہٹ سے مجبور ہو کر سہراب جنگ میں رستم کو شکست دے کر قتل کرنا چاہتا ہے تو رستم اس سے کہتا ہے ایرانی بہادر دو مرتبہ شکست دینے کے بعد قتل کرتے ہیں اگر تمہیں اپنی طاقت پر بھروسہ ہے تو کل جنگ کرنا اور سہراب اُسے چھوڑ دیتا ہے۔

دوسرے دن جب دونوں پھر آمنے سامنے ہوئے تو سہراب نے پھر کہا "شیر دل بوڑھے[1] میرا دل تیری موت دیکھنے کے لئے راضی نہیں ہوتا ایک غیبی آواز بار بار مجھے اس جنگ سے روک رہی ہے، مگر رستم پھر اس کا مذاق اُڑاتا ہے' اور جنگ شروع ہو جاتی ہے تو لڑتے لڑتے

---

[1] رستم سہراب صفحہ ۱۰۲

سہراب ہاتھ روک لیتا ہے' آج میں تجھ میں نیا جوش اور نئی طاقت دیکھ رہا ہوں' جوان ہمت بوڑھے مجھے پھر شک ہوتا ہے کہ تو رستم ہے' بس تیری عزت کا واسطہ اور تیری بہادری کی دہائی دے کر ایک بار پھر تیرا نام پوچھتا ہوں' زور سے نہیں منت سے' غرور سے نہیں عاجزی سے...

تب رستم کہتا ہے تو میرا نام جاننا چاہتا ہے تو سن......

سہراب خوشی کی گھبراہٹ سے...... رستم......

نہیں سہراب کی موت"

پھر جنگ شروع ہو جاتی ہے رستم غالب آتا ہے اور ایرانی بہادروں کی طرح دوسرا موقع نہیں دیتا بلکہ سہراب کے سینے میں خنجر گھونپ دیتا ہے۔ اس طرح اس المیہ کا ذمہ دار خود رستم کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہیرو میں بہادری کے ساتھ انکساری بھی ہوتی ہے مگر رستم میں غرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اُسے اپنی شہرت پر ناز ہے اسے بچانے کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے وہ ناعاقبت اندیش ہے سہراب اُس سے التجا کرتا رہا کہ تم اپنا نام بتا دو' یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تم رستم ہو تو میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں گا۔ رستم کو سوچنا چاہئے تھا۔ آخر یہ کیوں رستم کا دیوانہ ہو رہا ہے۔ جنگ کے لئے جیسا کہ رستم کا خیال تھا کہ اُسے فخر ہوگا کہ میں نے رستم سے جنگ کی۔ جب رستم کو اپنی قوت پر اتنا یقین تھا کہ وہ سہراب کو قتل کر دے گا تو پھر نام بتانے میں کیا حرج تھا مقتول رو میں فخر نہیں کیا کرتیں' سہراب اُس سے کہتا ہے کہ ایک غیبی آواز مجھے روک رہی ہے۔ رستم اپنے غرور کے خول میں ایسا بند ہے کہ یہ تک نہیں پوچھتا تم رستم کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو کیوں اتنے بے چین ہو؟ کوئی بھی بہادر اپنے عقیدت مند سے جنگ نہیں کرتا' سہراب کی عاجزی اُسے دشمن نہیں پرستار ثابت کر رہی تھیں مگر رستم کی زندگی کا صرف ایک مقصد تھا سہراب کی موت تاکہ رستم کی شہرت کو داغ نہ لگے۔

مگر رستم بھی ولین نہیں ہے ارسطو کا خیال ہے کہ ہیرو کی کوئی غلطی اس کی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ رستم کی غلطی اس کی تباہی کا باعث بن گئی اور جب اسے معلوم ہوا کہ سہراب اُس کا بیٹا ہے تو پچھتاوے کے احساس نے اُسے دیوانہ کر دیا۔

لے ہائے میرے لال! تو نے الفت سے' نرمی سے منت سے کتنی مرتبہ میرا نام پوچھا' اُس محبت

لے رستم سہراب صفحہ ۵۱

عاجزی کے ساتھ پوچھنے پر تو بے زبانوں میں بھی زبان پیدا ہو جاتی پتھر بھی جواب دینے کے لئے مجبور ہو جاتا لیکن دو روزہ دنیا کی جھوٹی شہرت اور اس فانی زندگی کے غرور نے میرے ہونٹوں کو ہلنے کی اجازت نہ دی' میرے بچے میری تہمینہ کی نشانی"

ویلین اپنی غلطی پر نادم نہیں ہوتا کیوں وہ جو کچھ کرتا ہے خوب سوچ سمجھ کر اور طے شدہ پروگرام کے تحت اور ہیرو کی تباہی میں اس کی کامیابی مضمر ہوتی ہے اور وہ اس تباہی کا جشن مناتا ہے مگر رستم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو پچھتاوے اور ندامت نے اس کا برا حال کر دیا۔

۱ے جب تیری ناد شادماں بال نوچتی آنسو بہاتی چھاتی پیٹتی ماتم اور فریاد کی تصویر بنی ہوئی سامنے آکھڑی ہوگی اور پوچھے گی کہ میرا لاڈلا سہراب میرا بہادر بچہ میری کوکھ سے پیدا ہونے والا شیر کہاں ہے تو میں اپنا ذلیل منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لینے کے سوائے کیا جواب دوں گا"۔

اس احساس گناہ اور ندامت، کے بعد رستم ویلین نہیں کہا جا سکتا اگر ارسطو کے قول کو نظرانداز بھی کر دیا جائے تو رستم کے کردار کو زیادہ سے زیادہ اینٹی ہیرو کہا جا سکتا ہے۔

اس زبردست سانحے کے بعد اس خونریز تصادم کے بعد بھی اس ڈرامے میں ویلین کردار کی شناخت نہیں ہو سکتی۔

۱ے رستم سہراب صفحہ ۱۰۵

(باب دوم)

ولین کی تعریف

ولین ہیرو سے متصادم قوت

اس تصادم کی بہت سی وجہیں ہوتی ہیں، شہرت کی ہوس، طاقت کی نمائش، مذہبی اختلاف، اقتدار کی ہوس اور معشوق۔ یہ سارے اسباب خود ولین کے پیدا کردہ ہوتے ہیں، چوں کہ وہ اقتدار اعلیٰ کا بھوکا ہوتا ہے اس لئے اپنے سامنے دوسرے طاقت ور کے وجود کو خطرہ سمجھتا ہے، پھر اُسے من مانی کے مواقع نہیں ملتے۔ اس لئے وہ مقابل نیکی کی ہر طاقت کو کچل ڈالنا چاہتا ہے اور تصادم ناگزیر ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ سحر کے زور سے ہیرو پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے کبھی مکر سے اور کبھی طاقت سے۔

اس کے دل میں سچا عشق نہیں بلکہ ہوس ہوتی ہے اس لئے جہاں حسین عورت دیکھی اُس کے منہ سے رال ٹپکنے لگی، وہ اسے حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو جاتا ہے، وہ اکثر ہیروئنوں کا اغوا کر لیتا ہے اور زبردستی اُسے اپنانا چاہتا ہے اس کے قبول نہ کرنے پر خوشامد دھمکی ظلم و ستم سب سے کام لیتا ہے۔ ہیرو ہیروئن کی رہائی کے لئے نکلتا ہے تو ولین سوچتا ہے اگر میں ہیرو کو ختم کر دوں تو مجبور ہو کر ہیروئن مجھے قبول کر لے گی اس لئے وہ ہیرو کو قتل کرنے نکل کھڑا ہوتا ہے یا پھر ہیرو اُسے ڈھونڈتا ہوا خود ہی وہاں پہنچ جاتا ہے اور تصادم ہو جاتا ہے۔

طلسم ہوشربا اور دوسری داستانوں میں اکثر یہ ہوا ہے کہ ہیرو ہیروئن جشن منا رہے ہیں، کوئی ساحر اڑتا ہوا جاتا ہے اُس نے ہیروئن کو دیکھا اور عاشق ہو گیا، وہیں سے سحر کیا سب بے ہوش ہو گئے اور وہ ہیروئن کو لے کر غائب ہو گیا۔ ہیرو ہیروئن کی جدائی میں در در کی خاک چھانتا ہوا اُس ساحر تک پہنچتا ہے اور پھر خونریز تصادم ہو جاتا ہے۔

ولین کی فطرت میں مطلق العنانی ہوتی ہے اس لئے وہ مشہور اور زبردست چیزوں کو

اپنے قابو میں کرکے خوشی محسوس کرتا ہے۔ جب امیر حمزہ کوکب کی مدد کے لئے نورافشاں کی طرف بڑھ رہے تھے اسی وقت سالوس نے اپنے درباریوں کے سامنے ڈینگ ہانکی کہ امیر حمزہ میرا بندۂ خاص ہے۔ بڑے بڑے سرکشوں کو اس کے ہاتھ سے قتل کرایا ہے۔ ہم کو ڈھونڈتا پھرتا ہے جس دن قدرت کو پہچان لے گا فوراً سجدہ کرے گا پھر وہ اپنے عیار تیز رفتار کو حکم دیتا ہے۔

[1] ذرا دریافت تو کرو مسلمان کہاں ہیں، فوراً حمزہ کو گرفتار کرکے ہمارے سامنے لاؤ، اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے فوراً سجدہ کرے"۔

تیز رفتار رات کو لشکر اسلام سے امیر حمزہ کے دھوکے میں بہرام کو چرا لے گیا۔ امیر حمزہ پریشان ہوئے کہ ہماری کسی سے جنگ بھی نہیں ہو رہی ہے پھر کسی نے دشمنی کی؟ عمرو حال دریافت کرنے جاتے ہیں، تیز رفتار کی حجامت بناتے ہیں، بہرام کو سالوس کی قید سے چھڑاتے ہیں اس پر سالوس آگ بگولہ ہو کر لشکر اسلام پر حملہ کر دیتا ہے اور جنگ چھڑ جاتی ہے۔

اسی طرح جب اسد شکار کھیل رہا ہوتا ہے۔ ایک دیو اُسے لے گیا ہوش میں آنے کے بعد اسد نے دیو کو مار ڈالا دیو کے مرتے ہی باغ ویران ہو جاتا ہے۔ اسد حیران و پریشان کہ اب کدھر جائے۔

[2] "اس ملک کا بادشاہ مراد شاہ شکار کھیلتے ہوئے وہاں پہنچا۔ اسد پر نظر پڑی اور جب معلوم ہوا کہ یہ طلسم کشا ہے فوراً فوج کو حکم دیا گھیر کر گرفتار کر لو"۔

یہ کچھ ویلین جسمانی طور پر کمزور ہوتے ہیں اس لئے وہ ہیرو سے براہ راست متصادم نہیں ہوتے مگر وہ ذہنی طور پر بے حد طاقتور ہوتے ہیں اور اپنے اشاروں پر بادشاہوں، پہلوانوں اور ساحروں کو نچاتے ہیں۔ بختک اور بختیارک دونوں باپ بیٹے جسمانی طور پر ناکارہ ہیں مگر ایک نوشیرواں جیسے جلیل القدر بادشاہ کو انگلیوں پر نچاتا ہے دوسرا خداوند لقا کا شیطان قدرت بن کر لقا کو اپنے اشارے پر چلاتا ہے نوشیرواں امیر حمزہ سے متصادم ہونا نہیں چاہتا تھا یہ بختک ہی تھا جس نے نوشیرواں کو بہکا کر حمزہ کے خلاف کیا اور نوشیرواں کو پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے جنگل سے لکڑیاں تک کاٹنی پڑیں بختیارک لقا کو بہکاتا رہا یہاں تک کہ مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوئے ملک باختر ہاتھ سے نکل گیا۔ بختیارک نئی نئی

---

[1] طلسم فتنۂ نورافشاں دفتر دوم صفحہ ۱۰ [2] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۹۹

ترکیبیں سوچتا رہا اور لقا کی ساری زندگی ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتے، مدد منگواتے اور لڑتے گزر گئی۔

ویلین ذاتی اغراض پر اجتماعی اغراض کو قربان کر دیتا ہے

ویلین خود غرض مفاد پرست ہوتا ہے، اس کے لئے اپنی خوشی اپنا مقصد اور اپنی انا کی تسکین ہی سب کچھ ہوتی ہے اسے اپنے مقصد سے عشق ہوتا ہے اور اس کی تکمیل کے لئے وہ جائز ناجائز مذہب رشتہ اور خون کی بھی پرواہ نہیں کرتا، اور اپنی راہ میں حائل رکاوٹ کو جس طرح بھی ممکن ہو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، اُسے اس کی پرواہ نہیں کہ اُس کی خود غرضی کی وجہ سے کس کو اور کتنا نقصان پہنچ رہا ہے وہ اپنے ذرا سے مفاد کے لئے دوسرے کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچا سکتا ہے اُس کا مقصد پورا ہو جائے چاہے اس پر ایک فرد کی جان قربان ہو یا ایک ہزار کی، مذہب مٹ جائے، ملک تباہ ہو جائے، سب کچھ برباد ہو جائے، مثال کے طور پر افراسیاب کو لیں اُس نے بدیع الزماں اور ملکہ تصویر کو اپنے یہاں قید کر دیا اور اس قید کو اپنی عزت کا مسئلہ بنا لیا، بدیع الزماں کو قید کرنے سے اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا صرف اُس کی 'انا تھی' میں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ اب اس پر نظر ثانی کی گنجائش نہیں۔ بدیع الزماں کو چھڑانے کے لئے اسد طلسم ہوشربا میں داخل ہوا، بارہ برسوں تک جنگ ہوئی، بیٹی اسد کے ساتھ نکل گئی، سالیاں دشمنوں سے مل گئیں، سیکڑوں نامی گرامی ساحر مارے گئے، لاکھوں افراد کی جان گئی، ملک ہاتھ سے نکلتے گئے، سامری پرستی کا چراغ گُل ہونے لگا، افراسیاب نے طلسم ہوشربا کی بربادی منظور کر لی اپنی انا کو مجروح نہیں ہونے دیا، بدیع الزماں کو رہا نہیں کیا یہاں تک کہ اُسے اپنی جان دینی پڑی۔

یہی حال رامائن کے راون کا ہے وہ چکرورتی بادشاہ زبردست عالم اور پنڈت ہے اُس نے انتقاماً سیتا جی کو اغوا کر لیا پھر صلح کی ساری کوششوں کو حقارت سے ٹھکرا تا رہا، اُس کے پیش نظر اپنی انا تھی جس کی تسکین کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا اپنی ضد سے اُس نے اپنے اوپر جنگ مسلط کر لی، اُس کے نامی گرامی سردار اُس کی ضد کی بھینٹ چڑھ گئے، لاکھوں افراد مارے گئے گودیں اُجڑیں، مانگیں سونی ہوئیں، شہر جلے اور خود اُسے بھی جان سے ہاتھ دھونا پڑا، یہ خون خرابا قتل و غارت گری صرف راون کی وجہ سے ہوئی، راون کی ضد نے ہزاروں لاکھوں افراد کو موت کی نیند سلا دیا۔

اسی طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ویلین کی مفاد پرستی کی بھینٹ کتنی جانیں چڑھ گئیں۔ مہابھارت کا دریودھن بھی ایسا ہی ویلین ہے جس کی خود غرضی کی وجہ سے ہری بھری دھرتی آگ اور خون کا گہوارہ بن گئی، کتّے اور گدھ انسانی لاشوں کو نوچتے ہوئے انسان اور انسانیت پر ہنستے رہے مذاق اڑاتے رہے۔

ویلین فتنہ وفساد کا دلدادہ ہوتا ہے

کچھ ایسے ویلین بھی ہیں جن کے سامنے کوئی مقصد کوئی مفاد نہیں بدی اُن کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اور وہ بے وجہ دوسروں کی راہوں میں کانٹے بوتے ہیں اس عمل میں انہیں خود بھی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے مگر وہ اپنی فطرت سے مجبور اُن کی اس فطرت کی زد میں صرف دشمن ہی نہیں آتے دوست بھی آتے ہیں ان کی حالت بچھو کی سی ہے بغیر ڈنک مارے انہیں چین نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر یاگو اور بختک کا نام لیا جا سکتا ہے یاگو نہ تو ڈس ڈی مونا کا خواستگار ہے نہ اوتھیلو سے کوئی دشمنی ہے وہ اپنی فطری بدی کے سبب اُن کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔

یہی حال بختک کا ہے، وہ نوشیرواں بادشاہ ہفت اقلیم کا وزیر ہے، نوشیرواں کے مزاج میں اس کا بہت دخل ہے (اس کے لئے یہ اعزاز بہت بڑا ہے) امیر حمزہ سے بختک کی کوئی دشمنی نہیں ہے اس نے خلعت بدل کر امیر حمزہ کو اس وقت ذلیل کیا تھا جب اُس نے حمزہ کو دیکھا بھی نہیں تھا حقیر سی خلعت اور توہین آمیز خط لکھ کر اُس نے امیر حمزہ کو نوشیرواں کے خلاف بھڑکایا تھا۔ امیر حمزہ کی بڑھتی ہوئی شہرت سے بختک کا کوئی نقصان نہیں تھا اُس کی وزارت کو کوئی خطرہ نہیں تھا، وہ ملکہ مہر نگار کا خواستگار بھی نہیں مگر وہ نہیں چاہتا کہ امیر حمزہ سے مہر نگار کی شادی ہو، وہ نوشیرواں کو بہکا کر حمزہ سے بدظن کر دیتا ہے کبھی وہ افواہ پھیلاتا ہے کہ مہر نگار مرگئی کبھی وہ حمزہ کو خراج وصول کرنے دوسرے ملکوں میں بھیج کر وہاں کے حاکموں کو امیر حمزہ کو قتل کر دینے کے لئے لکھتا ہے۔ جب جب حمزہ سعدان بن لندھور سے جنگ کرنے ہندوستان گئے تو بختک نے افواہ اڑائی کہ حمزہ لندھور کے ہاتھ سے مارا گیا اور نوشیرواں کو اس نے آمادہ کر لیا کہ مہر نگار کی شادی دوسرے کر دی جائے اور ایک ملک کے شہزادے کو شادی کے لئے بلا بھی لیا شادی کرا کے مہر نگار کو اس کے ساتھ رخصت بھی کر دیا اُس نے نوشیرواں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ حمزہ کی نظر تخت پر ہے،

حالانکہ حمزہ نے کبھی ایسا سوچا بھی نہیں تھا وہ پوری طرح نوشیرواں کے وفادار تھے اور ہر کٹھن وقت پر اُسکی مدد کرتے تھے۔ جب حمزہ نے مہر نگار سے شادی کر لی تب بھی بختک چین سے نہیں بیٹھا اور دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کو خط لکھ کر بلواتا رہا کہ حمزہ کو قتل کر کے مہر نگار کو اپنا لو۔ اسی کے بہکاوے میں آکر بہمن نے مہر نگار کو اغوا کرنا چاہا اور ناکام ہونے پر اُسے قتل کر دیا۔

بختک بہکا کر نوشیرواں کو میدان جنگ میں لے آیا اور میدان میں پہنچتے ہی نوشیرواں سے کہا، وہ دیکھئے عمرو بیٹھا ہے حملے کا حکم دیجئے اور عمرو کو مار لیجئے، جب نوشیرواں نے فوج کو حملے کا حکم دیا، عمرو قلعہ پر سے حقہ آتشیں برسانے لگا، ہزاروں سپاہی جل گئے فوج شکست کھا کر میدان سے بھاگی تو بختک نے مذاق اڑایا۔ کہیں ایسے بھی جنگ فتح ہوتی ہے نوشیرواں خفا ہوا کہ تمہارے ہی کہنے پر میں نے حملہ کرایا تھا تو کہنے لگا خیر کوئی بات نہیں عمرو کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ حضور خود جنگ کے ارادے سے میدان میں آئے ہیں۔

بختک حمزہ اور عمرو کا ہی دشمن نہیں، نوشیرواں کا بھی دشمن ہے اُسی کی وجہ سے عمرو نے نوشیرواں کے دربار میں گھس کر چھپا ہے نوشیرواں کی داڑھی مونچھ مونڈ کر منہ کالا کر کے اُلٹا لٹکایا، بختک کے مشورے کی بدولت نوشیرواں ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھاگتا رہا، امیر حمزہ اُسے مصیبتوں سے بچا کر تخت پر بٹھاتے مگر بختک اُسے یقین دلاتا کہ حمزہ کا ارادہ ٹھیک نہیں ہے آپ فلاں بادشاہ کے یہاں بھاگ چلیئے وہ زبردست بادشاہ ہے حمزہ وہاں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور نوشیرواں جہاں پناہ لیتا وہاں کے بادشاہ کو سمجھاتا کہ حمزہ پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دو اور مہر نگار پر قبضہ کر کے داماد بادشاہ ہفت اقلیم کہلاؤ۔ اُسی کے بہکاوے میں آکر نوشیرواں کو پیٹ بھرنے کے لئے جنگل سے لکڑیاں کاٹنی پڑیں اور بے وجہ اپنی حکومت مٹائی، حالانکہ حمزہ کے دل میں بادشاہ بننے کا ارادہ نہیں تھا یہ بختک کی فسادی طبیعت تھی جس نے امیر حمزہ اور مہر نگار کو چین سے رہنے دیا نہ نوشیرواں کو۔ یہ ساری جنگیں اور خونریزیاں بختک کی وجہ سے تھیں اور اس سے بختک کا کوئی فائدہ نہیں تھا بلکہ اکثر نوشیرواں اور عمرو کے عتاب کا شکار ہوتا تھا مگر وہ اپنی فسادی طبیعت سے مجبور تھا جو ہر وقت نئے نئے جھگڑے پھیلانے کے لئے بے چین رہتی تھی۔

کچھ یہی فطرت بختک کے بیٹے بختیارک کی بھی ہے وہ خداوند لقا کے ساتھ ہے اور شیطان قدرت کہلاتا ہے، وہ بھی لقا کو مشورے دیتا ہے اور جنگ پر آمادہ کرتا ہے، یہ دونوں باپ بیٹے فتنہ و فساد

کے دلدادہ ہیں خواجہ سگ پرستؔ[1] کے دونوں بھائی بھی ایسے ہی ہیں دونوں بار بار خواجہ کو قتل کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ خواجہ نے ہمیشہ بُرے وقتوں پر ان کی ہر طرح مدد کی ہے اور وہ اُن کے لئے سونے کا انڈا دینے والی مرغی ہے جس کا زندہ رہنا اُن کے حق میں فائدہ مند تھا مگر وہ فطری بدی کے سبب اُسے قتل کر دینا چاہتے ہیں۔

ویلین دوسروں کے حقوق اور ملکیت پر غاصبانہ قبضے کا شائق ہوتا ہے

ویلین کی فطرت میں حرص و ہوس کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، قناعت اور صبر جیسی چیز اس میں نہیں، ہوتی۔ اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے وہ اپنے قوت بازو پر بھی بھروسہ نہیں کرتا، جائز راستہ اختیار نہیں کرتا بلکہ کمزوروں اور مظلوموں کو دباتا اور اُن کے مال پر غاصبانہ قبضہ کرتا ہے۔ اور طاقتور کے ساتھ مکر و فریب سے کام لیتا ہے اس لالچ میں وہ اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ اپنے محسن تک کو نہیں بخشتا، اُسے سماج کی پرواہ نہیں، اُس کا ضمیر مردہ ہوتا ہے صرف ہوس زندہ رہتی ہے اس لئے اپنی حرکت پر نہ اُس کا دل ملامت کرتا ہے نہ ضمیر۔

افراسیاب کو لاچین نے گود میں پالا اور پھر اپنا وزیر بنا لیا ملک کے کُل اختیارات اُسے سونپ دئے، اُسے رائی سے پربت بنایا مگر افراسیاب کی ہوس، طلسم ہوشربا کی وزارت پر شاکر نہیں ہوئی اور اس کی نظریں تخت پر لگ گئیں۔ وہ تخت پر قبضہ کرنے کے لئے راستہ ڈھونڈتا رہا ایک دن دربار میں لاچین نے مسلمانوں کے خدا کی تعریف کر دی اور افراسیاب کو بغاوت کا راستہ مل گیا، اس نے درباریوں کو مذہب کے خطرے میں ہونے کا احساس دلا کر اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر ایک رات سوتے میں لاچین کو گرفتار کر لیا۔

[2] جب افراسیاب لاچین کو قید کر کے لے چلا تو لاچین نے اپنے حقوق یاد دلائے اُس بے حیا جلاد طبیعت میمون خصلت نے منہ پھیر لیا جواب بھی نہ دیا۔

افراسیاب اپنے اس فعل پر نادل نہیں بلکہ خوش ہے۔

[3] یہی حال مہابھارت کے دریودھن کا بھی ہے، تخت کے حقیقی حقدار پانڈو تھے مگر جب

---

[1] باغ و بہار۔ میرامن [2] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۹۸۶ [3] مہابھارت

پانڈو جوان ہوئے تو دریودھن کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اب وہ حکومت میں حصہ لیں گے لہٰذا وہ دھرت راشٹر کو اُن کے خلاف بھڑکانے لگا اور انہیں دار الحکومت سے دور بھجوا کر لاکھ کے محل میں جلا کر انہیں مارنا چاہا، پانڈو اپنی عقلمندی سے بچ گئے اور آدھا راج بھی لے لیا تو دریودھن اس فکر میں رہنے لگا کہ کسی طرح وہ حصہ ان سے چھین لے پھر اُس کے سازشی ذہن میں ترکیب آگئی اور اُس نے جوئے کا چکر چلایا اور اپنے ماما شکنی سے کھیل میں بے ایمانی کرا کے نہ صرف سارا ملک بلکہ دروپدی کو بھی جیت لیا، اور انہیں تیرہ برس کے لئے جنگل میں بھیج دیا اور پورے راج پر متصرف ہو گیا، مگر وہ پانڈو کا وجود ختم کر دینا چاہتا تھا لہٰذا اُس نے کئی بار انہیں قتل کرانے کی کوشش کی تیرہ برس گذرنے پر اُس نے راج واپس کرنے سے انکار کر دیا، صلح کی ساری کوششوں اور بزرگوں کی نصیحتوں کو ٹھکرا کر ایک جنگ عظیم اپنے اوپر مسلط کر لی، سب کچھ برباد ہو گیا مگر اپنی زندگی میں پانڈوں کا غصب کیا ہوا حصہ انہیں واپس نہیں کیا۔

ولین کمزوروں کی جائداد اور مال ضبط کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتا، جب لکو کب دنور افشاں جیسے چوٹی کے ساحروں نے اسلام قبول کر کے سحر و ساحری سے توبہ کر لی تو سحر العجا ئب و مصر الغرائب نے اس موقع کو غنیمت جانا اور سحر سے کوکب دنور افشاں کو قید کر کے سلطنت نور افشاں ہتھیالی۔

داستانوں میں عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر بادشاہ مر گیا اور ولی عہد کمسن ہے تو اُس کے ماموں یا چچا وقتی طور پر حکومت کی ذمہ داری قبول کر لیتے ہیں مگر جب شہزادہ جوان ہوتا ہے تو وہ خوشی سے اس کا حق واپس نہیں کرتے بلکہ شہزادے کو قتل کرا کے ہمیشہ کے لئے تخت و تاج کے مالک بن جانا چاہتے ہیں۔

ایسا ہی قصہ باغ و بہار میں چوتھے درویش کا ہے جو چین کے بادشاہ کا بیٹا ہے' باپ کے مرنے کے بعد چچا نے حکومت سنبھالی اور شہزادے کے ساتھ اپنی بیٹی کی نسبت طے کر دی مگر جب شہزادہ جوان ہوا تو وہ شادی کی بات کو ٹالتا رہا اور ایک دن اس نے شہزادے کے غلام مبارک سے کہا'

" اے مبارک اب ایسا کام کر کہ شہزادے کو کسی فریب سے مار ڈال اور اس خطرے کو جی سے نکال "

لے طلسم فتنہ نور افشاں ۔ باغ و بہار صفحہ ۱۱۲

ویلین ظلم کا عادی ہوتا ہے

ویلین کے دل میں رحم کا جذبہ نہیں ہوتا، وہ ظالم ہوتا ہے اور ظلم سے اس کے جذبۂ اذیت پسندی کو سکون ملتا ہے مظلوم کی آہیں فریادیں اور چیخیں اس کے لئے سرور انگیز نغمہ ہوتی ہیں جن کی لے پر وہ مسرت سے جھوم جاتا ہے وہ جتنا زیادہ ظلم کرتا ہے اس کی خواہش اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے۔ وہ ضرورت سے زیادہ شوقیہ ظلم کا عادی ہوتا ہے۔ اس کا مقصد دلوں پر ہیبت طاری کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ جور و ظلم کا بازار گرم کئے رہتا ہے۔

داستانوں کے ویلین سب کے سب ظالم اور اذیت پسند ہوتے ہیں جتنا بڑا ساحر ہوتا ہے اتنا ہی بڑا ظالم بھی ہوتا ہے مشعل جادو نے حجرے سے نکلنے کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ بادشاہ اپنے معشوق کو اپنے ہاتھ سے قتل کرکے اس کا خون پیالہ میں بھر کر اسے پلائے تب وہ حجرے سے نکلے گا۔

انسانی خون پینا بذات خود ایک مکروہ فعل ہے اس کے ساتھ معشوق کا خون پلانے کی شرط اذیت پسندی کی تسکین کے لئے ہے خون کسی کا بھی ہو سکتا ہے معشوق کی شرط کیوں؟
مشعل جادو کمسن بچوں کے ساتھ اس حد تک بدفعلی کرتا ہے کہ وہ مرجاتے ہیں یہاں بھی اس کی اذیت پسندی کا ہی کرشمہ ہے افراسیاب جیسا ظالم بھی اس منظر کو دیکھ کر کانپ جاتا ہے۔

[1] افراسیاب خانہ خراب واسطے سلام کے آیا، دیکھا مشعل نشہ میں شراب کے چور ہے لاش ہائے طفلان حسین فرش پر پڑے ہیں، چند ملازم بے حیا کے گرد حاضر ہیں افراسیاب کی آنکھوں میں خون اتر آیا، لڑکوں کی لاشیں دیکھ کر گھبرایا عرض کی، اے شہنشاہ مشعل اس بدعت کو موقوف کیجئے ورنہ میری عمل داری میں خلل آئے گا۔"

اس کے علاوہ مشعل جادو کے لئے جادوگروں کی گردنیں مروڑ کر مردے فراہم کئے جاتے تھے تاکہ قتل ہونے پر وہ جسم تبدیل کر سکے۔ اس کے ظلم سے افراسیاب کے لشکری گھبرانے لگے کہ نہ جانے کب کس کی گردن مروڑ دی جائے۔

---

[1] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۱۳۵

تاریک شکل کش کی فطرت میں ظالمانہ رجحان سب سے زیادہ ہے مشعل نے تو معشوق کا خون پی کر صبر کر لیا تھا تاریک زندہ انسانوں کو کھا کر اپنے پیٹ اور ظالمانہ رجحان کی تسکین کرتی ہے جب خواجہ عمرو حجرۂ تاریک میں پہنچ کر اسے افراسیاب کا خط دیتے ہیں۔

لے "دس نوجوان ایک جانب سر جھکائے مثل بید برگ کانپ رہے ہیں چہرے ان بیچاروں کے اُداس، مٹکا شراب کا اٹھایا غٹ غٹ پی گئی ایک نوجوان کو ٹانگ پکڑ کر مع استخوان چبانا شروع کیا جب ایک نوجوان کو کھا چکی تب طرف خواجہ عمرو کے متوجہ ہوئی"۔

پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے انسانی گوشت کا استعمال اس کی ضرورت ہو سکتی ہے مگر زندہ انسانوں کو کھانا، درد سے مظلوم کا چیخنا کراہنا سن کر تاریک کا خوش ہونا اس کی ظالمانہ فطرت کا ثبوت ہے وہ جنگ کے میدان میں انتقاماً جو کچھ کرتی ہے اس کے سلوک کا جواز ڈھونڈا جا سکتا ہے مگر جب وہ دربار میں بیٹھی شراب پی رہی تھی۔

لے "پردے بارگاہ کے اُٹھے ہوئے تھے" دور سے دیکھا دو مسافر جاتے ہیں بس تاریک باتیں کرتے کرتے کڑک کر اٹھی ان دونوں بے چاروں پر یوں گری جیسے بجلی گرتی ہے دونوں کو گردن پکڑ کر اٹھا لائی، ٹانگ پکڑ کر چبانا شروع کیا ہڈیاں تک چبا گئی"۔

بے قصوروں کو ستانے کا جواز اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ اذیت پسندی کی تسکین کے لئے ظلم کرتی ہے۔

استحاق جادو اور شہنا نواز جادو بھی افراسیاب کی جانگھ کے گوشت کا کباب کھا کر خوش ہوتے اور افراسیاب کی مدد کے لئے آمادہ ہوتے ہیں، اسی طرح عفریت طلسمی سیکڑوں آدمیوں کو ایک پھنکے میں پھانک جاتا ہے اور محبوب کا کل کشا کا کلیجہ کھا کر خون پی کر لشکر اسلام کا مطیع ہو جاتا ہے۔

اس طرح جتنے بھی دلیلین کردار داستانوں میں ہیں ان کی فطرت میں ظالمانہ رجحان بہت زیادہ ہے ان کی نظروں میں انسانی جانوں کی کوئی وقعت نہیں، بہتا ہوا خون دیکھ کر ان کے اندر سویا ہوا درندہ انگڑائی لے کر بیدار ہو جاتا ہے اور وہ زیادہ پُر جوش اور پرعزم ہو جاتے ہیں۔

لے طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۱۳۵
لے " " " ۱۶۵

ویلین خود نمائی اور جذبۂ تحقیر کا پیکر ہوتا ہے

ویلین خود فریبی میں مبتلا ہو کر خود کو سب سے برتر سمجھتا ہے اگر وہ ساحر ہے تو اپنے سحر کو کرامات سے کم نہیں سمجھتا، اُسے یقین رہتا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ بڑے سے بڑا ساحر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا' اگر وہ پہلوان ہے تو خود کو رستم سے کم نہیں سمجھتا، یہ ضرور ہے کہ ساحروں میں کچھ واقعی جہنم کے فرشتے ہیں اور بعض بہادر بھی ہوتے ہیں مگر ظرف کی کمی کی وجہ سے بلبلاتے رہتے ہیں' ہمیشہ بڑے بول بولتے ہیں' غرور و تکبر کی باتیں کرتے ہیں' اپنے منہ سے اپنی تعریف کرتے ہیں' میدان میں دشمن کو للکارتے ہیں، جس کو موت کی تمنا ہو وہ مجھ سے مقابلہ کرے' یا آج ایک بھی زندہ نہ بچے گا، تجرۂ ہفت کی بلائیں تو واقعی خوفناک ہیں' اُن میں ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ایک دن میں مسلمانوں کا خاتمہ کر دوں گا پھر نور افشاں پر حملہ کر کے' مسلمانوں کے مددگار کوکب و نور افشاں کو قتل کر کے وہ حکومت بھی تمہیں سونپ دوں گا، صرف اتنا ہی نہیں وہ ساری دنیا پر قبضہ کر کے ساری دنیا افراسیاب کو سونپنے کا وعدہ کرتے ہیں۔

مشعل جادو جب اپنے حجرے سے نکلا تو یہی کہا۔

[1] مابدولت تیرے ساتھ چلیں گے تمام عالم میں گشت کر کے تیری عملداری کرا دینگے'

مشعل جادو نے کہا۔

[2] پھر کیا پرواہ ہے ہمارے رو برو کوکب و نور افشاں و دیگر شاہانِ اولو العزم سب برابر ہیں ہم سے کوئی نہیں لڑ سکتا سب کی روحیں قبض کر لیں گے۔

ایسے ہی بڑے بول تاریک شکل کش بھی بولتی ہے اُس کے غرور کا یہ حال ہے کہ وہ افراسیاب جیسے بڑے جادوگر کو بچہ سمجھتی ہے اور کہتی ہے کہ مسلمانوں نے میرے بچے کو بہت پریشان کیا ہے میں سب کو چیر پھاڑ کر کھا جاؤں گی کوکب، برہمن کے نام پر ہنستی ہے۔

[3] بیٹا کوکب و برہمن کو بھی یہ حقیقت ہے کہ وہ اہالیان طلسم ہوشربا سے مقابلہ کریں تمہارے سامنے دم جراءت کا بھریں... ابھی میں تدبیر کر دیتی ہوں برہمن و کوکب رومال سے ہاتھ

---

[1] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۸۰ [2] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۷۹
[3] " " " ۱۷۸

باندھ کر حاضر ہوں گے تسخیر میری نگاہ میں ہے، کوکب کی کیا حقیقت ہے، برہمن ہمارے
گھر کا بھیک وہ سحر کیا جانے ساعت بچارتا ہے۔"

اگر ویلیمن پہلوان ہے تو میدان میں ڈینگیں ہانکتا ہے، جب اقوال چرم پوش افراسیاب کی
مدد کو آیا، اُس نے میدان میں اسد شیر دل کو دیکھا تو ہنس کر افراسیاب سے کہنے لگا۔

۱ "حضور یہ تو معشوق ہے گود میں اُٹھا لاؤں اپنے پہلو میں بٹھاؤں شراب مجھ کو پلایا کریگا
حضور خوب جانتے ہیں ہمیشہ سے پہلوانوں میں زبردست ہوں کسی قدر حسن پرست ہوں
میری صحبت میں خوش رہے گا اپنے لشکر کا بادشاہ بناؤں گا فنون سپہ گری سکھاؤں گا"

اس کی یہ لاف وگزاف سُن کر افراسیاب کے وزیر سرماوا برق نے اُسے بتایا کہ یہ طلسم کی
ہے جو اس کے مقابلے میں جاتا ہے مارا جاتا ہے۔ اقوال نے ان کو جھڑک دیا۔

۲ "آپ لوگ ساحر ہیں فنون جراءت سے کب ماہر ہیں اگر تلوار اُٹھا کر رکھ دوں
روکنا تو بڑی چیز ہے شیر کی کلائیاں ٹوٹ جائیں، اگر نعرہ کردوں تو زمین تھرائے
دیو سامنے ہو تو غش آجائے ۔ ۔ ۔ میں نے فرقہ آدم خوروں کو گھس کر مار کلک کے
جنگل میں تن تنہا جاکر مغیلان کو للکارا جتنے پہلوان میں نے مارے اگر نام لوں تو
ایک کتاب طولانی تیار ہو جائے۔"

جب حنولاد بن فولاد فوج لے کر لقا کی مدد کو آیا تو اُس کے غرور کا یہ عالم ہے کہ
نے بختیارک کے سلام کا جواب بھی نہ دیا وہ طاقت کے نشہ میں کسی سے بات کرنا کسرِ شان سمجھتا۔
جب بختیارک نے یاقوت شاہ کی طرف سے مزاج پرسی کی تو اُس نے آنکھیں کھولیں کہ کون
سے بات کر رہا ہے۔ جب اُس نے سنا کہ لقا کی صاحبزادیاں مسلمان شہزادوں کے ساتھ
گئیں تو اُس نے لقا سے کہا۔

۳ "کیوں خداوند تو دچکیدگان قدرت ہمراہ فرزندان حمزہ نکل گئیں قدرت نے تامل فرمایا ابھی
غلام کو حکم ہو تو میں جاکر بدیع الزماں اور قاسم کو قتل کردوں صاحبزادیوں کو عماری
میں سوار کر کے لے آؤں دیکھوں تو کون مجھ کو رد کرتا ہے۔"

---

۱ طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۷۷۵، ۳ طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۹۸
۲ " " " ۷۷۶

جب بختک نوشیرواں کو بہکا کر بدائن سے بہمن جاسعب کے یہاں لے گیا تو بہمن نے امیر حمزہ کو خط لکھا اُس میں طاقت کا غرور اور گستاخی سب موجود ہے۔

لے "تیرے جور و ستم سے نوشیرواں دشرومین نے میرے پاس آکر پناہ لی ہے اور تیرے جور و تعدی کی بہت شکایت کی ہے اس واسطے مجھ کو لازم ہے کہ تجھ کو باندھ کر نوشیرواں کے حوالے کروں تجھے قید کر کے اُسے دوں پس نشہ مردی رکھتا ہے تو جلد آ مجھ سے مقابلہ کر دل میں کچھ حوصلہ ہے تو میدان میں آکر مقابلہ کر"۔

لقا اور خداوند سادس نشہ خداوندی میں اتنے چور ہیں کہ جس سے ناراض ہوتے ہیں اُسے سنگ سیاہ کرنے کی دھمکی دیتے ہیں، بڑے بول بولتے ہیں اپنے سامنے سامری و جمشید کو بھی کچھ نہیں سمجھتے۔

ویلین مطلق العنان اور غیر جمہوری ہوتا ہے۔

انسانی فطرت ہے کہ اقتدار اعلیٰ حاصل ہوتے ہی فطرت میں پوشیدہ بدی کی طاقتیں سر ابھارنے لگتی ہیں، ویلین چاہے ساحر ہو، پہلوان ہو یا عفریت شاہ دیوان طاقتور ہوتا ہے اور اپنی طاقت سے اقتدار اعلیٰ حاصل کرتا ہے یا پھر پہلوان بادشاہ۔ چوں کہ اس کی فطرت میں بدی پہلے موجود ہوتی ہے اس لئے اقتدار اعلیٰ حاصل ہوتے ہی وہ مطلق العنان اور غیر جمہوری ہو جاتا ہے۔ اس کی ہر بات حکم کا درجہ رکھتی ہے جس سے انحراف کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے یہ سزا قید و بند بھی ہو سکتی ہے اور قتل بھی،

افراسیاب بادشاہ بنتے ہی مطلق العنان بن گیا اُس کے وزیر سرماد ابرق ہیں مگر وہ ہر جگہ اپنی مرضی سے کام کرتا نظر آتا ہے وزیر چوں کہ زبردست ساحر ہیں اس لئے وہ افراسیاب کے حکم کی تعمیل کرتے اور کرواتے ہیں ملکہ ماہیان زمرد پوش اور آفات چہار دست افراسیاب کی سرپرست ہیں افراسیاب مصیبت کے وقت اُن سے مشورے ضرور کرتا ہے مگر ضروری نہیں کہ اُن کا مشورہ مان لے آفات افراسیاب کو اوراق سامری کے مطابق چلنے کو کہتی ہے مگر افراسیاب اوراق سامری کا مذاق اُڑاتا ہے اور اُسے غلط ثابت کرنے کا عزم رکھتا ہے۔

یہی حال سحر العجائب و مہر الغرائب کا ہے ان کے دربار میں زبردست ساحر موجود ہیں، جو اُن کے حکم کی تعمیل کرتے اور کرواتے ہیں اُن کی ہر بات فرمان ہے جس سے اختلاف نہیں کیا

جا سکتا ہے۔

مگر جن ساحروں کے دل پوری طرح سیاہ نہیں ہیں وہ اس غیر جمہوری رویّہ اور ظلم سے نالاں رہتے ہیں اُس وقت مصلحتاً خاموش رہے پھر الگ ہو کر لشکر اسلام سے مل گئے افراسیاب کے جتنے ساحر لشکر اسلام سے ملے وہ سب افراسیاب کے آمرانہ رویّہ سے نالاں تھے۔

یہی آمرانہ فطرت یونانی ڈراما انطی گونی کے قریون میں ملتی ہے۔ تخت نشین ہوتے ہی وہ مطلق العنان بن کر حکم دیتا ہے کہ پولی نیسی کی لاش یونہی چھوڑ دی جائے کہ اسے کتے گدھ نوچ کر کھائیں اور اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کو مجرم سمجھا جائے گا۔

قریون پولی نیسی کا ماموں ہے اور اُسے معلوم ہے کہ بڑا بھائی ہونے کی وجہ سے پولی نیسی ہی تخت و تاج کا حقیقی وارث تھا اگر اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اس نے طاقت کا استعمال کیا تو یہ جرم نہیں تھا اگر جرم بھی تھا تو جب پولی نیسی مر گیا تھا یعنی فتنہ ختم ہو گیا تھا اُس کی لاش سے انتقام لینے کا خیال قریون کے دل میں اس لئے پیدا ہوا تھا کہ اس سے اس کا رعب و دبدبہ لوگوں پر قائم ہو جائے گا۔ اقتدار اعلیٰ حاصل ہوتے ہی وہ انسان سے شیطان بن گیا۔ بھائی کی محبت سے مجبور ہو کر انطی گونی نے بھائی کی لاش کی تجہیز و تکفین کر دی تو اس سے قریون کے آمرانہ جذبے کو ٹھیس لگی اور اُس نے انطی گونی کو سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ جب اُس کے بیٹے ہیمن نے اُسے قائل کرنا چاہا تو وہ بیٹے کی آنکھوں کے سامنے اُس کی محبت اور منسوب انطی گونی کو قتل کرانے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ اقتدار کے نشہ میں اندھا ہو گیا تھا اُس نے بیٹے کی محبت اور زندگی کی پرواہ نہ کی، اس نے مذہب کی پرواہ نہ کی، عوام کے جذبات کی پرواہ نہ کی اور انطی گونی کو سزائے موت دے کر اپنے خونی جذبے کی تسکین کر لی اس کے نتیجے میں خود اپنے بیٹے اور بیوی کی موت کا صدمہ اُٹھانا پڑا اور عوام میں قاتل گردانا گیا۔

داستانوں میں جو دلچسپ ہے وہ مطلق العنان اور غیر جمہوری ہے داستانوں پر کیا موقوف ہے موجودہ زمانہ میں بھی اکثر حاکم اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں ہٹلر مسولینی کا نام سامنے ہے جن کے کارناموں سے دنیا لرزہ براندام ہو گئی ہے۔

انطی گونی سوفوکلیس ترجمہ سمیع الحق

ویلین قصہ کو آگے بڑھانے کا سبب ہوتا ہے

داستانیں تصادم سے نمو پذیر ہوتی ہیں اور تصادم ویلین کی وجہ سے ہوتا ہے اس تصادم سے نہ صرف قصہ دلچسپ ہوتا ہے بلکہ آگے بھی بڑھتا ہے ایک ساحر کے بعد دوسرا ساحر ایک پہلوان کے بعد اس سے زبردست پہلوان مقابلے کے لئے آتا رہتا ہے، ویلین ہیرو کی راہ میں مشکلات کھڑی کرتا رہتا ہے مگر ہیرو ہمت نہیں ہارتا اور مقصد و منزل کے لئے جدوجہد کرتا رہتا ہے۔ اس جدوجہد کا بیان کہانی کو آگے بڑھاتا ہے۔

مثال کے طور پر رام اور راون کی جنگ کا سبب سُرپن کھا[1] بن گئی اگر وہ رام اور لکشمن پر عاشق ہوکر جوش انتقام میں سیتا جی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرتی تو لکشمن اس کی ناک نہ کاٹتے اور بہن کی توہین کے مسئلہ کو راون اپنی زندگی کا مقصد نہ بناتا، سیتا اغوا نہ ہوتیں جنگ نہ ہوتی، راون مارا نہ جاتا اور تاریخ ہی کچھ اور ہوتی۔

اسی طرح اگر عفریت شاہ دیو[2] ان کوہ قاف کے بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرتا تو عبدالرحمٰن کے ذریعہ دنیا سے امیر حمزہ کو نہ بلوایا جاتا اور ہم کوہ قاف کی دنیا کی داستان سے ناواقف رہ جاتے۔

اگر بختک نوشیرواں کو بہکا کر امیر حمزہ کے خلاف نہ کرتا تو داستان امیر حمزہ تخلیق نہ کی جاتی یا اتنی دلچسپ نہ ہوتی جتنی اب ہے۔

اگر افراسیاب بدیع الزماں اور ملکہ تصویر کو قلعہ توسن حصار پر قید نہ کرتا تو مسلمان طلسم ہوشربا کا رُخ نہ کرتے نہ جنگیں لڑتے اور تب منشی محمد حسین جاہ اور منشی احمد حسین قمر کو ۸ جلدوں میں طلسم ہوشربا لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

ویلین ہیرو کو مہمیز کرتا ہے۔

ویلین صرف قصہ کو آگے بڑھانے کا فرض ہی انجام نہیں دیتا وہ ہیرو کو مہمیز بھی کرتا ہے اور

---

[1] رام چرت مانس "تلسی داس" [2] داستان امیر حمزہ

ہیرو کے جوہر نمایاں ہونے لگتے ہیں وہ بے عملی کی زندگی سے نکل کر عمل کی سُلگتی ہوئی زمین پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ ولین اپنی زندگی میں اُسے سکون کا سانس نہیں لینے دیتا اور ہیرو سکون کی تلاش میں منزلیں طے کرتا جاتا ہے۔

انسان کی حالت پہاڑ سے نکلے ہوئے سنگ مرمر کے اس ٹکڑے جیسی ہے جس کی ساری خوبصورتی اس کے اندر چھپی رہتی ہے جب سنگ تراش اسے خراش تراش کر پالش اور جلا سے آراستہ کرتا ہے تب اس کا حسن ظاہر ہوتا ہے۔ ولین سنگ تراش کی طرح ہیرو کو خراشتا تراشتا ہے انسان خود بھی اپنے ذاتی جوہر سے واقف نہیں ہوتا، جب سخت حالات کی کڑی دھوپ اُسے جلاتی ہے گرم ریت پر ننگے پاؤں چلنا پڑتا ہے تو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا ہے اور تب اس کا دماغ اور جسم دونوں خود کو حالات سے نمٹنے کے لئے تیار کرنے لگتے ہیں۔

ولین ہیرو کے لئے ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس میں کودنا ہیرو کے لئے ضروری ہو جاتا ہے ورنہ خود اس کا وجود ختم ہو جائے، اپنے آپ کو بچانے اور منزل تک پہنچنے کے لئے ہیرو جدوجہد جاری رکھتا ہے چھوٹی چھوٹی کامیابیاں اس کے حوصلے بڑھاتی ہیں اور اس ٹکراؤ اور جدوجہد سے اُس کی خوبیاں نمایاں ہونے لگتی ہیں اس کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور تب وہ مشکلات سے ہراساں نہیں ہوتا خود اعتمادی اُسے بڑے سے بڑے خطرے سے ٹکرانے پر آمادہ کرتی ہے اور وہ بڑے خطرے سے ٹکرا جاتا ہے۔

جب امیر حمزہ مکہ گئے ہوئے تھے اور لشکر اسلام نامور سرداروں سے خالی تھا اس موقع پر بہمن نے فائدہ اُٹھایا اور کثیر فوج سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ امیر حمزہ کا کمسن بیٹا قباد جنگ کرنے کے لئے میدان میں گیا بہمن نے دیکھا تو خوش ہوا کہ میں قباد کو گرفتار کر کے مسلمانوں کو بلیک میل کروں گا اس لئے وہ خود مقابلے کے لئے آیا بہمن نامی گرامی پہلوان اور تجربہ کار جنگجو ہے اس کے مقابلے میں قباد کی یہ پہلی جنگ ہے مگر قباد نے بہمن کو اس طرح زخمی کیا کہ اُسے میدان سے بھاگنا پڑا اس جنگ سے قباد کا حوصلہ بڑھا۔[1]

اس طرح بختک کی دشمنی نے امیر حمزہ کو بہادری کے کارناموں کے لئے وسیع میدان فراہم کر دیا ورنہ امیر حمزہ کے جوہر اندر ہی چھپے رہتے اور شاید وہ معمولی سردار ہی رہ جاتے۔

---

[1] داستان امیر حمزہ ۔ طلسم ہوشربا

قاسم، ایرج، بدیع الزماں، نورالدہر وغیرہ اسی لئے مرکزی لشکر سے جدا ہو جاتے ہیں کہ مشکلات میں تنہا گھر کر اس سے نکلنے میں اُن کے جوہر نمایاں ہوتے تھے۔

یہ مشکلات ویلین کی پیدا کردہ ہوتی ہیں اس طرح ویلین ہیرو کو نمبر کرتا ہے۔

ویلین آخر میں ہار جاتا ہے

بقول علامہ اقبال تکبّر وہ بُری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے ویلین متکبر ہوتا ہے اُسے اپنی طاقت اور اختیارات کا گھمنڈ ہوتا ہے اور اسی طاقت کے زعم میں وہ ظلم کی رسّی دراز کرتا ہی چلا جاتا ہے اب اُسے اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں خدا جہاں اُسے طاقت اور اختیار دیتا ہے وہیں دل کی سیاہی بھی بڑھا دیتا ہے اور طاقت اور بدی مل کر ایک بھیانک شکل اختیار کر لیتی ہیں اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے مظلوموں کی فریاد سننا چھوڑ دیا ہے۔ یا قدرت بھی ظالم کی مدد کر رہی ہے یہاں تک کہ ظلم کا پیمانہ چھلک جاتا ہے۔

داستانوں کے ویلین اپنی بہیمانہ فطرت میں مکمل ہیں ان کے سیاہ کارنامے لرزہ خیز ہیں وہ اپنی بدی کی قوت کو اتنا بڑھا چکے ہوتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے وہ امر ہو گئے موت وحیات پر وہ ویسے ہی قادر ہو جاتے ہیں اکثر کی زندگی لوح میں محفوظ ہوتی ہے بغیر لوح اور مہرہ حاصل کئے اُنہیں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے بھی ساحر ہیں جو سیکڑوں سال تک زمین میں دفن ہو کر یا حجرہ نشین ہو کر عبادت و ریاضت سے ابدیت حاصل کر لیتے ہیں اور اپنی موت کا راستہ گم کر دیتے ہیں جیسے تاریک، مشعل، احتقاق عفریت طلسمی وغیرہ۔

مگر دنیا فانی ہے اس لئے کامل و اکمل ساحر کا بھی کوئی نہ کوئی کمزور پہلو ضرور ہوتا ہے جہاں سے وہ مار کھاتا ہے، مشعل جادو قتل ہو کر جسم تبدیل کر کے پھر سے زندہ ہو جاتا ہے، تاریک پر نہ سحر اثر کرتا ہے نہ بے ہوشی تاثیر کرتی ہے اور وہ زبردست ساحرہ بھلکے، بہادروں کی بھی اس کے سامنے نہیں چلتی وہ سب کو چیر پھاڑ کر کھا جاتی ہے۔ اسی طرح عفریت طلسمی کے بگڑ جانے پر خود اس کا خالق بھی اُسے کنٹرول نہیں کر سکتا، وہ اپنے خالق یاقوت سخندان کو بھی کھا جاتا ہے۔

اگر بدی کی طاقتیں دائمی ہو جاتیں تو پھر دنیا سے نیکی کا نام مٹ جاتا، اس لئے ویلین ایک

شرارے کی طرح چمک کر گھڑی دو گھڑی کے لئے آنکھوں کو خیرہ ضرور کرتا ہے مگر پھر ختم ہو جاتا ہے۔ ماجیان افات، صنعت، سحر العجائب، خود افراسیاب، تاریک احتقاق اور خود سامری و جمشید جو اس کالے علم کے موجد تھے مر گئے، اس فانی دنیا میں کہیں نہ کہیں اُن کی موت پوشیدہ ہے، کوئی تیغہ، طلسمی سے قتل ہوتا ہے، کوئی کسی کے خون کے چھینٹوں سے کوئی جنگ کرتا ہوا مارا جاتا ہے۔

جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے تو خدا ظلم کی رسی کھینچ لیتا ہے۔ ہیرو کو ان کا ملک الموت بنا کر بھیج دیتا ہے اور لاف و گزاف کرنے والے، بظاہر نا قابل تسخیر نظر آنے والے خاک و خون میں غلطاں نظر آتے ہیں۔

ویلین قاری یا سامع کی کم سے کم ہمدردی پانے والا ہوتا ہے۔

ہیرو ویلین کی راہوں میں دشواریاں پیدا کرتا ہے اس سے ایک طرف قصہ آگے بڑھتا ہے دوسرے اس میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے ہیرو ویلین سے نبرد آزما ہوتا ہوا کامیابی کے لئے جد و جہد کرتا ہے تو تجسس پھر کیا ہوا سے مجبور ہو کر قاری آگے کی طرف بڑھتا ہے چوں کہ قاری فطری طور پر نیک رحم دل اور مظلوم ہوتا ہے اس لئے ہیرو کی مشکلات دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہے وہ خود بھی مظلوم ہے اور اپنے زمانے میں ظالم کا ظلم سہہ رہا ہے اس میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو لہذا اپنے ہی جیسے ہیرو کو ظلم سے ٹکراتے دیکھ کر اس کی ہمدردی ہیرو کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ داستانوں کے ویلین اتنے خونخوار اور وحشی کہ ان کی ہیبت دلوں میں بیٹھ جاتی ہے اور یہی تمنا ہوتی ہے کہ ظالم کسی طرح مارا جائے تاکہ عوام الناس اور خاص کر ہیرو اس کے ظلم سے نجات پائے، جب ہیرو اس پر غالب آتا ہے تو قاری کو دہری خوشی ہوتی ہے ایک تو ہیرو کی کامیابی سے دوسرے ظالم کی تباہی سے ویلین جتنا زبردست ہوتا ہے قاری کی نفرت ان کے ساتھ اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔

مگر موجودہ زمانے میں ویلین کی زندگی کے دونوں رُخ تاریک نہیں کہیں کہیں سے روشنی کی کرن بھی پھوٹتی وہ کوئی ایسا کام بھی کر دیتا ہے کہ قاری کو تھوڑی سی ہمدردی ہو جاتی ہے جیسے ظلیم مسرور کے ناول بہت گردی کا کریم وہ ہیرو کی مدد کرتا ہے اور ہر چند کہ وہ ہیرو کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلتا ہے اور پولس جیپ کے کر مر جاتا ہے ہیرو اس کی لاش پر روتا ہے کہ اب میں اس کے احسانات کس طرح اُتاروں گا۔

مگر داستانوں کے ویلین مکمل بد ہوتے ہیں اس لئے قاری کو اس سے ہمدردی نہیں ہوتی۔

نفسیاتی جائزہ

نفس انسانی گوناگوں پیچیدگیوں کا حامل ہے۔

خدا نے انسان کو مخلوقات میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ عطا کر کے اپنی نمائندگی کے لیے اُسے
یا میں بھیجا اور اشرف المخلوقات بنایا اور ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو بہترین تقویم[1] میں پیدا
یا، اسے سوچنے اور فکر کرنے کی صلاحیت ودیعت کی گئی۔ بہترین زندگی گزارنے کے لئے مذہب
ے ایک صالح راستہ اس کے سامنے رکھا۔ مذہبی کتابوں نے تفصیل کے ساتھ نیکی اور بدی کے فرق
واضح کر کے جنت اور دوزخ کا خوف دلایا اور یہ اعلان بھی کیا کہ میں نے زمین آسمان[2]
رے لیے مسخر کر دیا اور انسان اپنی دماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ترقی کے منازل طے
رتا ہوا چاند تک پہنچ گیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے جہاں انسان کی دنیا کو جنت بنایا وہیں
نم بھی تعمیر کر دیا۔ انسان آرام و آسائش کے ساتھ نئی نئی پریشانیوں میں بھی گھر گیا اب وہ پہلے
سا نیک اور معصوم انسان نہیں بلکہ قرآنی الفاظ میں اسفل سافلین میں بھیکی ہوئی مخلوق
ن گیا۔ مادی ترقی نے اُسے طرح طرح کے کمپلکسز میں مبتلا کر دیا۔ احساس کمتری اور احساس برتری
ے بہت سی نئی شاخیں پھوٹیں، بہت سے نئے کمپلکسز نے جنم لیا اور نفس انسانی گوناگوں پیچیدگیوں
ں جکڑتا چلا گیا۔

آج بظاہر معصوم صورت مرد یا حسین عورت اپنے اندر کتنے طوفان چھپائے ہوئے ہیں
ں کا اندازہ نہیں ہوتا، ان احساسات میں محرومی و مایوسی کے علاوہ اذیت پسندی کا رجحان بھی بڑھ
ہے۔ یہ اذیت پسندی بھی ایک طرح کی نہیں ہوتی، کسی کو جبریہ جنسی لذت حاصل کرنے میں سکون
ہے، کسی کو بہتا ہوا خون دیکھ کر لذت ملتی ہے۔ کسی کو دوسرے کو اذیت دے کر سکون ملتا ہے

---

[1] لقد خلقنا فی احسن تقویم ---۱۲--- سورۃ التین پارہ ۳۰
[2] سخر لکم ما فی السموات الارض سورۃ جاثیہ آیت ۱۳ ثم رددنٰہ اسفل سافلین ،،

کسی کو خود کو اذیت دینے میں راحت ملتی ہے۔ یہ اذیت پسندی اپنی وحشت و بربریت کے سکون کے لئے نئے نئے راستے ڈھونڈتی ہے۔ پہلے فسادات میں گھر جلائے جاتے تھے اور انسان قتل کئے جاتے تھے اب انسان زندہ آگ میں جلائے جاتے ہیں ان کی چیخیں اور کراہیں دیر تک اذیت پسندی کے جذبے کو سکون دیتی ہیں۔

جہاں ایٹم بم سے چمکتی شاہراہیں ہیں، بلند و بالا عمارتیں، ٹیلی ویژن وسی سی آر چمکتی ہوئی کاریں اور زندگی کی آسائشیں ہیں وہیں بے روزگاری اور عزبت بھی ہے۔ ایک شخص کھانا ہضم کرنے کے لئے چہل قدمی کرتا ہے دوسرے کو پیٹ بھرنے کے لئے کڑی دھوپ میں چلنا پڑتا ہے۔ اس سماجی نابرابری اور اندھیرے میں گم مستقبل نے نوجوانوں کی ذہنی حالت کو اتنا پراگندہ کر دیا ہے کہ ان کے ذہن میں گرہیں پڑتی گئیں، وہ طرح طرح کی نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوتے گئے، خودکشی اور ذہنی توازن کھونے کی شرح میں اضافہ ہوا، غصہ اور جھنجھلاہٹ نے انہیں فرار پر آمادہ کیا، انہوں نے سارے سماجی قوانین توڑ ڈالے اور باغی بن گئے، غلط راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے، سماجی برائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے، نشہ اور ادویات میں پناہ ڈھونڈنے لگے، بُرائی کو برائی سمجھتے ہوئے اُسے کرنے پر مجبور ہیں۔

یہی صورت حال متوسط طبقے کی جوان لڑکیوں کی ہے۔ شادی اُن کے لئے مسئلہ بن گئی ہے، ایک گھر شوہر کی محبت، بچوں کا شور اُن کے لئے خواب بن گیا ہے، گھر میں بچپن سے لڑکیوں کو بوجھ سمجھا گیا اور وہ خود کو والدین پر بوجھ سمجھتی ہوئی جوان ہوئیں تو ایک طرف جسمانی تقاضے دوسری طرف والدین کی مجبوریوں نے اُنہیں ذہنی اور جسمانی دونوں اذیتوں میں مبتلا کر دیا اور اُن کا ذہن پیچیدگیوں کا شکار ہوتا چلا گیا۔

ایسا نہیں کہ صرف بے روزگار نوجوان اور متوسط طبقے کے افراد ہی ذہنی پیچیدگیوں کا شکار ہیں۔ اونچے طبقے کے افراد بھی کچھ کم کمپلکسز میں مبتلا نہیں، کچھ تو والدین سے ورثے میں لے کر پیدا ہوتے ہیں کچھ ان کے ارد گرد کے ماحول کا اثر ہوتا ہے اور کچھ انسانی فطرت میں پوشیدہ ہوس کی کارفرمائیاں اور کچھ پیچیدگیاں اس کی فطرت میں نہاں ہوتی ہیں۔

نفسیات میں انسانی اذہان کی انہیں پیچیدگیوں کو سلجھانے کے لئے ۱۸۹۰ء، ۱۹۰۶ء اور

Super Ego کی اصطلاحیں وضع کی گئی ہیں جسے مذہبی کتابوں میں نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کا نام دیا گیا ہے خود پرانے علوم میں ذہن، عقل، دل، ضمیر، ارادہ، ہوس، حواس، ہوش، پاگل وغیرہ جیسے الفاظ انسانی ذہن کی پیچیدگیوں پر دال ہیں۔

ماہر نفسیات ہنس راج بھاٹیا[1] اس کے علاوہ بھی ذہنی پیچیدگیوں کے بہت سے اسباب بتاتے ہیں کسی نوجوان کو سماج میں نمایاں مقام نہیں ملتا تو وہ اپنی اہمیت جتانے کے لئے جرم کا راستہ اپناتا ہے۔ کسی جرم کے احساس سے بے چین ہو کر بھی وہ جرم کا راستہ اپناتا ہے تاکہ اُسے سزا ملے اور اس کے احساس جرم کو سکون ملے، خاندان میں ایک بھائی کی تعریف دوسرے کو حسد میں مبتلا کر کے اس کے ذہن میں گرہیں ڈال دیتی ہیں، والدین کی غلطیاں بھی بچوں کو نفسیاتی پیچیدگیوں میں مبتلا کر دیتی ہیں کیوں کہ وہ والدین کو اپنا آئیڈیل سمجھتا ہے اور جب انہیں غلطیاں کرتے دیکھتا ہے تو نیکی پر سے اس کا اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔

ماہر نفسیات تجربے کر رہے ہیں، ذہنی پیچیدگیوں کو سمجھنے اور اُنہیں نام عطا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جتنی زیادہ تحقیق و جستجو ہو رہی ہے اتنی ہی زیادہ نئی نئی گتھیاں سامنے آتی جا رہی ہیں

انسانی وجود میں نیک و بد دونوں رُخ پوشیدہ ہیں

دو طاقتور جذبے تخلیق آدم کے وقت سے ہی انسان میں موجود ہیں ایک شر ہے دوسرا خیر انسانی جسم کے ساتھ یہ جذبے بھی پرورش پاتے ہیں، خدا نے شر کے فروغ کے لئے شیطان کی تخلیق کی جو دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، گناہ کی ترغیب دے کر بدی کے جذبے کو اُبھارنا چاہتا ہے۔ اور خیر کو زندہ رکھنے کے لئے پیغمبر بھیجے۔ جو جذبۂ خیر کو فروغ دیتے۔ خود خدا کو شر کی طاقت کا احساس تھا اس لئے شیطان تو ایک ہی پیدا کیا۔ مگر نبیوں کے آنے کا سلسلہ جاری رہا، کتابیں نازل ہوتی رہیں جو بدی سے بچنے کی تلقین کرتی رہیں۔

انسان کے اندر پوشیدہ یہ طاقتیں ماحول اور حالات کے تحت گھٹتی بڑھتی ہیں اگر ماحول صالح ملتا ہے تو مذہبی تعلیمات کا دل پر اثر ہوتا ہے تو نیک جذبہ فروغ پاتا ہے بدی کی طاقتیں

---

[1] انارلڈ، سائیکولوجی، صفحہ ۳۰۹

سر اُٹھاتی بھی ہیں تو وہ اُنہیں کچل ڈالتا ہے۔ اگر ماحول موافق نہیں ملتا تو بدی کی طاقتیں اُبھرنے لگتی ہیں اور مذہبی احکامات بھی پس پشت پڑ جاتے ہیں، گناہ لذت بخش ہوتا ہے اور اگر ایک بار بدی بے لگام ہو گئی تو انسان گناہ کے دلدل میں دھنستا ہی چلا جاتا ہے۔

انسان کے اندر پوشیدہ نیکی اور بدی کی یہ طاقتیں روزِ ازل سے ایک دوسرے سے متصادم ہوتی آئی ہیں۔ انسان ہوس اور اقتدار کی لالچ میں قتل و خونریزی جیسے جرائم بھی کرتا رہا اور پیغامبر بن کر حق و صداقت کی شمع بھی روشن کرتا رہا اور اس کے لئے اپنی گردن تک کٹواتا رہا۔

جب دنیا اتنی ترقی یافتہ نہیں تھی تو جذبوں میں صداقت اور شدت تھی اگر انسان کے نیک جذبے فروغ پا جاتے تو پھر وہ ساری زندگی نیک رہتا اور بدی کے خلاف صف آرا ہو جاتا اسی طرح بدی کی طاقت کے فروغ پانے کے بعد وہ ابو جہل کی طرح برائی پر اسی شدت سے قائم رہتا تھا۔

مگر اب جذبوں میں وہ شدت نہیں اس لئے اب انسان نہ پورا نیک ہے نہ پورا بد اور آج نیکی اور بدی کا تصادم زیادہ شدید ہو گیا ہے مگر یہ جنگ انسان کے باہر سے زیادہ اندر لڑی جا رہی ہے، دل جس میں خواہشات بھرے ہوئے سمندر کی طرح موجیں مارتی رہتی ہے وہ ہر قید و بند کو توڑ کر اپنی خواہش کے لئے بے چین کرتا ہے، دماغ اس خواہش کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر جائز ناجائز غلط صحیح کا فیصلہ کر کے اسے بدی کے کاموں سے روکتا ہے، ایک طرف گناہ کی لذت ہے دوسری طرف گناہ کا خوف۔

وجود میں پوشیدہ نیک و بد ہر رخ کو اڈ، ایگو اور سپر ایگو کہا گیا ہے

ماہر نفسیات فرائڈ نے ان نیک اور بد جذبوں کو Id اور Ego سپر Ego کا نام دیا ہے۔ بچوں میں ہوتا ہے اور وہ جائز ناجائز اچھے برے کا خیال کئے بغیر اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتے ہیں اگر ان کی مناسب تربیت نہیں ہوتی تو اڈ ترقی کرتا جاتا ہے اور انسان بدی کا نمائندہ بن جاتا ہے۔ جائز ناجائز خواہشات، تخریبی کاروائیاں اڈ کی پیداوار ہیں۔ اڈ کو حقیقت اور وقت کا علم نہیں ہوتا اس کے پیش نظر خواہشات کی تکمیل اور حصول لذت سب سے اہم ہے چاہے وہ غلط راستوں سے ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

ماہر نفسیات ریجرڈ ڈبلو نائس اڈ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اڈ ذہن کا وہ نظر نہ آنے والا حصہ ہے جس میں نوزائیدہ خواہشات ' ارمان اور تمنائیں رہتی ہیں جو جائز نا جائز کے قبضے سے باہر رہتی ہیں"۔[1]

سوپرایگو انسان کو اعتدال بناتا ہے، فاسد جذبے کو کچلتا ہے اور نیکی کا راستہ اختیار کر کے انسان کو مہذب بناتا ہے۔ سوپرایگو کی تعریف کرتے ہوئے پروفیسر نگینہ پرشاد لکھتے ہیں۔

"سوپرایگو شخصیت کا وہ حصہ ہے جو ہمیں مہذب بناتا اور اچھے طور طریقے سکھاتا ہے اور شری خواہشات کی تکمیل میں حائل ہوتا ہے"[2]

سوپرایگو اور اڈ کے درمیان میں ایگو ہوتا ہے جو اڈ کی ناجائز خواہشات کو یہ کہہ کر کنٹرول کرتا ہے کہ ابھی اس کام میں خطرہ ہے یعنی وہ اڈ کی خواہشات کو رد نہیں کرتا بلکہ اُسے مناسب وقت کا منتظر رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

انہیں نیک و بد رُخ کو قرآن میں نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے مذہبی اور عمرانی لحاظ سے بھی بعض شخصیتوں کے یہاں خیر یعنی نفس مطمئنہ کا غلبہ رہتا ہے جیسے حضرت حسینؓ اور بعض کے یہاں شر یعنی نفس امارہ کا جیسے ابوجہل یا ابن ضیاد ویلین دراصل انسانی ذات کی اس سطح کا سمبل ہے جہاں نفس امارہ یا اڈ کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا رہتا ہے اور وہ اپنی جائز ناجائز خواہشات کسی بھی طرح پوری کرنا چاہتا ہے اُسے نہ معاشرے کی پرواہ ہوتی ہے نہ مذہبی اقدار و تعلیمات کی۔

لہٰذا جب ہم ویلین کے نفسیاتی اسباب پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ویلین وجود کی اس سطح کا ترجمان ہے جہاں اعتدال نہیں۔

(الف) خواہشوں اور وہ بھی ناجائز خواہشوں کی کوئی منزل نہیں اگر کوئی شخص نشہ کا عادی ہوتا ہے تو پہلے شراب کی مقدار بڑھاتا ہے کچھ دنوں بعد وہ مقدار اپنا اثر کھو دیتی ہے تھوڑی دیر کا نشہ لذت کھو دیتا ہے اور وہ ہر وقت نشہ میں رہنا چاہتا ہے، کچھ دنوں بعد شراب سے بھی نشہ نہیں ہوتا تو مارفیا ہیروئن اور کوکین میں پناہ ڈھونڈتا ہے اس طرح اگر کوئی شخص اذیت پسندی کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو دھیرے دھیرے یہ مرض بڑھتا ہی جاتا ہے، موت اُس کے نزدیک

---

[1] اے ہینڈ بک آف ابنارمل سائیکولوجی [2] ابنارمل سائیکولوجی ۔ ۔ ۔ صفحہ ۲۲

اس کی لذت کی موت ہے لہٰذا اپنے جذبے کی تسکین کے لئے وہ نئے نئے طریقے سوچتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تاریک شکل کش نے پہلے مردہ انسان کا گوشت کھانا شروع کیا ہوگا پھر جب مردہ گوشت نے لذت کھودی ہوگی تو تازہ گوشت استعمال کیا ہوگا پھر وہ زندہ انسانوں کو کھانے لگی وہ بھی پیر کی طرف سے یعنی مرنے میں دیر لگے اور اس کے جذبۂ اذیت پسندی کو دیر تک سکون ملتا ہے۔

(ب) ویلین کرداروں کے مطالعہ میں انسان کی ابتدائی وحشی جبلت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں انسان غاروں سے نکل کر میدان میں آیا، اس کے سامنے زندگی کی اعلیٰ قدریں، گناہ و ثواب کا تصور، نیک بد کی تمیز، نہ تھی، خواہش منہ زور گھوڑے کی طرح سر اٹھائے اُسے پریشان کر رہی تھیں جن کی تکمیل کے لئے وہ خود مختار تھا، چاہے جو راستہ اپنائے، بھوک لگے تو جنگلی جانوروں کا شکار کر کے ان کا کچا گوشت کھا جائے خون پی کر پیاس بجھائے جنسی بھوک پریشان کرے تو من چاہی عورت سے ہم بستر ہو جائے چاہے وہ اس کی خالق بھی کیوں نہ ہو۔

(ج) ویلین میں اس ابتدائی انسان کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ جو جائز ناجائز کسی طرح کائنات کے ہر مظہر اور شے پر حاکم و متصرف ہونا چاہتا ہے۔ جب قانون نہیں تھا تو جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کے مصداق جو طاقتور ہوتا تھا وہ اپنی طاقت کے زعم میں کسی کے شکار کسی کی زمین کسی کی عورت پر قابض و متصرف ہو جاتا تھا اس کو روکنے کے لئے کوئی سماجی اصول اور قانون نہیں تھا جس کا اُسے خوف ہوتا۔

ویلین کرداروں میں بھی ابتدائی جذبے کارفرما رہتے ہیں، وہ قانون کی برتری تسلیم نہیں کرتے سماجی بندھن توڑ ڈالتے ہیں، مذہبی احکامات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں صرف نفس کے غلام ہوتے ہیں چاہے فریب یا طاقت جیسے بھی ہو اقتدار اعلیٰ حاصل کر کے اپنی ہوس کی تسکین کرتے ہیں۔

ویلین اسطوری سطح پر خالق کائنات کے دوسرے پہلو کا استعارہ ہے

خدا نے دنیا پیدا کی پہلے شیطان پھر نبیوں کو اس دنیا میں بھیجا، شیطان نے دنیا میں خلق خدا کو گمراہ کر کے اپنا اقتدار بڑھانا شروع کیا۔

تب پیغمبروں کو حکم دیا کہ وہ شیطانی طاقت کے خلاف علم بغاوت بلند کریں اور اسے ہر محاذ پر شکست دیں اور روز ازل سے خیر و شر کا یہ تصادم جاری ہے، دونوں طاقتیں ایک دوسرے کے

خلاف صف آرا ہیں یہ عجیب بات ہے کہ خدا نے ایک ہی شیطان کو اس دنیا کے لئے کافی سمجھا اور نیکی کے فروغ کے لئے نبی ولی اللہ صوفیوں اور فقیروں کا سلسلہ جاری رہا۔ خود خدا کو اپنے دوسرے پہلو یعنی شر کی طاقت کا اور نیکی کی کمزوری کا احساس تھا۔ ویسے بھی دیکھا جاتا ہے کہ خدا ظلم کی رسی کو دراز ہونے کا موقع دیتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ وہ آخر میں اس رسی کو کھینچ کر ظلم و ستم کا خاتمہ کرتا ہے مگر شروع میں تجاہل عارفانہ سے کام لیتا ہے اور ظلم کی رسی اس وقت کھنچی جاتی ہے جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے اور خلق خدا اس سے پناہ مانگنے لگتی ہے۔

تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خود خدا کو اپنا تاریک پہلو بھی پسند ہے اس لئے اس نے شیطان کو ابدیت بخش دی، شر کی تاریکی کو دور کرنے کی کوشش روزِ ازل سے جاری ہے مگر گھٹنے کے بجائے بدی کو فروغ ہو رہا ہے، ملٹن کو گمشدہ جنت اور اقبال کو جبریل و ابلیس میں اس بات کا احساس ہوا کہ آج دنیا پر شر کی حکمرانی ہے اور خیر کی روشنی سمٹتی جا رہی ہے۔

خدا انسان کا خالق ہے وہی تقدیر کے نہاں خانے میں رنگ آمیزی کرتا ہے اور پھر ایسی جگہ پیدا کر دیتا ہے جہاں کا ماحول تاریکی کے فروغ میں معاون ثابت ہوتا ہے یا ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ انسان خود ہی تاریکی کا دلدادہ ہو کر شیطان کی صف میں شامل ہو کر نیکی کی روشنی بجھانے کے درپے ہو جاتا ہے خدا رحیم و کریم کے ساتھ قہّار و جبّار بھی ہے۔

خیر و شر کی یہ کشمکش دنیا کو حسین بنائے ہوئے ہے اگر یہ کشمکش نہ ہوتی تو انسان دنیا اور اس کی یکسانیت سے گھبرا جاتا ہے۔ اس کے قوئی اتنے چاق و چوبند نہ رہتے اور نہ زندگی سے محبت اور موت کا خوف نہ ہوتا، جنت کا تصور خوش آیند اور جہنم کا ڈراؤ نا معلوم نہ ہوتا، دن کی روشنی کا احساس رات کے اندھیرے کا مرہون منت ہے، ظلم و تشدد سے ہی رحم و راحت کا احساس ہوتا ہے۔

اس دنیا کی تخلیق ایک داستان کی طرح ہوئی ہے۔ خدا نے نور پیدا کیا اور ابلیس نے خاکی پتلے کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اُسے راندۂ درگاہ کر کے دنیا میں بھیج دیا گیا اور پھر خاکی پتلے کو بھی دنیا میں بھیجا۔ ابلیس جوشِ انتقام میں دیوانہ ہو کر ہیرو یعنی خاکی پتلے کا دشمن بن گیا اور اس کی عظمت گھٹانے کے لئے اسے قدم قدم پر شکست دینے کی کوشش کرتا ہے۔ دونوں اپنی فوج بنا کر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو جاتے ہیں۔ اس جنگ اور کشمکش میں دلچسپی ہنگامہ اور فتح و شکست کی رسہ کشی جاری ہے اور اس

داستان کے انجام کی طرف مذہبی کتابوں میں اشارہ کردیا گیا ہے قیامت یعنی فیصلہ کن جنگ جس کے بعد سب کچھ ختم ہو جائے گا اور اس جنگ میں شامل کرداروں کا خدا کے دربار میں احتساب ہوگا کسی کو اعزاز و اکرام یعنی جنت ملے گی اور کسی کو بغاوت اور سرکشی کے الزام میں جہنم کے دہکتے ہوئے شعلوں کے حوالے کیا جائے گا۔ اس طرح یہ داستان اپنے انجام کو پہنچے گی۔

داستانوں میں بھی یہی ہوتا ہے۔ داستان گو یا داستان نگار اپنے ذہن سے ایک دنیا یعنی قصہ تعمیر کرتا ہے۔ پھر نیک و بد کرداروں سے اس دنیا کو آباد کرتا ہے اس کے تخلیق کردہ دونوں رُخ اُسے عزیز ہوتے ہیں وہ نیکی کے محاسن کو چمکاتا ہے تو بدی کے اندھیرے کو بھی بڑھا دیتا ہے بلکہ بدی کے اندھیرے پر زیادہ محنت اور توجہ دیتا ہے تاکہ قصہ دلچسپ ہو، پھر فیصلہ کُن جنگ میں نیکی کو کامیاب اور بدی کو شکست دیتا ہے نیکی کا ساتھ دینے والے کو اعزاز و اکرام سے نوازا جاتا ہے اور بدی کا ساتھ دینے والوں کو دار پر چڑھایا جاتا ہے۔

نیکی اور بدی خود خدا کے دو رُخ ہیں لہذا ویلین کی فطرت کا مطالعہ خالق کائنات کے دوسرے رُخ کا مطالعہ ہے۔

ویلین اپنی تفہیم پر آمادہ نہیں ہوتا۔

اڈ یا نفس امارہ کی ترقی انسان کو نیکی سے ہٹا کر بدی کی طرف مائل کر دیتی ہے اور انسان نفس کا غلام بن جاتا ہے نفسیات میں اس صورت حال کو غنودگی یا चेतन [illegible] کہا گیا ہے اس حالت میں انسان کو اچھائی برائی، صحیح غلط کی تمیز نہیں رہ جاتی ایگو کی بندشیں اور سوپرایگو کا احتجاج پس پشت پڑ جاتا ہے صرف غنودہ حالت کی خواہشیں رہتی ہیں اور نامناسب ماحول یا ناکامیابی کے سبب خواہشیں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں اور زیادہ دن گزرنے کے بعد غلط اور صحیح کا احساس بھی فنا ہو جاتا ہے اور برائی اچھائی بن جاتی ہے جس کا مظاہرہ دوسری جنگِ عظیم میں ہٹلر نے کیا، اس نے غلط پروپیگنڈا اتنے شد و مد سے کیا کہ اس پر حقیقت کا گمان ہونے لگا، اگر جھوٹ مسلسل بولا جاتا ہے تو پھر وہ سچائی بن جاتا ہے یا اس پر سچائی کا گمان ہونے لگتا ہے۔ یہی حالت ویلین کے ساتھ ہوتی ہے اس کی بدی اتنی مستحکم ہو جاتی ہے کہ اس کے نزدیک وہی زندگی کی سچائی اور نصب العین بن جاتی ہے۔

اور وہ اپنے نصب العین پر زندگی قربان کر دیتا ہے مگر اس میں سر مو فرق گوارہ نہیں کرتا۔ جنگ اور
محبت میں سب کچھ جائز ہے ویلین اسی اصول پر عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے نصب العین کے لئے کسی
اصول یا ضابطے کا پابند نہیں ہوتا، کبھی طاقت، کبھی خوشامد کبھی مکر سے اپنا کام نکالتا ہے۔ وہ
شکست کھانے کے بعد اپنی جان بچانے کے لئے مکر سے کام لے کر بظاہر ہیرو کی برتری تسلیم کرتا ہے
مگر موقع کی تاک میں رہتا ہے کہ اس شکست کو فتح میں بدل ڈالے۔ اس کا دل اس حد تک سیاہ
ہو چکا ہوتا ہے کہ تیز سے تیز روشنی بھی اسے منور نہیں کر پاتی۔ انسان جب تک کسی بات پر غور نہیں
کرتا اس کی خوبیاں اور خامیاں اس پر آشکارا نہیں ہوتیں۔ ویلین اپنے نصب العین سے
ہٹ کر دوسری طرف دیکھنا ہی نہیں چاہتا بدی پر اس کا اتنا یقین محکم ہوتا ہے کہ وہ نیکی کو دشمن سمجھ
کر اس سے جنگ اور اُسے شکست دینے کو ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیتا ہے۔ اسے اپنی غلطیوں
کا احساس ہی نہیں ہوتا لہذا وہ اپنی اصلاح پر کبھی آمادہ نہیں ہوتا۔

دریودھن نے اپنی دشمنی کی وجہ سے اپنے اوپر جنگ مسلط کر لی صرف ارجن کے ساتھی
در کرشن جی نے ہی اُسے صلح کا مشورہ نہیں دیا بلکہ بھیشم پتاما، درونا چاریہ اور
بدر ماجی نے بھی دریودھن کو سمجھانا چاہا۔ مگر دریودھن کو سب کے اچھے مشوروں میں کھوٹ نظر
یا اور وہ اپنی اصلاح پر آمادہ نہیں ہوا۔

راون سے بھی مصالحت کی بہت کوششیں ہوئیں مگر وہ صلح کا راستہ بند کر چکا تھا یہاں
تک کہ وبھیشن جیسے رازدار کے مشورے کو بھی حقارت سے ٹھکرا دیا بلکہ اُسے اتنا ذلیل
کیا کہ وہ اس سے بدظن ہو کر رام سے مل گیا۔ قریون کو بھی سمجھانے اور غلطی کی اصلاح کا مشورہ
دیا گیا ہیمن نے سمجھایا انطی گونی نے قائل کرنا چاہا درباریوں نے سمجھایا کاہن
تیرسیئس نے دیوتاؤں کی ناراضگی کا خوف دلایا مگر وہ سب کے مشوروں کو حقارت سے
ٹھکراتا رہا بلکہ سمجھانے پر وہ اتنا برہم ہوا کہ کل کا کام آج ہی ختم کر دیا۔

اردو داستانوں کے ویلین بھی اپنی تفہیم پر آمادہ نہیں، جن کے دلوں میں مکمل تاریکی نہیں، جن
کے اندر اڈ اور سوپر ایگو کا تصادم جاری رہتا ہے جب وہ ہیرو سے شکست کھاتے ہیں یا ان
کی کسی بات یا خوبی سے متاثر ہوتے ہیں تو بدی کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں، ہیرو ویسے بھی بے وجہ

کسی کی جان لینے کا ارادہ نہیں رکھتا، اس لئے غالب آجانے پر پوچھتا ہے" بول اپنے رب کی شناخت میں کیا کہتا ہے؟" اگر ویلین طاقت کے زعم اور نادانستگی میں غلط راستوں پر گامزن ہے تو اپنے برتر کی برتری تسلیم کر کے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے لات ومنات پر لعنت بھیجتا ہے اگر وہ سیاہ قلب اور واقعی ویلین ہوتا ہے تو یا تو مکر سے مسلمان ہوتا ہے یا پھر جان دینا منظور کر لیتا ہے مگر بدی کا راستہ چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ مسلمان اور کافروں کی جنگ دراصل نیکی اور بدی کی جنگ ہے اسلام قبول کر لینے کا مطلب زندگی کی صالح قدروں کی پناہ میں آجانا ہے۔

کبھی کبھی انسان کے اندر ہونے والا نیکی اور بدی کا تصادم خود ہی فیصلہ کر دیتا ہے جیسے لاچین کو بیٹھے بیٹھے اچانک خیال ہوا کہ لات منات بہر حال انسان تھے اور ان کو خدا ماننا مناسب نہیں۔ حالانکہ مسلمان ابھی طلسم ہوشربا سے دور تھے اس نے مسلمانوں کے نادیدہ خدا کے بارے میں صرف پڑھا اور سنا تھا چونکہ لاچین ویلین نہیں اس لئے کھلا ذہن رکھتا ہے غور و فکر کا دروازہ کھلا رکھتا ہے اور اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ مسلمانوں کا نادیدہ خدا سچا ہے۔ کوکب، نور افشاں، برہمن، بران ساحر ہونے کے باوجود کھلا ذہن رکھتے ہیں لہذا عمرو کی باتوں سے متاثر ہو گئے۔

مگر افراسیاب، صنعت، افات ماہیان، توسن، لقا، نوشیرواں، بہمن نرھ پاین، سالوس، ابلیس، خبیسہ، سحر العجائب مصر الغرائب شمشہ جادو، ملکہ دماہہ، نریمان وغیرہ مکمل ویلین ہیں اس لئے انہوں نے اپنی جان دے دی مگر اپنی اصلاح پر آمادہ نہیں ہوئے۔

ویلین کے یہاں اظہار ہے ابہام نہیں :

معمولی قسم کے سماجی مجرم جیسے چور ڈاکو راہزن بردہ فروش اور اسمگلر برا کام کرتے ہیں مگر ان میں اخلاقی جرأت نہیں ہوتی وہ اپنے مفاد کے لئے غلط کو غلط سمجھتے ہوئے اسے کرنے پر مجبور ہوتے ہیں مگر وہ اپنی دوسری شخصیت کو سماج کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں۔

مگر داستانوں کے ویلین معمولی نہیں ہوتے وہ غلط کو غلط سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ علی الاعلان کرتے ہیں بدی پر ان کا عقیدہ اتنا پختہ ہوتا ہے کہ وہ اس بدی کا اعلان کرتے ہیں جسمانی طور پر بھی وہ کمزور

ہیں ہوتے، اکثر پہلوان ہوتے ہیں یا پھر ساحر پہلوان طاقت کے نشہ میں سرشار رہتے ہیں ساحر
ی جسمانی قوت کم ہو سکتی ہے مگر اُن کی ذہنی طاقت اُنھیں سحر و ساحری میں طاق کر کے غیر معمولی بنا
تی ہے ویلین عموماً با اقتدار ہوتا ہے بادشاہ، سپہ سالار یا سردار ہوتا ہے اس لئے اُسے اپنے کسی غیر انسانی
مل پر ندامت نہیں ہوتی وہ اسے اپنی حکومت یا عہدے کے استحکام کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ
وام الناس کے دلوں پر اس کا رعب و دبدبہ قائم رہے اور اس کے ظلم کا دور دُور تک چرچا ہو، یہ بدنامی
س کے لئے عین نیک نامی ہے اس لئے وہ جتنا بُرا نہیں ہوتا اتنا خود کو مشہور کرتا ہے بلکہ وہ اپنے
یاہ کارناموں کو فخریہ اپنے منہ سے بیان کرتا ہے اسے کسی کا خوف نہیں، وہ جیسے ہی داستان کی سطح
ر قدم رکھتا ہے یا تو خود اپنے منہ سے اپنے ظلم و ستم کی کہانیاں دہرا دیتا ہے یا دوسرے کردار اس کا
عارف کرا دیتے ہیں۔

جب مشعل جادو کے آنے کی خبر گرم ہوئی تو خواجہ عمرو نے سوچا ہو گا کوئی عیاری
ر کے مار ڈالوں گا مگر کوکب نے بتایا کہ وہ کتنا خوفناک ہے آنکھ ملا کر روح قبض کرتا ہے اور وہ موت کو
سخر کر چکا ہے اس لئے قتل ہونے پر اپنی روح کسی دوسرے مردے میں داخل کر کے پھر اُٹھ
کھڑا ہو گا۔

اسی طرح احتقاق جادو کے آنے کا شور ہوا تو پہلے ہی سب کو معلوم ہو گیا کہ وہ کتنا
خطرناک ہے تین بار نقارہ بجائے گا اور سب گر کر بے ہوش ہو جائیں گے اس کے ساتھ قاتلوں کی فوج
ہے جو بے ہوش ہونے والوں کے سر کاٹ لے گی۔

اگر ویلین پہلوان ہوتا ہے تو میدان میں نکل کر گھوڑا دوڑاتا ہے گرز ہلاتا ہے شمشیر کی تیزی
کے جوہر دکھاتا ہے یہاں تک کہ اس کرتب بازی میں عرق عرق ہو جاتا ہے تب نعرہ کرتا ہے۔

لہ اے خدا پرستو اگر تم اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو ملکہ گیتی افروز کو سوار کر کے لے آؤ
اور میرے حوالے کر دو نہیں تو سب کو قتل کر دوں گا اور گیتی افروز کو زبدۂ آفتاب
ایرج نوجوان کے لئے تم سے چھین لے جاؤں گا۔"

لہ ایرج نامہ دفتر چہارم جلد دوم صفحہ ۵۳۱

یا نعرہ کرتا ہے جسے موت کی تمنا ہو وہ میرے مقابلے پر آئے میں فلاں بن فلاں ہوں اور میں نے یہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں آج میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچے گا۔

اردو فکشن میں جاسوسی ناولوں کو چھوڑ کر صرف فردوس بریں کے ویلین مشیخ علی وجودی کی بدی کا آخر میں علم ہوتا ہے وہ اپنی دوسری شخصیت پر اپنی بزرگی کا خول چڑھائے رہتا ہے ورنہ دوسری کہانیوں میں ویلین خود کو پوشیدہ نہیں رکھتا، کھلم کھلا میدان عمل میں ہیرو کے مقابل رہتا ہے۔

(باب سوم)

اردو داستانوں کے معروف ویلین

افراسیاب :-

افراسیاب طلسم ہوشربا کا بادشاہ ہے اس کے قبضے میں اٹھارہ سو ممالک ہیں بڑے بڑے نامی گرامی پہلوانوں اور ساحروں کے علاوہ تحفۂ طلسمی اور حجرۂ ہفت بلاؤں کا مالک ہے وہ خود بھی بہت بڑا جادوگر ہے۔ بقول کلیم الدین احمد [۱]

"افراسیاب اتنا بڑا جادوگر ہے کہ چاہے تو زمین کا تختہ اُلٹ دے۔"

افراسیاب ساحر ہے بہادر ہے اس لئے کسی کو اپنے سامنے کچھ نہیں سمجھتا، جب کبھی وہ مجبور یا عاجز ہو جاتا ہے تو آواز دیتا ہے۔ کیا طلسم ہوشربا فتح ہو گیا، فوراً ایک طائر تاج طلسمی اس کے سر پر رکھ دیتا ہے اور وہ دشمن کو مغلوب کر دیتا ہے، وہ کوکب دلاور اختشاں سے

---

[۱] فن داستان گوئی صفحہ ۶۸

مقابلہ کرتا ہے اور کبھی کبھی طیش میں لشکر اسلام میں گھس جاتا ہے اور لشکر اسلام کے نامی گرامی ساحر عمرو بہار، باغبان، برق بھاگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، وہ چاہے تو ایک دن میں لشکر اسلام کو ختم کر دے مگر جہاں اُسے بہت ساری سہولیات حاصل ہیں وہاں کچھ پابندیاں بھی ہیں وہ بادشاہ طلسم ہوشربا ہے اس لئے اپنے ہاتھ سے کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔

ایک ساحر کی وجہ سے افراسیاب مسلمانوں سے اُلجھا، وہ ساحر بدیع الزماں اور ملکہ تصویر کو قید کر کے طلسم ہوشربا میں لے آیا اور افراسیاب نے انہیں قلعہ توسن حصار میں قید کر دیا۔ ان کی رہائی کے لئے اسد غازی اپنے چھ عیاروں کے ساتھ طلسم ہوشربا میں داخل ہوا، افراسیاب کی بیٹی مہ جبیں اسد پر عاشق ہو کر اس کے ساتھ ہو گئی، مہ رُخ، بہار، عمرو وغیرہ بھی افراسیاب سے برگشتہ ہو کر اسد سے مل گئیں اور دھیرے دھیرے ایک لشکر تیار ہو گیا اور افراسیاب کو اس لشکر سے لڑتے لڑتے بارہ برس بیت گئے۔

کتاب سامری میں تحریر ہے کہ جب اسد غازی کو اس طلسم کی لوح ملے گی تب افراسیاب مارا جا سکے گا، افراسیاب نے لوح دریائے نیل میں زہرہ پری جادو کے پیٹ اور سر میں چھپا دی ہے اور زہرہ پری کو حکم دیا ہے کہ جب تک میں آواز نہ دوں تم باہر نہ آنا، اس لئے افراسیاب اپنی موت کی طرف سے بے فکر ہے اور بے خطر بلاؤں میں کود پڑتا ہے۔

افراسیاب میں وہ ساری خامیاں موجود ہیں جو ایک ولیین میں ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں، وہ احسان فراموش ہے جو اُس کے لئے جان دیتا ہے وہ اس کا بھی احسان مند نہیں ہوتا۔ جب باغ نجوم جرے کی حاکم ملکہ یاقوت سخنداں نے عفریت طلسمی کو طلب کیا اور وہ محبوب کاکل کشا کا کلیجہ کھا کر لشکر افراسیاب پر پلٹ گیا، عفریت ملکہ یاقوت اور ملک اخضر کو کھا گیا۔ افراسیاب اور اُس کا لشکر عفریت کے خوف سے بھاگ رہا تھا، اُس نے جیتی ہوئی بازی ہاری اور موت سر پر آ کھڑی ہوئی تھی۔ ایسے وقت محیط جادو نے اپنا سر قلم کر کے اور اپنا خون بہا کر عفریت طلسمی کا خاتمہ کیا، اُس کی موت پر افراسیاب کہتا ہے۔

لے محیط حرام زادہ یا وہ گو اپنی جان کر دے کر مرا مجھ پر کیا احسان کیا۔

لے طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۹۰۲

اسی طرح افراسیاب مشعل جادو، ملکہ تاریک شکل کش اور شہنشاہ نواز کی قربانیوں کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔ اپنی جان دینے سے پہلے محیط جادو افراسیاب کی کرتوتوں کا پردہ فاش کرتا ہے۔

لے کیوں اے افراسیاب یہ دن یاد نہ تھا مثل مشہور ہے اگر منتر سانپ کا نہ جانے بل میں کیوں انگلی ڈالے دیکھا تو نے کیا ذلت اٹھائی کبھی ہمارے پاس صلاح کو نہ آیا جان دینے کو ہم کو بلایا۔ وہ دن یاد ہے جس دن لاچین کو پکڑا تھا اور اس نے بے قرار ہو کر کہا تھا او افراسیاب ہم نے تجھ کو گھر بار کا مالک کیا تو نے مجھ کو قید کر لیا اس کا انجام بد ہوگا بلا میں پھنسے گا ... ...

اے ساکنان طلسم ہوشربا منم محیط جادو میں وہ شخص ہوں کہ میں نے کمال نمک حرامی کی شہنشاہ لاچین کو گرفتار کرایا مگر یارو یہ بھی سن لو افراسیاب کسی کے ساتھ وفا نہ کرے گا اپنے خیر خواہوں پر جفا کرے گا۔

طلسم ہوشربا کی پہلی جلد سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ افراسیاب غاصب ہے وہ طلسم ہوشربا کا وزیر تھا اس نے دھوکے سے بادشاہ کو گرفتار کیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا چھٹویں جلد میں افراسیاب کے وہ سارے احباب بھی سامنے آنے لگتے ہیں جنہوں نے افراسیاب کا ساتھ دیا تھا مگر کوئی بھی افراسیاب سے خوش نہیں، حالانکہ اس غداری کے عیوض افراسیاب نے ملکوں کی حکمرانی دی تھی' افراسیاب کو جھوٹ بولنے میں عار نہیں افراسیاب سے جب مشعل جادو نے پوچھا تم لاچین ہو تو افراسیاب نے کہا۔ شہنشاہ لاچین کا انتقال ہو گیا میں اس کا وزیر افراسیاب اب بادشاہ طلسم ہوشربا ہوں' خود لاچین افراسیاب کی غداری اور احسان فراموشی اس طرح بیان کرتا ہے۔

لے "افراسیاب جلاد ہے ہم نے اس کو گودیوں میں پالا سحر سکھایا گھر بار کا اختیار دیا جب یہ بے وفا مجھ کو گرفتار کر کے لے چلا میں نے حقوق اپنے یاد دلائے، اس بے حیا جلاد طبیعت میمون خصلت نے منہ پھیر لیا جواب بھی نہ دیا۔"

افراسیاب اپنے مفاد پر بڑی سے بڑی چیز قربان کرنے میں دریغ نہیں کرتا جب وہ

سے طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۹۰۰

حجرۂ اول کھولنے چلا تو حسب طریقہ بادشاہ کو اپنی سب سے زیادہ عزیز شئے قربان کرنی تھی افراسیاب نے اپنے پری چہرہ معشوق کو اپنے ہاتھ سے قتل کرکے اس کا خون مشعل کو پلا دیا۔

افراسیاب حسن پرست اور بدکردار بھی ہے مخمور وبہار پر اس کی نظر ہے اس لئے وہ اُن کی موت نہیں چاہتا، حد یہ کہ وہ بھانجی ملکہ ارمان جادو پر بھی بُری نظر ڈالتا ہے۔ ملکہ ارمان بہار سے مقابلہ کرنے آئی اور تاریک شکل کش کو دیکھ کر بے ہوش ہوگئی تو،

لے افراسیاب ارمان کو گود میں لے کر تخت ملکہ حیرت کے قریب آیا، خوب مسوس مسوس کر گلے لگایا دل میں کہتا ہے اے افراسیاب کیا شعلہ جوالہ ہے مقام میدان کارزار نہ ہوتا تو مطلب دلی اس سے حاصل کرتا، ہائے یہ شعلہ جوالہ قیامت کا پرکالہ حسین زہرہ جبیں ماہ پیکر حور طلعت کسی اور کے قبضے میں جائے گی بڑے افسوس کی بات ہے۔

حیرت جادو نے جو دور سے دیکھا کہ افراسیاب ارمان کو گود میں لئے آتا ہے لیکن بے چین، بے تاب، یہ تو اس کے افعال سے بخوبی آگاہ ہے تخت سے اُتر کر دو پتھر مارا بے حیا خدا تجھ کو غارت کرے بیٹی بھی بناتا ہے کس خیال سے گلے لگاتا ہے۔

حسن پرستی کی وجہ سے افراسیاب اکثر عیاروں کے چنگل میں پھنسا انہوں نے عورت بن کر افراسیاب کو بے ہوش کیا اور قتل کرنے کی کوشش کی مگر کبھی پتلے نے زمین سے نکل کر افراسیاب کو بچایا کبھی ماہیان یا آفات نے اگر وہ طلسم بند نہ ہوتا تو نہ جانے کتنی بار عیاروں کے ہاتھ سے قتل ہوتا۔ اس لئے افراسیاب اگر ڈرتا ہے تو عیاروں سے، عمرو کے بارے میں اس کا عقیدہ ہے کہ پہلی بار نام لینے پر وہ اس طرف کا رُخ کرتا ہے دوسری بار نام لینے پر چل پڑتا ہے تیسری بار نام لینے پر وہاں پہنچ جاتا ہے اور کئی بار اُس نے اس کا تجربہ بھی کیا، ایک بار عمرو سامری بن کر افراسیاب کے دربار میں بھی رہا اور افراسیاب سے سجدہ بھی کرایا اور نہ

لے طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۲۳

نہ صرف شہنشاہ نے لی بلکہ یہ بھی جان لیا کہ بدیع الزماں لاچین زندہ ہیں اور لوح طلسم کہاں ہے۔ عمرو نے تو لوح حاصل بھی کر لیا ہوتا مگر افراسیاب کی سرپرست ماہیان اور افات ہر وقت افراسیاب کے احوال سے باخبر رہتی ہیں۔ انہوں نے وقت پر پہنچ کر عمرو کا راز فاش کیا اور افراسیاب کو دریائے نیل جلنے سے روکا۔ ہر ایسے موقع پر جب افراسیاب گھر جاتا ہے یا بے ہوش ہو جاتا ہے یا مقابلہ سخت ہوتا ہے یہی دونوں افراسیاب کی حفاظت کرتی ہیں اور افراسیاب کو بچا کر باغ سیب میں لے جاتی ہیں۔

افراسیاب اپنے بڑے سے بڑے ہمدرد کے قتل پر ملول نہیں ہوتا بلکہ نئے ہمدردوں کی امید میں ان کی قربانیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ ہمیشہ نئے جانوں کی تلاش میں رہتا ہے اور خوش رہتا ہے۔ ایک بار اسد سے اس کا براہ راست مقابلہ ہو گیا ملکہ لعل سخندان کے اکے کی وجہ سے افراسیاب کا سحر اسد پر اثر نہیں کرتا، دونوں میں تلوار چلتی ہے اور افراسیاب کا سر زخمی ہو جاتا ہے۔

افراسیاب سے غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں یاقوت سخندان کے قتل کے بعد کوہ نیلم سے ہوا بج بن گرد اب چالیس لاکھ فوج لے کر افراسیاب کی مدد کے لئے اترا، عمرو نے عیاری کر کے مواج کو تو مار دیا مگر اس کا وزیر طوفان عمرو کو اٹھا کر کوہ نیلم پر لے گیا تو افراسیاب سے یہ غلطی ہوئی کہ اس نے عمرو کی قید کو بھی توسن حصار بھیج دیا اسی جگہ بدیع الزماں لاچین قید تھے۔ اسد کو ایک دیو اٹھا کر توسن حصار لے گیا اور قید لاچین و بدیع الزماں چھوٹی، شہنشاہ لاچین نے اپنا جادو جگایا در بند ٹوٹنے لگے اور امیر حمزہ کا لشکر بھی طلسم ہوشربا میں داخل ہو گیا، افات اور ماہیان کو کوکب و عمرو نے مل کر مارا، جادوگر پیش گوئی کرنے لگے اسی سال افراسیاب مارا جائے گا۔

مگر افراسیاب اس کی فکر نہیں کرتا وہ اتنا حوصلہ مند ہے کہ اپنی بڑی سے بڑی شکست پر افسردہ نہیں ہوتا، وہ اوراق سامری کا مذاق اڑاتا اور اسے اپنے عمل سے غلط ثابت کرنے کو کہتا ہے۔ اور وہ تقدیر بدلنے کے لئے آخری وقت تک جدوجہد کرتا رہا۔

اسد نے دریائے نیل پہنچ کر لوح و مہرہ حاصل کر لیا، نورافشاں نے تیغہ رُخمی دے دیا اور پھر ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی اور بموجب اوراق سامری افراسیاب اسد کے ہاتھ سے مارا گیا۔

افراسیاب کا کردار کئی ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس لئے قاری سے اس کی اچھی خاصی

جان پہچان ہو جاتی ہے اور افراسیاب کا کردار ذہن پر نقش ہو جاتا ہے، وہ جیسے ہی میدان جنگ میں نمودار ہوتا ہے اس کی ہیبت دلوں پر طاری ہو جاتی ہے ۔ تاریک مشعل احتقاق ہر چند کہ افراسیاب سے بڑے جادوگر ہیں جنہیں جلا میں کہا جاتا ہے مگر وہ افراسیاب کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں وہ ایک شرارہ ہیں جو ایک لمحہ کے لئے آنکھوں کو خیرہ ضرور کرتی ہیں مگر پھر اندھیرے میں گم ہو جاتی ہیں افراسیاب کا کردار ایسی آگ ہے جو دھیرے دھیرے سلگتی رہتی ہے۔

افراسیاب کے کردار میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہے کیوں کہ اس کی زندگی کے سارے پہلو قاری کے سامنے آجاتے ہیں۔

خداوند لقا

لقا کا کردار داستانوں میں عجیب کردار ہے یہ ویلین بھی ہے اور مسخرہ بھی، یہ ملک باختر کا بادشاہ ہے اور خدائی کا دعویٰ بھی کرتا ہے اس کے پاس کوئی شعبدہ نہیں جادو نہیں نہ ہی وہ بہادر ہے مگر اس کی خدائی کا ڈنکا دور دور تک بج رہا ہے یہاں تک کہ طلسم ہوشربا کے سامری پرست بھی اسے خدا مان کر اس سے خوف زدہ ہیں کہ کہیں وہ خلاف تقدیر نہ کر دے، وہ جس سے خفا ہوتا ہے اسے سنگ سیاہ کرنے کی دھمکی دیتا ہے وہ افراسیاب جیسے جلیل القدر بادشاہ کو بھی حقارت سے خط لکھواتا ہے اور ایسے وقت میں بھی جب اسد کوکب برہمن نور افشاں خطرے کی تلوار بن کر افراسیاب کے سر پر لٹک رہے تھے وہ لقا کے لئے پہلوانوں اور ساحروں کی کمک روانہ کرتا ہے وہ سارے لوگ امیر حمزہ کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔

جب پہلی بار عمرو ملک باختر گئے تو وہاں میلہ لگا ہوا تھا نوروز کے دن خداوند لقا اپنے بندوں کو دیدار کراتے تھے، نوروز کے دن جب قیطول کی کھڑکی کھلی تو سارے لوگ سجدے میں گر گئے، کوئی اولاد مانگتا تھا کوئی دولت کوئی صحت کوئی دشمن سے نجات

لہ عمرو کی آنکھ اٹھ گئی تو لقا کی داڑھی کو دیکھا کہ اکیس گز کا پولا داڑھی کا خوب کنگھی کیا ہوا، بال صاف اور شفاف جدا جدا گوہر شاہوار اور لعل شب چراغ اور یاقوت

لہ کوچک باختر جلد دوم صفحہ ۲۳

اور زمرد اور پکھراج اور فیروزہ اور الماس بے بہا بالوں میں پرو دیا ہوا ہے۔

ایسے جواہرات دیکھ کر عمرو کی لالچی طبیعت بے تاب ہو گئی اور انہوں نے عہد کیا کہ کسی طرح پوری داڑھی ہاتھ آنی چاہیئے فوراً ایک ترکیب سمجھ میں آگئی وہ ننگ دھڑنگ ہو کر کھڑکی کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور سارے لوگ تو سجدے میں تھے ایک برہنہ گستاخ کو دیکھ کر خداوند نے سر اندر کھینچ لیا، دوسری کھڑکی سے دیکھا تو اب تک وہ گنوار اسی حالت میں کھڑا تھا، غضبناک ہو کر لقا نے جبریل قدرت یاقوت شاہ کو گرفتاری کے لئے بھیجا، مگر وہ تو یہ چاہتے ہی تھے، قیطول پر پہنچے عیاری کر کے سب کو شراب پلائی، لقا کی داڑھی بتمامہ مونڈی اور بھالو بجانے والا بنا کر چلتے بنے، صبح جب جبریل خاص یاقوت شاہ نے دیکھا کہ قدرت کے خاص کمرے میں ایک ریچھ والا بیٹھا ہے تو اسے بہت غصہ آیا اس نے ایک کوڑا مارا تو لقا کی نیند کھلی یاقوت شاہ کو کوڑا مارتے دیکھ کر کہنے لگا۔

لے اے یاقوت شاہ جبریل قدرت درگاہ بندۂ خاص یہ کیا حرکت کر رہا ہے ابھی میں تجھے دوزخ خادیہ میں ڈال دوں گا منم خداوند باختر یاقوت شاہ نے نہ پہچانا کہ یہ لقا ہے کمال غیض غضب سے دوسرا کوڑا مارا، لقا جھنجھلا کر یہ کہتا ہوا ایک سمت کو بھاگا ہاں ہاں اے مقرب خاص میں نے یہ تقدیر شب کو شراب کے نشے میں کی، ہو گی مجھے یاد نہیں ...... یاقوت شاہ تو میرا فرزند قدرت ہے اب مجھے تازیانہ نہ مار اور اپنے خداوند حقیقی کے سامنے ایسی بے ادبی نہ کر"۔

تب لقا کو اپنی داڑھی کے ایک بال میں بندھا ہوا عمرو کا خط ملا اور عمرو کی تلاش شروع ہوئی مگر عمرو تو وہاں سے جا چکے تھے۔ پھر جب قاسم در بند جالندریہ پر قید ہوا اکوان جالندر دیو نے قید قاسم کی خداوند زمرد شاہ باختری روانہ کی، لقا نے قاسم کو عزت و احترام سے بلایا کہ ہمارے سپہ سالار حمزہ کا پوتا قید ہو کر آیا ہے قاسم کو بالائے قیطول بلوایا مگر قاسم نے لقا کو سجدہ نہ کیا اور سرکشی کی، قید توڑ ڈالی، لڑائی شروع کر دی جب پھر قاسم قید ہوا تو لقا کو بہت غصہ آیا اس نے قاسم کو پنجرے میں بند کرا کے چاہ ماران میں پھینکوا دیا، قاسم کسی طرح وہاں سے رہا ہو کر لقا کی

لے کوچک باختر جلد دوم صفحہ ۲۳۲

بیٹی ملکہ گیتی افروز کے باغ میں پہنچا اور پھر لشکر اسلام ملک باختر کی طرف متوجہ ہوا، اٹھارہ برس تک جنگ ہوئی ملک باختر کے بڑے بڑے ساحر اور سردار مارے گئے اور لقا ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھاگنے لگا۔ تقدیریں کرتا رہا اب وہ عمرو کو اپنا بندۂ خاص اور قاتل ساحران کہنے لگا، امیر حمزہ کے بارے میں اس کا کہنا تھا کہ یہ دن کو سرکشی کرتا ہے اور تمام رات توبہ استغفار کرتا ہے، لقا جس پر ناراض ہوتا اُسے سنگ سیاہ کرنے کی دھمکی دیتا، اپنی شکست پر کہتا، قدرت نے یہ تقدیر نوے ہزار برس قبل کی تھی' اُسے کسی کا غرور پسند نہیں' اپنی مملکت کھونے کے بعد بھی لقا کا وہی ٹھاٹھ تھا جب افراسیاب کا بھیجا ہوا ساحر امیر حمزہ کے ہاتھوں مارا جاتا تو وہ افراسیاب کو خط لکھواتا۔

[1] او بے حیا تو بڑا مغرور سراپا قصور ہے اہالیان حجرۂ بلا کو تقدیر کر کے قتل کرا دیں گے قدرت سب کو مٹا دیں گے ایسے ساحروں کو بھیجتا ہے جو سراپا غرور سے معمور قدرت کبھی کسی کے غرور کو پسند نہ فرمائیں گے"

جلاوطنی کے زمانے میں بھی لقا کو ماننے والوں کی کمی نہیں اس کے دربار میں کوھی، سنجانی باختری، مشتری حصاری موجود تھے جو لقا کو جاگتی جوت کا خداوند مانتے تھے اور قیطول کی طرف رُخ کر کے سجدہ کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ جب سامری و جمشید نے دنیا سے پردہ کیا تو لقا کو اپنا نائب بنا گئے تھے، لقا بادشاہوں کی طرح تخت پر بیٹھ کر میدان جنگ میں آتا جوش غضب میں کبھی کبھی خود بھی تلوار کھینچ کر میدان میں کود جاتا، جب کسی سلطان افسر کے ہاتھ سے زخمی یا گرفتار ہوتا تو شور مچاتا۔

[2] اے بندگان من قدرت گرفتار ہوئے جاتے ہیں اگر ہو گئے سب کو سنگ سیاہ کر دیں گے۔"

سامری پرست لقا کو خدا مانتے ہیں، اس لئے خواجہ عمرو کی طرح لقا بھی بیشتر داستانوں میں موجود ہے اپنی فطرت اور عادت کی وجہ سے وہ ایک یادگار کردار بن گیا ہے۔ کہانیوں میں لقا کے رول کی وسعت کی وجہ سے لقا کا موازنہ سنسکرت کے کردار نارد منی سے کیا جا سکتا ہے مگر دونوں کی فطرت الگ ہے نارد اپنے علم جوتش کی وجہ سے فتنہ و فساد کا سبب بن جاتے ہیں

---

[1] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۲۱۲ [2] طلسم ہوشربا جلد پنجم صفحہ ۱۸۹

جب کہ لقا اپنی خداوندی قائم رکھنے کے لئے جنگ و جدال کراتا ہے۔

خواجہ گراز الدین بختک

نوشیرواں کا وزیر خواجہ گراز الدین بختک داستان امیر حمزہ کا ایک ایسا کردار ہے جسے صحیح معنوں میں ویلین کردار کہا جا سکتا ہے، بختک دوسرے شری کرداروں کی طرح اپنے مفاد کے لئے فتنہ و فساد نہیں کرتا بلکہ شر و فساد اس کی فطرت میں داخل ہے اور اس کی زد میں صرف دشمن ہی نہیں دوست بھی آتے ہیں، شرم و غیرت کا اس کی فطرت میں کوئی عنصر نہیں، وہ عمرو کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے خود نوشیرواں کے ذریعہ زدوکوب کرایا جاتا ہے۔ دربار سے نکالا جاتا ہے مگر ان باتوں کا اس پر کوئی اثر نہیں وہ پر جھاڑ کر پھر میدان عمل میں پہنچ جاتا ہے اور شر و فساد کا بیج بونا شروع کر دیتا ہے۔

جب حشام بن علقمہ خیبری نے نوشیرواں کی غیر موجودگی میں مدائن پر حملہ کیا اور قتل عام اور لوٹ مار کے بعد اہل شہر کو اسیر کیا تھا، جب امیر حمزہ نے اسے قتل کر کے اس کا سر نوشیرواں کی خدمت میں بھیجا تو نوشیرواں بہت خوش ہوا اور اس نے بزرجمہر سے خط لکھوایا۔

تم نے جو کچھ کیا مجھ کو بہت پسند آیا نمکخوار اور جانثاروں کا یہی حال ہے واقعی میرے پسر نے خواندگی کا نام رکھا نہیں تو مجھ کو سا سانیوں نے بہت خفت دی تھی سب کہتے کہ بزرجمہر کے کہنے سے مسلمان لڑکوں کو بیٹا کہتا تھا ان سے بھی کچھ نہ ہو سکا خدا نے طعنہ دینے والوں کو خوب شرمندہ کیا اب میں نے بہمن سگان اور بہمن خرار کو تمہارے واسطے خلعت دے کر بھیجا ہے۔[1]

بادشاہ نے خط لکھ کر بختک کو دیا، بختک نے ایک سادہ کاغذ پر اور مہر لگوالی اور پہلا خط پھاڑ دیا اس کی جگہ دوسرا خط اس مضمون کا لکھا۔

---

[1] داستان امیر حمزہ جلد اول صفحہ ۵۰

اے عمرو میرا ارادہ تھا کہ تم کو ساری قوم کے ساتھ قتل کروں، اب تم سے ایسا کام ہوا ہے کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ اس خاطر تمہارا گناہ معاف کیا، اب تمہیں چاہیے کہ ہمارا جتنا اسباب ہے ان دونوں کے ہاتھ روانہ کر دو۔

چوں کہ مذکورہ قاصد بختک کے ماموں تھے اس لئے یہ کام آسانی سے ہو گیا، خلعت بھی بدل کر نہایت گھٹیا سی دی جب شاہی فرمان اور خلعت حمزہ کو ملی تو انہیں از حد ملال ہوا عمرو نے دونوں سفیروں کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا، سفیروں نے جا کر نوشیرواں سے اس سلوک کی شکایت کی تو نوشیرواں برہم ہو گیا مگر جب مقبل وہ خط اور خلعت لے کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو نوشیرواں کو شرمندگی ہوئی۔

جب حمزہ مدائن پہنچے تو نوشیرواں نے ان کی بہت خاطر کی ایک دن حمزہ نے مہرنگار کو دیکھا دونوں کی نظریں ملیں اور دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہو گئے۔ امیر حمزہ شب میں کمند کے ذریعہ ملکہ مہرنگار سے ملنے جانے لگے، بختک کو شک ہوا تو اس نے چور کا شک ظاہر کر کے محل کے گرد پہرے کا انتظام کروایا، اتفاق سے نوشیرواں نے یہ فرض امیر حمزہ کو سونپ دیا، بختک بہت خفیف ہوا، اُس نے بادشاہ سے کہا کہ روز ایک ہی آدمی کیوں پہرا دے اس لئے آج قارن کو پہرے پر معمور کیجئے، اور بختک نے قارن کو سمجھا دیا کہ کہاں پہرا دینا ہے۔ اُس رات حمزہ اور قارن میں جھڑپ ہو گئی امیر کا سر دیوار سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا اور حمزہ کی ٹوٹی ہوئی کمند قارن کے ہاتھ آ گئی۔

چور کا نام نوشیرواں تک پہنچ گیا مگر حضرت ابراہیم کے دست شفقت سے امیر کے سر کا زخم اچھا ہو گیا اور الزام جھوٹا ثابت ہوا۔ اُسی دوران سعدان بن لندھور خسرو ہندوستان کی شکایت نوشیرواں تک پہنچی کہ اس نے نوشیرواں کے خلاف بغاوت کر دی ہے، نوشیرواں نے اعلان کیا جو کوئی لندھور کا سر کاٹ کر لائے گا میں اُسی کو فرزندی میں قبول کروں گا کہ مہرنگار کا مہر خسرو ہندوستان کا سر ہے۔

۱۔ داستان امیر حمزہ جلد اول صفحہ ۵۰

امیر حمزہ اس کے لئے تیار ہوگئے اور بزرجمہر کے کہنے سے نوشیرواں نے امیر حمزہ کو دامادی کا شربت پلوادیا امیر ہندوستان کے لئے روانہ ہوگئے بختک نے گھستم کو زہر دے کر امیر کے ساتھ کردیا کہ اگر حمزہ لندھور پر غالب آئیں تو انہیں زہر دے دینا، حمزہ لندھور پر غالب آئے اور گھستم نے امیر کو زہر دے دیا جب یہ خبر بختک کو ملی تو اس نے یہ افواہ پھیلائی کہ امیر لندھور کے ہاتھ سے مارے گئے پھر نوشیرواں کو اس پر رضامند کرنے لگا کہ مہر نگار کی شادی جلد سے جلد کسی اور سے کردی جائے دوسری طرف اس نے اولاد بن مرزبان کو خط لکھ کر بلوایا اور نوشیرواں کو مہر نگار کی شادی اس کے ساتھ کرنے پر آمادہ کرلیا اور جھٹ پٹ شادی کا انتظام کر کے مہر نگار کو رخصت بھی کردیا۔

بزرجمہر نے مہر نگار کو سمجھادیا تھا کہ تم یہ شرط رکھنا کہ شادی چالیس دن بعد ہوگی اس سے پہلے مرزبان میرے سامنے نہ آئے، چالیسویں دن امیر حمزہ تم سے آملیں گے اور ٹھیک چالیسویں دن حمزہ کا لشکر راہ میں مل گیا اور عمرو نے مرزبان کو مار کر مہر نگار کو خود مدائن پہنچا دیا۔

جب بختک نے دیکھا کہ حمزہ کے ساتھ لندھور بھی آگیا تو اس نے بادشاہ کے ذہن میں یہ وسوسہ ڈالا کہ حمزہ ہی کیا کم تھا اب بہرام اور لندھور بھی آگئے، حمزہ کی نظر آپ کے تخت پر ہے آپ نے تو لندھور کا سر مانگا تھا حمزہ اسے کیوں لایا،[1] نوشیرواں نے دربار میں بختک کو حمزہ سے بازپرس کی اجازت دے دی، جب حمزہ دربار میں آئے تو بختک نے پوچھا۔

[1] حضور فرماتے ہیں کہ میں نے لندھور کا سر تم سے مانگا تھا یا یہ کہا تھا کہ لندھور کو میرے سر پر لے آؤ ایک بلا میرے شہر میں منگاؤ"۔

امیر کو یہ بات ناگوار گزری، انہوں نے کہا، ایک سرکش کی سرکشی موقوف کرانا تھا وہ ہوگئی اگر حضور کو صرف لندھور کا سر منظور ہے تو وہ بھی حاضر ہے، بختک نے کہا، سر چاہیئے، امیر نے لندھور کو بلا کر سر کٹوانے کا حکم دیا۔ وہ تو مہر نگار کی نظر پڑ گئی اور وہ لندھور کو ساتھ لے گئی۔

حسب وعدہ حمزہ سے مہر نگار کی شادی کی تاریخ طے ہوئی، تب بختک نے نوشیرواں

---

[1] داستان امیر حمزہ جلد اول صفحہ ۱۰۸

کو سمجھایا یہی وقت ہے جب حمزہ مر سکتا ہے اگر مہر نگار کی موت کی خبر پھیلا دی جائے تو حمزہ بھی جان دے گا اور ایسا ہو بھی جاتا، مہر نگار کی موت کی خبر سن کر حمزہ سینے میں خنجر گھونپنا چاہتے تھے مگر عمرو نے بر وقت ہوشیاری کر کے اور بختک کی ماں سقر غار بانو کو قتل کر کے مہر نگار کا پتہ لگا لیا۔ یہ بات نوشیرواں کو بھی معلوم ہوگئی وہ اپنے فعل پر شرمندہ ہوا اور پھر سے شادی کی تیاریاں ہونے لگیں تب بختک نے نیا گل کھلایا اس نے نوشیرواں کے سامنے ایک تجویز رکھی۔

لے جس وقت اہالی و موالی دربار میں حاضر ہوں دو تین آدمی گوش و بینی بریدہ بھیجوں گا وہ زنجیر عدالت کی ہلائیں گے اور آپ کے سامنے فریاد کریں گے کہ ہم حضور کے ملازم قدیم ہیں ہفت ملک کا خزانہ سالہا سال تحصیل کر کے حضور میں بھیجتے تھے اس سال کسی نے ایک پیسہ نہ دیا بلکہ ذلیل و خوار کیا، کہتے ہیں پادشاہ ہفت اقلیم خراج دینے لائق نہیں کیوں کہ اس نے آتش پرست ہو کر حمزہ نامی مسلمان کو اپنی بیٹی دی باپ دادوں کے نام کی کچھ رعایت و عزت و آبرو نہ کی اب جب پادشاہ کا داماد آئے گا ہم خراج دیں گے،

جس وقت یہ گفتگو حمزہ سنے گا جوش و غیرت میں بلاشبہ آپ سے رخصت ہو جائے گا۔

بختک کا مشورہ بادشاہ کو پسند آیا اور اس نے ایسا ہی کیا جب حمزہ غصہ ہو کر لندھور اور بہرام کو ملکہ مہر نگار کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر روانہ ہو گئے تو بختک نے ساتوں ملکوں کے حاکموں کو خط لکھوایا۔

لے حمزہ کو ہم نے بہ مصلحت وقت اس طرف روانہ کیا خراج کا کیا دخل تک نہ پاوے سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیج دینا۔

اس کے علاوہ بختک نے قارن کو زہر دے کر حمزہ کے ساتھ روانہ کیا تھا کہ جب بھی قابو پانا حمزہ کو کھلا دینا اور قارن نے پانی میں زہر ملا کر پلانا بھی چاہا مگر عمر کی بروقت مداخلت کی وجہ سے وہ زہر پلانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب والئ مصر نے دھوکے سے حمزہ کو قید کیا اور نوشیرواں کو اس کی خبر بھیجی تو بختک نے فوراً قتل کر دینے کا خط روانہ کیا، عمرو نے راہ میں نامہ بر

لے داستان امیر حمزہ جلد اول صفحہ ۱۰۸ ؎ داستان امیر حمزہ جلد اول صفحہ ۱۸۵

کبوتر کو مار کر خط حاصل کیا اور جب خط امیر کو دکھایا تو امیر غصہ میں بھرے ہوئے مدائن کی طرف بڑھے نوشیرواں کو خبر ملی تو مدائن کی باگ ڈور باروت ماروت کے سپرد کرکے شکار کے بہانے وہاں سے ہٹ گیا۔ لندھور وقبل کو بختک نے شراب پلا کر پہلے ہی گرفتار کروا دیا تھا۔

مدائن فتح ہوگیا، عمرو نے ملکہ مہر نگار کو ڈھونڈ نکالا اور پھر وہاں سے روانہ ہوگئے جب یہ خبر نوشیرواں کو ملی تو اسے بہت ملال ہوا، بختک نے سمجھایا گستہم کو امیر کے مقابلے پر بھیجیے وہی حمزہ کو شکست دے سکتا ہے۔ جب یہ خبر چاروں سمت پھیلی تو زوبین کا دس نوشیرواں کی مدد کو آیا اور امیر حمزہ سے شکست کھا کر بظاہر مسلمان ہوگیا مگر رات میں اس نے لشکر اسلام پر شب خون مارا اور امیر کو زخمی کر دیا مگر امیر نے اسے بھی قریب المرگ کر دیا، اسی دوران امیر حمزہ کوہ قاف چلے گئے، لشکر اسلام اور مہر نگار کی ذمہ داری عمرو پر آپڑی، نوشیرواں فوج بھیجتا رہا۔

بختک عمرو عیار سے خوب واقف ہے کیوں کہ وہ درجنوں بار اس کے ہاتھوں ذلیل ہو چکا ہے یہ جانتے ہوئے بھی وہ نوشیرواں کو بہکاتا ہے کہ اگر آپ خود جنگ میں شامل ہو جائیں تو عمرو کا خاتمہ ہو سکتا ہے' نوشیرواں عمرو کی عیاری یاد کرکے کانپ جاتا ہے مگر بختک کے بار بار اکسانے پر وہ میدانِ جنگ کے لئے روانہ ہوگیا قلعہ پر پہنچ کر نوشیرواں نے دیکھا، عمرو شامیانہ اطلس چینی کے نیچے کرسی جواہر نگار پر بیٹھا ہے'۔ بختک نے نوشیرواں سے کہا، فوج کو حکم دیجئے قلعہ پر حملہ کرے، بادشاہ نے حکم دیا، جونہی فوج زد پر پہنچی قلعہ سے ضربیں چلنے لگیں' ہزاروں جوان شاہ کے لشکر کا مارا گیا فوج بھاگی نوشیرواں بھی خیمہ پر آیا تو بختک نے کہا۔

حضور کہیں اس طرح بھی قلعے ہاتھ آتے ہیں اس طور سے کہیں فتح پاتے ہیں ناحق ہزاروں جوان بھی قتل کرائے اور آپ بھی شکست کی بدنامی اٹھائی۔[1]

نوشیرواں نے کہا اے مردک بدذات تو ہی نے تو کہا تھا کہ فوج حملہ کرنے کو فرمائیے قلعہ کو لینے کی تدبیر لگائیے۔

بولا کہ وہ میں بھول گیا تھا بہر حال جو ہوا سو اچھا ہوا اگر ہزار آدمی مارے گئے تو

---

[1] داستان امیر حمزہ جلد سوم صفحہ ۲۰۶

مارے گئے عمرو کو تو معلوم ہو گیا کہ حضور لڑنے کے ارادے سے آئے ہیں۔"

اور وہی ہوا جس کا نوشیرواں کو ڈر تھا، عمرو رات کو بھیس بدل کر آیا، سب کو شراب پلا کر بیہوش کیا اور نوشیرواں کی داڑھی مونچھیں پیشاب سے مونڈ کر ہمہ تن برہنہ کر کے ہاتھ پاؤں تو نیل سے رنگے اور منہ کالا کر کے چونے کے ٹیکے دیئے۔

عمرو کے ہاتھوں اس ذلت آمیز درگت پر نوشیرواں نے بختک کے خوب جوتے لگوائے۔ جب امیر اٹھارہ برس بعد کوہ قاف سے واپس آئے تو بختک نے نوشیرواں کو بہکایا کہ حمزہ آپ کی ملازمت کو نہ آیا اس غرور کا مزہ چکھایئے طبل جنگی بجوایئے جنگ شروع ہوئی تو بختک قلعہ خالی سمجھ کر پانچ ہزار سوار کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گیا تاکہ مہر نگار پر قبضہ کر لے عمرو وہاں قلعہ کی حفاظت کے لئے مقیم ہو چکا تھا، بختک گرفتار ہوا اور جان کے خوف سے اسلام قبول کر لیا، امیر نے مہر نگار سے عقد کر لیا۔ زوبین بھی امیر کے ہاتھ سے شکست کھا کر مسلمان ہو گئے۔ جب امیر باپ سے ملنے مکہ روانہ ہوئے تو بختک نے زوبین و بہمن کو بہکانا شروع کیا، اب میدان خالی ہے تم مہر نگار پر قبضہ کر لو۔ زوبین کے دل میں پہلے ہی مہر نگار کو حاصل کرنے کی تمنا تھی لہذا وہ بختک کے بہکاوے میں آ گیا اور اس نے شہزادوں اور سرداروں کو شراب پلا کر بے ہوش کرنے اور دھوکے سے مہر نگار کو بلوانے کا قصد کیا مگر محفل میں تلوار چلنے لگی۔

جب عمرو لشکر کی خبر لینے پہنچے تو بہمن زوبین کے ہوش اڑ گئے۔ بختک نے انہیں یقین دلایا تھا کہ شداد نے مکہ پر حملہ کر کے امیر حمزہ اور عمرو کو مار ڈالا ہے، عمرو نے یہ جنگ دیکھی تو فوراً امیر کو بلا لائے، بہمن تو عمرو بن حمزہ کے ہاتھوں قتل ہوا، دوسری طرف شداد مکہ سے شکست کھا کر بھاگا مگر مہر نگار کی لالچ میں پھر پلٹ کر حملہ کر دیا جب امیر سے مقابلہ ہوا تو شداد بھاگا امیر نے اس کا تعاقب کیا اور مار ڈالا بختک کی لگائی ہوئی آگ میں زوبین اب تک جل رہا تھا جب امیر شداد کے پیچھے گئے تو اس نے قلعہ میں گھس کر مہر نگار کو اغوا کرنا چاہا، ناکام ہونے پر تلوار سے مہر نگار کو قتل کر دیا۔

حمزہ قبر مہر نگار پر مجاوری کرنے لگے تا دن بکلیم عیار نے مل کر امیر و مقبل کو گرفتار کیا اور پنجرے میں بند کر کے روز نئی نئی اذیتیں پہنچائیں، جب امیر قید سے چھوٹے تو بختک نے کہا حضور اب بھاگئے ورنہ حمزہ زندہ نہ چھوڑے گا۔ نوشیرواں چور دروازے سے بھاگا، اب

نوشیرواں کا یہ حال ہوا کہ وہ بختک کے مشورے پر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتا رہا' وہ جہاں پناہ لیتا مسلمان پہنچ جاتے اور وہ شکست کھا کر بھاگتا، اسی دوران ایک بار راہ میں نوشیرواں قزاقوں کے ہاتھوں لٹ گیا، بہت مشکل سے ملک ختن پہنچا وہاں لوگوں نے اُسے نہیں پہچانا اور جنگل سے لکڑیاں لاکر نوشیرواں کو اپنا پیٹ پالنا پڑا، امیر کو خبر ملی تو وہ نوشیرواں کو ختن سے لے آئے اور بادشاہ کیا۔ نوشیرواں نے اپنی دوسری بیٹی حمزہ سے بیاہ دی۔ ایسے وقت بھی بختک چین سے نہ بیٹھا۔

لے بختک نے جابجا خط بھیجے کہ اے شاہو اے شاہزادو حیف ہے تمہارے ہوتے ایک ادنیٰ عرب نوشیرواں کی دو بیٹیوں سے عقد کرے اور شہنشاہ ہفت کشور کا داماد کہلائے' اگر ہمت ہے تو آکر اس عرب سے مہر افروز کو چھین لو'

بختک ایسا شری کردار ہے جس سے اپنے پرائے سب پریشان ہیں وہ امیر حمزہ کا دشمن ہے تو نوشیرواں کا بھی دوست نہیں' اسی کے بہکاوے میں آکر نوشیرواں در، دربھنگا، مہرنگار اور قباد کا قتل ہوا اور اس سارے خرابے میں نوشیرواں کی تباہی و بربادی میں بختک کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

ملکہ تاریک شکل کش

تاریک طلسم ہوشربا کی سب سے بھیانک ساحرہ ہے' صرف اس کی صورت کریہہ نہیں اعمال بھی کریہہ ہیں عام طور پر جادوگرنیاں حسین وجمیل بن کر سامنے آتی ہیں مگر تاریک پوری ہیبتناکی کے ساتھ سامنے آتی ہے عمر جب افراسیاب کا خط طاؤس جادو سے چھین کر گنبد سیاہ میں پہنچے تو عمر جیسا جہاں دیدہ جس نے سیکڑوں جادوگردں کو مارا تھا تاریک کی شکل دیکھ کر تھرا گیا، حجرے کے اندر کا یہ حال ہے۔

ٹ ایک گنبد تنہا کا تاریک ایک جانب آگ جل رہی ہے' ایک جانب پلٹ کر ایک دیوانی کو دیکھا حقیقت میں دیونی قالب انسان میں سمائی ہوئی، سر مثل گنبد خام سیاہ چہرہ نیلی کرتی کجی تھان کا لہنگا از سرتا ناخن سیاہ، مثل پردہ ظلمات کے

لے داستان امیر حمزہ جلد چہارم صفحہ ۵۱۰ ٹے طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۱۶۴

سراسر خطا ہے حقیقت میں اُلٹا تو اہے' زبان منہ سے نکلی ہوئی رال ٹپک رہی ہے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے جھوم رہا ہے دس نوجوان ایک جانب سر جھکائے مثل بید برگ کانپ رہے ہیں' چہرے ان بیچاروں کے اداس عالم پاس ایک پہلو میں مٹکے شراب کے' مٹکا اُٹھایا، منہ سے لگایا غٹ غٹ پی گئی ایک نوجوان کی ٹانگ پکڑ کے مع استخوان چبانا شروع کیا۔

خواجہ عمرو نے سوچا تھا اُسے نشہ بے ہوشی پلا کر مار ڈالوں گا مگر اس پر بادۂ بھر بے ہوشی کے سفوف کا اثر نہ ہوا وہ خواجہ عمرو کو پہچان کر کہنے لگی' شراب میں کیا ملا کر پلا رہے ہو کچھ دماغ گرم ہو رہا ہے شراب سے پیٹ بھر جاتا ہے نشہ نہیں ہوتا۔

جب وہ لشکر افراسیاب میں پہنچی تو پہلا کرشمہ یہ دکھایا کہ نقش جمشیدی اپنے ہاتھ کے نیچے دبایا اور کہنے لگی، کوکب اور برہمن ہاتھ باندھے ہوئے خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قصور کی معافی مانگیں گے، کوکب کا دل بیٹھے بیٹھے گھبرایا اور جیسے اس کی کایا پلٹ ہو گئی وہ مسلمانوں کو برا بھلا کہتا ہوا اُٹھا کہ جا کر افراسیاب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لوں، یہی حال برہمن کا بھی ہوا اور دونوں ساتھ ہی روانہ ہونے والے تھے مگر نور افشاں نے اُنہیں چالاکی سے روکا اور اُن کی شکل کا پتلا تاریک کے پاس بھیج دیا، پتلوں نے چالاکی سے جب نقش جمشیدی جلوا دیا تب خود کو ظاہر کیا۔

تاریک اس شکست پر بہت جھلائی اور اُٹھ کر صحرا میں چلی گئی اور دھوئیں کا ایک عالیشان محل بنا کر اس میں رہنے لگی اور طبل جنگی بجوا دیا۔

تاریک سے صرف لشکر اسلام ہی خوفزدہ نہیں کوکب، برہمن نور افشاں جیسے کامل واکمل ساحر بھی اسکے خوفزدہ ہیں، حالانکہ نور افشاں بھی مصاحب سامری ہیں اور ملکہ تاریک بھی مگر تاریک نے طویل عرصہ تک حجرہ نشیں ہو کر اپنے علم کو بہت بڑھا لیا ہے اس لئے نور افشاں خواجہ عمرو کو خبردار کرتے ہیں۔

ا؎ طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۱۶۴

لہ ... کو کب دبیر بمن اس قدر مبہوت تھے کہ قریب تھا اپنے گلے کاٹ ڈالیں خدا نے فضل کیا مجھ کو حال معلوم ہو گیا راہ میں رد کا نقش جمشیدی مٹایا لیکن خواجہ انجام اس کا بد ہے افراسیاب سے اہالیان نور افشاں سے بڑی کد ہے آج میں نے بڑی جستجو کی دونوں جوانوں کو بچایا مگر تاریک سحر و ساحری میں یگانۂ آفاق ہے کل فنون میں طاق ہے دیکھئے تقدیر کیا دکھاتی ہے۔"

تاریک نے محل کے دروازے پر سحر کے دو پتلے مقرر کئے جب لشکر اسلام اس سے مقابلہ کے لئے آیا تو تاریک نے ایک پتلہ کو اشارہ کیا ملکہ نافرمان مقابلہ کے لئے گئیں مگر مقابلہ نہ کر سکیں دھوئیں سے نکل کر تاریک نے اس کو چیر پھاڑ کر کھا لیا۔ اس طرح چار کنیزیں باری باری مقابلہ پر گئیں چاروں کو تاریک کھا گئی، شام کو اس نے لشکر اسلام کو دھمکی دی۔ تم لوگوں نے میرے بچے افراسیاب کو بہت ستایا ہے ایک ایک کو کھا جاؤں گی تم لوگ کچھ بھی نہیں ہو تمہیں ختم کر کے طلسم نور افشاں کو ختم کر دوں گی اور افراسیاب کی حکومت ساری دنیا میں قائم کرا دوں گی۔

اس کے خوف سے لشکر اسلام میں انتشار برپا ہے اسد کو تو الگ چھپا دیا گیا ہے مگر چیر کر کھا جانے والی بدعت سے سب پریشان ہیں۔ افراسیاب بھی اسے پسند نہیں کرتا، مہ جبیں، مہ رخ بہار و محمود اس کی عزیز ہیں اور وہ ان کی موت نہیں چاہتا لہٰذا افراسیاب اور عمرو مل کر تاریک کے پاس یہ پیغام لے کر جاتے ہیں کہ جو جنگ میں مغلوب ہو اُسے گرفتار کر لیا جائے جب جنگ فتح ہو گی تو ان سب کا فیصلہ کیا جائے گا۔ تاریک اس شرط پر تیار ہوئی کہ عمرو اس کے کھلنے کے لئے روزدس نوجوان دے گا۔

دوسرے دن میدان کارزار میں پھر پتلوں نے للکارا، محمود مقابلے کے لئے آئی اور اُس نے ایک پتلے کو قتل کر دیا تو دوسرا مقابلہ کے لئے آیا اُس نے اتنے زور سے حملہ کیا کہ محمود کی آنکھیں بند ہو گئیں اور پتلے نے اُسے کھینچ کر تاریک کے حوالے کر دیا تین دنوں کی جنگ میں تاریک نے چالیس سرداروں کو قید کیا۔

لہ طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۱۸۴۲

اس عرصہ میں افراسیاب کے لشکر میں ہنگامہ ہوا کہ کئی سو آدمی غائب ہو گئے ہیں۔ افراسیاب کو ڈر ہوا کہ کہیں تاریک تو نہیں کھا گئی، تاریک نے کہا عمرو جو دس آدمی دے جاتا ہے انہیں کھاتی ہوں اور کبھی کبھی راہ گیروں کو پکڑ لاتی ہوں مگر تمہارے کسی آدمی کو نہیں کھایا۔ تب صرصر نے افراسیاب سے کہا عمرو دس آدمی روز کہاں سے لاتا ہے۔ لشکر اسلام کے کسی فرد کو حوالے نہیں کر سکتا، ایسا تو نہیں کہ ہمارے لشکریوں کو پکڑ کر دے آتا ہے ابھی عمرو نے دس آدمی پہنچائے ہیں چل کر دیکھا جائے اور جب اُن آدمیوں کا منہ دھلوایا گیا تو وہ سب افراسیاب کے لشکری نکلے، تاریک اس پر بپھر کر لشکر اسلام پر جا گری۔

"[1] مہ رُخ وغیرہ نے بارگاہ سے نکل کر دیکھا تاریک لشکر اسلام پر آ گری جس کو پکڑا اچھالا، مار کر چیر ڈالا چبانا شروع کیا پامال کرتی ہوئی آتی ہے اگر کسی خیمے کے قریب پہنچی طناب پکڑ کر جھٹکا مارا، خیمہ گرا کئی سو دبے جو زندہ بچ نکلا تاریک نے پکڑ کر چیر ڈالا۔"

مہ رخ کی فوج میں جتنے سردار تھے سب مل کر جادو کرنے لگے۔ برق لامع تڑپ کر گری، تاریک کو خبر بھی نہ ہوئی، باغبان نے گیند مارے، مہ رُخ نے گولے برسائے، کسی کا سحر اس پر تاثیر نہیں کرتا، تاریک کے سحر کا عجیب طریقہ ہے نہ کوئی اسم سحر پڑھتی ہے نہ سنگریزے پھینکتی ہے، پامال کر رہی ہے صفوں کو اُلٹ رہی ہے جب چار سو ساحروں نے مل کر سحر کئے تو ایک دو اوچھے زخم لگے اس وقت تاریک بے حد ڈراؤنی ہو گئی ہے۔

"[2] سر جھنڈا سا کھلا ہوا لہنگے کا دور نیلی کرتی پر خون کے لتھڑے مثل بلائے مہیب تڑپتی پھرتی ہے چشم زدن میں خون کے دریا بہہ گئے، جس نوجوان کو دیکھا چیر پھاڑ کر کھا گئی، ضعیف سامنے آئے اُن کو چیر کر پھینک دیا منہ بھی نہ لگایا، گلے کے پاس منہ لگا کر خون پی گئی جب ڈکار لیتی ہے منہ سے دھواں نکلتا ہے خون کا دریا بہہ رہا ہے لاشیں صد ہا تڑپ رہی ہیں۔"

مہ رُخ پر نظر پڑی تو کہنے لگی عمرو کو میرے حوالے کر دے اس نے میرے ساتھ عیاری کی ہے میں اس سے شرمندہ ہوں کہ میں سامری پرستوں کو کھاتی رہی، مہ رُخ سمجھاتی ہے کہ عمرو پر میرا

---

[1] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۲۵۰ [2] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۲۵۱

اختیار ہے آپ کو آتے دیکھ کر کہیں بھاگ گیا ہوگا۔

تاریک مہ رخ کی بات کا یقین نہیں کرتی کڑک کڑک کر گرتی ہے دو چار سو کو پامال کرتی ہے بارگاہ مہ رخ کو پھونک دیا، اب لشکرِ اسلام کے قدم اُکھڑ گئے تاریک پیچھا نہیں چھوڑتی۔ تب صرصر نے افراسیاب سے کہا۔ اسد کو فلاں جگہ چھپایا گیا ہے ملکہ سے کہیئے اُسے کھا جائیں تو پھر خطرہ ہی ختم ہو جائے گا۔

افراسیاب نے نامہ لکھ کر ہوا پر چھوڑ دیا، تاریک نے پڑھا اور پھر وہ اسد کے خیمے کی طرف بڑھ گئی، مہ رخ کا لشکر بھاگا جاتا تھا تاریک کو اسد کی طرف متوجہ دیکھ کر سب پلٹ پڑے اور اسد کو بچانے کی کوشش کرنے لگے مگر یہ بلا کہاں رکنے والی' اسد کے خیمے میں گھسی' اسد نے چاہا تلوار ٹیک کر اُٹھوں اُس نے جھپٹا مارا اسد کو پکڑ لیا اور قلعہ کی طرف واپس پلٹ گئی' اپنے قلعے کے پاس پہنچ کر اسد کے دونوں پاؤں پکڑ کر چیر ڈالے اور چبا گئی، لشکرِ مہ رخ غم سے نڈھال ہو گیا، شہزادیاں روتی ہوئی باہر نکل آئیں' یہ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نقلی اسد تھا، مگر لشکرِ افراسیاب میں خوشیاں منائی گئیں۔

اب تاریک کا یہ حال ہو گیا ہے کہ وہ دھوئیں کے مکان میں ٹہل رہی ہے جس طرف کسی کو جلتے دیکھا تڑپ کر گری اُٹھا لائی چیر پھاڑ کر کھا گئی، اکثر افراسیاب کے ملازموں کو لے گئی وزیر چیختے ہوئے دوڑے دائی اماں یہ آپ کے فرزند کا نمک خوار ہے اسے چھوڑ دیجئے۔ تاریک قہقہہ مار کر ہنستی ہے یہ جوان مجھ کو اچھا معلوم ہوا جب اسے پکڑ لیا ہے تو چھوڑنا مشکل ہے چیر پھاڑ کر کھا گئی یہ ایسی تاریک بلا ہے جس سے دوست دشمن سب خوفزدہ ہیں۔

تاریک محل سے آخری ارادہ ہے کہ لشکرِ اسلام پر جا پڑے کہ برہمن روئیں تن اپنی فوج کے ساتھ آ گیا اور تاریک کو للکارا، تاریک نے پتلوں کو حکم دیا برہمن نے پتلوں کو مار ڈالا تب تاریک کو غصہ آ گیا

"ایک چیخ ماری زمین تھرائی غبار زرد بلند ہوا نخل تھرا کر زمین پر گرے"

تاریک اور برہمن میں سحر چلنے لگا' برہمن چاہتا ہے قریب جا کر لپٹ پڑوں مگر تاریک اُسے اپنے پاس نہیں آنے دیتی جب چیخ مارتی ہے خبردار کہہ کر للکارتی ہے منہ سے آگ نکلتی ہے درخت جلنے لگتے ہیں اُس کے منہ سے اتنا دھواں نکلا کہ دھوئیں کا ایک آسمان بن گیا، تاریک و برہمن میں بڑی خونریز

لے طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۳۶۹

جنگ ہوئی مگر آخر وہ برہمن پر غالب آگئی اور اُسے گھسیٹتی ہوئی حصار کے قریب لے گئی، ٹانگیں پکڑ کر چیر ڈالیں اور چبانا چاہا تو دانت ٹوٹ گئے کیوں کہ نور افشاں نے برہمن کو غائب کر کے اس کی جگہ پتھر کا پتلا ڈال دیا تھا۔

ادھر خواجہ عمرو اور نور افشاں نے مل کر ملک الطلس گلگوں پوش جو پانچ سو سال سے حجرہ نشیں تھا کسی طرح اپنی طرف ملایا اور تاریک کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ دوسری طرف مشتری فیلس جس کے بھائی کو قتل کر کے افراسیاب نے لوح طلسم حاصل کی تھی جب اُسے بھائی کے قتل کی خبر ملی تو وہ بھائی کے قتل کا بدلہ لینے آیا۔ شہرہ فیلسرز بردست ساحر ہے نور افشاں اور کوکب بھی جنگ کی تیاریوں میں معروف ہیں۔

دوسری طرف عیار بھی غافل نہیں ارمان جادو جو بہار سے مقابلے کے لئے آئی تھی تاریک اُسے بہت پسند کرتی تھی قراں نے سوچا اسی کی شکل میں چل کر تاریک کو مار لیں' جب برق و قراں روانہ ہونے والے تھے نور افشاں نے انہیں تیغہ طلسمی دیا اور کہا یہ تیغہ طلسم کشا کے لئے ہے وہ اسی سے افراسیاب کا خاتمہ کرے گا اور اُسے ابھی نکالنا مناسب نہیں تھا مگر اس کے علاوہ تاریک اور کسی صورت سے ماری نہیں جا سکتی اس تیغہ کی یہ خوبی بھی تھی کہ وہ جس کے ہاتھ میں رہتا اس پر سحر اثر نہیں کرتا۔

تاریک جب ملکہ بہار کو لشکر سے اٹھا لانے کا قصد کرتی ہے کوکب آتے ہیں' کوکب کو دیکھ کر تاریک خوب منتی دھوپ میں راستہ بنایا، دونوں میں خوب باتیں ہوئیں اور کوکب نے جادو کا دو گولہ تخت پہ رکھ کر کہا بتاؤ یہ کیسا جادو ہے،" گولہ آپس میں ٹکرا کر پھوٹ گیا دھواں نکلا اور تاریک کے ساتھ افراسیاب اور ملکہ حیرت تینوں بے ہوش ہو گئے، کوکب نے چاہا تاریک کا سر کاٹ لیں مگر زمین سے ایک پتلی نے نکل کر ہاتھ پکڑ لیا، خبردار عمرو یہ کرتا ہے' عمرو نہ مانا تیغہ مارا مگر تیغہ ٹوٹ گیا، پتلی نے تاریک کے منہ پر پچکاری مار کر اُسے بیدار کیا، اب تاریک نے عمرو کے قتل کا حکم دیا، عمرو جلاد کے سائے میں بٹھا دیئے گئے گردن پر کالک سے نشان بنا دیا گیا تاریک کے حکم کی دیر تھی۔

جب یہ خبر لشکر اسلام میں پہنچی تو سب جان دینے پر آمادہ ہو گئے پورا لشکر عمرو کو بچانے کے لئے نکل پڑا۔ اسی وقت ارمان جادو ایک فرنگی کے ساتھ تاریک سے ملنے آئی جیسے ہی تاریک کی نظر جوان

پر پڑی گھبرا گئی افراسیاب سے کہنے لگی یہ جوان مہتر قراں ہے ارمان جادو بہتِ فرنگی بن کر آیا ہے۔ قرا
نعرہ کر کے تاریک پر جا پڑا، تیغہ کا ہاتھ تاریک کے سر پر لگایا، تاریک نے چیخ ماری افراسیاب اپ
بچا، کئی سپر ہائے آہنی تاریک کے سر پر لہرائے لیکن قراں نے جو ہاتھ مارا سپریں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئ
تیغہ تاریک کے سر پر ادھا پڑا، لوٹ مار کر الگ ہوئی وہ جلاد جو عمرو کو قتل کرنے کھڑا تھا عمرو کو پنجہ
دبا کر سو گز بلند ہو گیا۔

افراسیاب نے قراں پر حملہ کیا، جواب میں قراں نے اس کا سر بھی زخمی کیا، ہر طرف شہرہ ہو
قراں بہت بڑا جادوگر بن کر آیا ہے افراسیاب نے سنگ ریزے اٹھا کر مارے قراں پر کوئی اث
نہیں ہوا تاریک تو چڑھ کر قصود خانیہ سے باہر آئی افراسیاب نے فوج کو للکارا، دوسری طر
ماہ رخ کی فوج قراں کو بچانے دوڑی، جب ملک اطلس گلگوں پوش نے دیکھا کہ میرے دوست کو پ
لئے جاتا ہے تڑپ کر پنجہ کو قتل کیا، افراسیاب اور تاریک نے ملک اطلس گلگوں پوش کو دیکھا تا
نے للکارا، افراسیاب ملک اطلس سے بھڑ گیا اور اپنے سحر کے گنبد میں قید کر لیا، اسی وقت شہرہ ف
اپنی فوج لے کر میدان میں آگیا اور افراسیاب پر حملہ کر دیا دونوں میں سحر چلنے لگا اس وقت گلگوں پوش بھ
گنبد توڑ کر باہر نکل آیا۔

تاریک تڑپ کر فوج شہرہ فیلسر پر گری، شہرہ فیلسر خود بڑا جادوگر ہے مگر تاریک کو دیکھ کر گھبرا

> [1] اہالیان فوج شہرہ فیلسر نے جو تاریک کو دیکھا ہائے کا نعرہ کر کے بھاگے چاہتے تھے سر
> پر پاؤں رکھ لیں مگر اس کے سامنے نہ جائیں تختے خون کے تمام اس کے سینے پر جمے ہوئے
> بال سر پر گڑ مڑے جٹائیں چھوٹی ہوئیں، کئی تھان کا لہنگا خون میں ڈوبا ہوا جس کو پایا
> چیر پھاڑ کر کھا گئی جب منہ کھول کر چیخ ماری دہن سے آتش خوں کے دھواں نکلتا ہے۔"

شہرہ فیلسر تیغہ کھینچ کر تاریک پر جا پڑا، تاریک نے سر بڑھا دیا، تلوار سر پر پڑی مگر کچھ نہ ہوا اچ
سے اڑ گئی شہرہ فیلسر نے بہت حملے کئے تاریک پر کوئی اثر نہیں ہوتا، وہ کہتی رہی اے فیلسر تو
میں آشفتہ میں جان مت دے سرکشی موقوف کر ورنہ سزا دوں گی، آخر تاریک نے فیلسر کو

---

[1] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۴۰۱

چھین کر پھینک دی دونوں لڑنے لگے، فیلسر نے تاریک کا گال کاٹ کھایا، تاریک نے اس
سانے کا گوشت نوچ لیا، آخر تاریک نے سحر کیا فیلسر شکست ہوا اور تاریک اس کو چیر پھاڑ کر
گئی۔

مہتر قراں تیغہ لئے حیران و پریشان کہ کس طرح تاریک تک پہنچوں جادوگر راستہ روکے
ئے ہیں دوسری طرف تاریک کبھی زمین پر آتی کبھی آسمان میں جاتی ملک اطلس چاہتا ہے کہ
یک کا سر کاٹے مگر راہ میں فوج افراسیاب حائل ہے ملک اطلس نے غصہ میں فوج افراسیاب
رہم برہم کر دیا، تاریک ملک اطلس پر جا پڑی دونوں میں سحر چلنے لگے زمین و آسمان کانپنے لگا'
اطلس نے اپنا خون تاریک پر پھینکا اس کے جسم پر آبلے پڑ گئے جب دونوں جنگ میں محو تھے
سیاب نے پشت پر سے ملک اطلس پر تلوار برسائی ملک اطلس گلگوں پوش مارا گیا۔

ملک اطلس بڑا ساحر تھا اس کا مرنا تھا کہ کئی طائر کڑک کر سر پر تاریک کے لہرائے آوازیں
اے تاریک شکل کش مقام جرت ہے تو نے بڑے مصاحب سامری کو مارا یہ خون بالا
نہ جائے گا۔

تاریک لشکر مہ رخ کی طرف متوجہ ہوئی مگر مہتر قراں کے ڈر سے نیچے نہیں اترتی اوپر ہی سے جادو
تی ہے تب نور افشاں و کوکب آئے، کوکب تو افراسیاب کی طرف متوجہ ہو گیا نور افشاں نے
یک پر لوہے کا جال پھینکنا شروع کیا، تاریک جال میں الجھ کر گرتی، زمین پر پہنچتے پہنچتے
ں توڑ ڈالتی، قراں تیغہ لئے گردوڑتا۔ تاریک پھر آسمان پر چمکتی، آخر میں نور افشاں نے دام سحر
سیدی اٹھایا، تاریک نے منیچہ سحر کا نور افشاں پر مارا، نور افشاں کا سر زخمی ہوا انہوں نے پلٹ کر
مارا تاریک نے سحر کیا خنجر ہاتھ سے چھوٹ کر اس کی جانگھ پر لگا آہ کر کے جھکی نور افشاں نے دام سحر
سیدی مارا اب کے بے طور پھنسی گرتے گرتے تاریک نے بمشکل جال توڑا پیر جا کر زمین پر سیدھی
ی ہوئی کہ نعرہ قراں سنائی دیا۔

تاریک پلٹی چاہا تڑپ کر بلند ہو جاؤں قراں نے وار کیا اس نے دونوں ہاتھوں سے روکا
قلم ہوئے تاریک نے پکارا بچاؤ، ایک پتلا فولادی زمین سے نکل کر تاریک کے سر پر لہرایا،
برق چمک کر پتلے پر گرا، پتلے کو کاٹا تاریک کے سر پر گرا، سر کلے جبڑے کو کاٹا اور زمین پر

آیا، تاریک کے دو ٹکڑے ہوئے، اس طرح تاریک شکل کش ختم ہو گئی۔

ملکہ یاقوت سخندان ●

یاقوت سخندان حجرۂ پنجم کی بلا ہے، پانچویں حجرے میں تین بلائیں تھیں ملک اخضر، یاقوت سخندان اور لعل سخندان، ملک اخضر کے پاس گنبد جمشیدی ہے جس میں وہ آئندہ کا حال جان لیتا ہے مگر یاقوت سخندان ہی اصل بلا ہے اس کے خواب میں سامری جمشیدی آ کر اسے ہدایت دیتے ہیں اس کے جادو کا نیا طریقہ ہے۔ جادو کی دو نہریں اس کے ساتھ چلتی ہیں اور یہ نہریں میدانِ کارزار میں پھیل کر دشمنوں کو غرق کر دیتی ہیں۔ ان نہروں کی مچھلیاں بھی بہت زبردست ہیں اڑ کر دشمن کے سینے پر وار کرتی ہیں اور سینہ توڑ کر باہر نکل جاتی ہیں یاقوت کا سب سے خطرناک سحر اس کا عفریت طلسمی ہے جو ایک پھنکے میں سینکڑوں آدمیوں کو پھانک جاتا ہے، جس پر بڑے سے بڑے ساحر کا سحر اثر نہیں کرتا اور اس کا ایک قدم پانچ کوس پر پڑتا ہے۔

اتنی بڑی ساحرہ ہونے پر وہ بدصورت نہیں بلا کی حسین ہے، پہلے افراسیاب اس سے شادی کرنا چاہتا تھا یاقوت کے باپ ملک اخضر کی ضد تھی کہ افراسیاب خود آ کر شادی کرے اور افراسیاب سوچتا تھا میں طلسم ہوشربا کا بادشاہ ہوں اور وہ میری رعیت انہیں خود آ کر شادی کا پیغام دینا چاہیئے اسی بیچ افراسیاب کی شادی حیرت سے ہو گئی، مگر جب چار حجروں کی بلائیں مٹ گئیں تو افراسیاب مجبور ہوا کہ قلعہ فرعونیہ جا کر یاقوت سے شادی کرے، ایک تو معشوق پری پیکر دوسرے یاقوت آ کر مسلمانوں کو مٹائے۔

یاقوت کی قوت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب افراسیاب قلعہ فرعونیہ پہنچا تو محافظ پتلیاں اس پر حملہ آور ہو گئیں اور افراسیاب کو ان کو دفع کرنے کے لئے تاج طلسمی منگوانا پڑا تب کچھ پتلیاں ماری جا سکیں۔

افراسیاب وہاں دولہا بن کر گیا تھا اور پتلیوں نے اسے لہولہان کر دیا، خواجہ عمرو بھی قلعہ فرعونیہ پہنچے اور ایک کنیز کو چرا کر زنبیل میں رکھ لیا مگر یاقوت نے بزور ان سے اپنی کنیز واپس لے لی۔

یاقوت کے آنے کی خبر سے کوکب اور نور افشاں بھی سراسیمہ ہو گئے وہ مررخ کی مدد کے لئے بڑے بڑے ساحروں کی فوج روانہ کرتے ہیں جن میں براں، جیحون، ابر دپوش زبان دراز کاکل کش وزیر زادی جمشید وغیرہ ہیں۔

افراسیاب کے دربار میں جب یاقوت عیاروں کا ذکر سنتی ہے تو ایک کاغذ لکھ کر اڑا دیتی ہے اور جادو کے گھوڑے عیاروں کو زبردستی اپنے اوپر سوار کر کے لے آئے ہیں، قرآن زمین کھود کر اندر چھپ گیا اس لئے وہ گرفتار نہ ہو سکا۔ عیار بھی پریشان ہیں کہ اس کے سامنے کیسے عیاری کریں۔ عمرو نے قلعہ فرعونیہ ہی میں ملک اخضر کو چیلنج کیا تھا کہ میں تمہارا گیند چھین لوں گا۔ یاقوت چوں کہ کوکب وبراں کی رشتہ دار ہے اس لئے وہ براں کو سمجھانے کے لئے بلاتی ہے مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا اور دونوں عزیز ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو گئیں۔

پہلے دن ملک اخضر میدان میں آیا۔ خواجہ عمرو کوکب کا بھیس بدل کر مقابلے کے لئے گئے عیاری کر کے نہ صرف ملک اخضر کو بے ہوش کر کے زنبیل میں رکھ لیا بلکہ گیند طلسمی پر بھی قبضہ کر لیا اور میدان سے غائب ہو گئے۔

دوسرے دن یاقوت خود میدان میں آئی باپ کی گرفتاری کا اُسے بے حد صدمہ تھا اُس نے ملکہ بہار کو گرفتار کر لیا اور بدلے میں ملک اخضر کو مانگا۔ عمرو نے تبادلہ کر لیا مگر جب یاقوت کو معلوم ہوا کہ وہ ملک اخضر نہیں بلکہ بھولا نام کا کلوار ہے تو وہ غصہ میں لشکر اسلام پر جا پڑی اور لشکر میں ابتری پھیل گئی۔

ؔ تمام اندھیرا ہو گیا سپاہی آپس میں سر ٹکرانے لگے، نہروں کا پانی کھولنے لگا ہزار ہا خیمے گرے، ہاتھی گھوڑے چھوٹ گئے، ہر ذی حیات کو پامال کرتے پھرتے تھے، جا بجا سے زمین شق ہوئی دھواں نکلا جس کی آنکھوں میں دھواں لگا نابینا ہو گیا۔

ملکہ براں نے کسی طرح خود کو بچایا اور خیمے سے باہر نکل کر دیکھا یاقوت سحر کر رہی ہے براں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اُسے سمجھایا خواجہ عمرو سے ملک اخضر کو واپس دلوایا تب کہیں یاقوت کا

ؔ طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۲۰۷

غصہ کم ہوا اور اُس نے لشکر پر سے سحر اُتار دیا۔

دوسرے دن وہ میدان میں آئی تو دونوں نہریں جوش میں تھیں، مچھلیاں اُچھل رہی تھیں، اس سے مقابلے کے لئے مجلس اور بران دونوں سامنے آئیں اور سحر سے دونوں نہروں کو ختم کیا اور نہروں کی مچھلیاں لشکر افراسیاب پر حملہ آور ہو گئیں، یاقوت نے اپنی بالی میں سے ایک موتی نکال کر آسمان کی طرف پھینک دیا آسمان سے ایک شیشہ کا حباب بران اور مجلس پر گرا، ان کو بچانے کے لئے بہار و باغبان آگے بڑھے، بران نے حباب پر ٹکر ماری، حباب چُور چُور ہو گیا حباب میں موجود پانی کی کچھ بوندیں، بران بہار و باغبان پر پڑ گئیں، جسم پر آبلے پڑ گئے اور وہ تکلیف سے بے تاب ہو گئیں۔

یاقوت نے دوسرا موتی صحرا کی طرف پھینکا، دُرہ کو سے سوا بالشت کے سنہرے پتلے ہاتھ میں جال لئے نکلے یاقوت نے مچھلیوں کی طرف اشارہ کیا، پتلوں نے جال میں مچھلیاں پھنسائیں اور لشکر مہ رُخ پر ان مچھلیوں کو قتل کرنے لگے جب مچھلیوں کا خون لشکر مہ رُخ پر گرتا آگ کا کام کرتا، مہ رُخ و جمشید ان پتلوں پر سحر کرنے لگے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تب ملکہ حیجون سبز پوش بان دراز آئیں اور اُنہوں نے وہ گیند جو خواجہ عمرو نے ملک اخضر سے چھینی تھی اس پر اسم سحر پڑھ کر ان پتلوں پر کھینچ مارا پتلے جل گئے جو بچے وہ پلٹ کر لشکر افراسیاب پر ان مچھلیوں کو قتل کرنے لگے، افراسیاب نے اپنے سحر سے پتلے بنائے جنہوں نے ان پتلوں کو گرفتار کیا۔

یاقوت نے طبل بازگشت بجوانے سے پہلے دھمکی دی، بی حیجون اب مجھے شیوہ جلادی اختیار کرنی پڑے گی عفریت طلسمی کو بلا کر سب کو مٹا دوں گی ایک ہفتہ کی مہلت دیتی ہوں آٹھویں روز عفریت طلسمی سب کو کھا جائے گا۔

دوسری طرف بران مجلس بہار وغیرہ آبلوں کے درد سے چیخ رہی تھیں، سارے ساحر اپنی سی کوششیں کر رہے ہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا، یاقوت کی بہن لعل سخندان جب اسد پر عاشق ہو کر لشکر اسلام میں آئی تو اُس نے بران وغیرہ پر سے یاقوت کا سحر زائل کیا۔

افراسیاب کی بیوی ملکہ حیرت سوت سے خوش نہیں ہے، محبوب کاکل کشا جو نور افشاں سے چلی تھی مگر افراسیاب نے اُسے گرفتار کر کے عجائب زعفران پوش کے پاس قید کروا دیا تھا اس کے بارے میں چالاک کو بتا دیتی ہے اور ایک فولادی گولہ دے کر زعفران پوش

کو قتل کرنے کے لئے روانہ کرتی ہے۔

جب نہریں زائل ہوگئیں بہن ہاتھ سے نکل گئی تب یاقوت نے اپنا آخری حربہ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا، افراسیاب سے کہا، میں صبح عفریت طلسمی کو میدان میں لے آوں گی لعل ہر چند یاقوت کی بہن ہے مگر وہ بھی عفریت طلسمی کے سامنے مجبور ہے، اس وقت لشکر اسلام میں طلسم ہوشربا اور نور افشاں دونوں جگہ کے ساحر موجود ہیں مگر سب پر عفریت طلسمی کا خوف طاری ہے، جہاں تک ساحروں کا سوال ہے تو عیاروں نے ملکہ تاریک تک پر عیاری کی مگر عفریت طلسمی کے لئے وہ کیا کرتے؟

جب دوسرے دن جنگ شروع ہوئی تو برق لامع اور رعد نے مل کر یاقوت کو زخمی کیا وہ زخم باندھ کر بھاگی اور پہاڑ پر ٹکر ماری۔

[1] یکا یک پہاڑ پھٹا، دل کوہ سے ایک کوہ پیکر دیو مہیب بڑے بڑے ہاتھ پاؤں سر گنبد مکان کہنہ ہاتھ پاؤں جیسے نخل چنار کے، سینہ صحرائے ویراں، موئے جسم مثل نشتر کوہ پیکر خود سر چیخ مار کر سامنے آیا، ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا، کہا اے معشوقہ خداوند خیر تو ہے، یاقوت نے کہا، اے عفریت خونخوار باغیوں نے اس قدر عاجز کیا خون ہمارا زمین پر گرایا اب سب کو کھا لے۔

لعل سخنداں عفریت کو دیکھ کر چیخنے لگی، بھاگو اس خونخوار سے جان بچاؤ، عفریت چار ہزار کنیزوں کو کھا گیا۔ لعل کے چیخنے پر سب بھاگ کھڑے ہوئے مگر بھاگ کر کہاں جاتے دو کوس تک اس کا ہاتھ جاتا ہے پانچ کوس پر اس کا ایک قدم پڑتا ہے، لشکر اسلام کے سارے ساحروں نے مل کر سحر کئے، مگر عفریت پر کوئی اثر نہیں ہوا، دیکھتے دیکھتے وہ دس ہزار آدمیوں کو کھا گیا، دو سو آدمیوں کو ایک بار پھانک جاتا ہے چبا تا بھی نہیں، سحر کر کے ساحر بھاگتے اور دن بھر میں بھاگ کر جہاں پہنچتے تین قدم میں عفریت وہاں پہنچ جاتا۔

باغبان نے گھوڑے پر سحر کیا وہ اسد کو لے کر بھاگنے لگا، بران مجلس بہار وغیرہ سحر کرتی

---

[1] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۸۰۳

ہیں پھر بھاگتی ہیں نہ کھانا نہ پانی، لشکر افراسیاب پیچھے چھوٹ گیا، افراسیاب منزل بمنزل عیش کرتا ہوا آتا ہے۔ جب عفریت ذرا ٹھہرتا ہے یاقوت پھر للکار دیتی ہے، بھاگتے بھاگتے لشکر اسلام نور افشاں کے بازگزار علاقے میں پہنچ گیا، وہاں کی حاکم نے ان لوگوں کو کھانا کھلانا چاہا ابھی ایک نوالہ منہ میں گیا تھا کہ عفریت کا سر نظر آیا، وہ پھر بھاگنے لگے کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا، بھاگتے بھاگتے لشکر اسلام کا تھوں کے جنگل میں پہنچ گیا۔

ملکہ مہرخ نے کہا، یارو اب ہم سے نہیں بھاگا جاتا۔ اسی مقام پر جان دیں گے اب نہ قدم پیچھے ہٹائیں گے لطف دنیائے دو دن خوب اُٹھایا، پاؤں سوج گئے اب ایک قدم بھی ہٹانا دشوار ہے"[1]۔

لالان خونقبا اور مہ جبیں روتی ہیں کہ کوئی میرے وارث کا پتا بتا دو پھر ہمیں چھوڑ دو کہ عفریت ہمیں کھا جائے وہ زندہ رہیں گے تو ہمارے جیسی بہت سی کنیزیں مل جائیں گی اگر ان کو کچھ ہو گیا تو لشکر اسلام کس طرح قائم رہے گا۔ اسی وقت اسد کا گھوڑا وہاں آکر رُکا، سب نے خدا کا شکر ادا کیا، اسد نے جو سب کو روتے دیکھا باغبان سے کہنے لگے اب اگر تم نے گھوڑے پر سحر کیا تو میں تلوار سے اپنی گردن کاٹ لوں گا عفریت کو آنے دو میں نے کوہ قاف میں دیو مارے ہیں اس عفریت کو بھی چیر پھاڑ کر پھینک دوں گا یا خود جان دوں گا مگر بزدلوں کی طرح بھاگنا میرے لئے باعث شرم ہے۔

لشکر والے سمجھاتے ہیں کہ یہ عفریت طلسمی ہے اس سے لڑنا بیکار ہے ملکہ لعل اسد کے قدموں سے لپٹ گئی۔ خدا کے واسطے بھاگئے عفریت طلسمی آتا ہے جو فوج رہ گئی ہے ان کو کھا رہا ہے، سب نے دیکھا کہ چھٹوں عیار بھاگتے آرہے ہیں سب کی حالت خراب ہے ملکہ جیون نے پوچھا، کیوں خواجہ میری وزیرزادی محبوب کا کل کش کی ہوئی؟ وہ ہوتی تو اس بلا کو روکتی عمرو نے بتایا کہ خورو چالاک نے مل کرائے قید کرا دیا ہے وہ آرہی ہوگی، اسد کو بگڑا ہوا دیکھ کر جیون کہتی ہے کہ اسد کو بے ہوش کر کے زنبیل میں چھپا لیجئے عمرو نے کہا یہ بڑی بات نہیں مگر جب وہ باہر نکلے گا اپنی جان دے گا۔

اُسی وقت عفریت کے آنے کا شور ہوا مگر اب کوئی بھاگنے پر آمادہ نہیں تھا، سب خدا سے دُعا

---

[1] طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۸۸۳

مانگنے لگے، اُسی وقت کوکب و نورافشاں آسمان پر ظاہر ہوئے مگر بہت پریشان، کوکب کہنے لگے: اب لوگ بھاگتے ہوئے خود کو صاحبقراں تک پہنچایئے ان سے کہئے کہ وہ عطیات بزرگان دین سے لیس ہو کر اس کے مقابلے پر آئیں اور اس کی موت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

عفریت طلسمی نے ہاتھ بڑھایا کہ لشکر اسلام کو کھائے، افراسیاب و یاقوت بھی آگئے۔ یاقوت عفریت کو للکارنے لگی تمہارے لئے یہ خوان سجا ہے کھاؤ، اسد تیغہ کھینچ کر اس سے مقابلے کے لئے جانا چاہتا ہے مگر لعل نے سحر کر کے اس کے گھوڑے کو روک دیا، اسد لعل پر بگڑ رہا ہے عفریت نے جیسے ہی ہاتھ بڑھایا کوکب نے للکارا اس پر گولہ پھینکا مگر عفریت پر کوئی اثر نہیں ہوا، نورافشاں نے بڑھ کر روکا تو گھڑی بھر کے لئے رُکا، کوکب نے یاقوت کو للکارا کہ تو خود مقابلہ کیوں نہیں کرتی عفریت کے سہارے لڑتی ہے، افراسیاب نے قصد کیا کہ نورافشاں پر جا پڑے، یاقوت نے منع کیا پھر عفریت کو للکارا او بے حیا کیا یہ دونوں تیرے رشتہ دار ہیں ان دونوں کو کھا جا، عفریت کوکب و نورافشاں کی طرف بڑھا، نورافشاں نے جیب سے ایک گولہ نکالا اس پر اپنی زبان کاٹ کر خون ڈالا اور زمین پر پھینک دیا۔ ایک اژدہا منہ کھولے عفریت پر لپکا، دونوں میں لڑائی ہونے لگی، نورافشاں نے خواجہ سے کہا، یہ آخری سحر تھا اس مہلت کو غنیمت جانئے اور نکل جائیے۔

عفریت نے اژدہے کو چیر ڈالا اور اس کا گوشت دو نوالے میں کھا گیا، عفریت پھر کوکب و نورافشاں کی طرف بڑھا، نورافشاں نے اپنے بدن کا خون اُس پر پھینکا کچھ دھبے عفریت پر پڑ گئے کوئی نقصان نہیں ہوا، باغبان اسد کو گود میں لے کر بھاگا، کوکب و نورافشاں سحر کرتے ہوئے پیچھے جٹ رہے تھے اسد خود کو باغبان سے چھڑا کر سجدے میں گر گیا۔

اے کارساز عالم رب اکرم اب تو مصیبت نہیں اُٹھائی جاتی ملک الموت کو حکم دے با آبرو ہماری روحیں قبض کرے یا اس بلا کو دفا کر، اُسی وقت آسمان میں محبوب کا کل کشا کا نعرہ ہوا۔

نورافشاں نے اسے پاس بلا کر نصیحت کی اور محبوب کو ملکہ جیجون نے قتل کر کے اس کا خون اور کلیجہ نکال کر عفریت کو کھلا دیا۔ عفریت حکم کا بندہ بن کر لشکر افراسیاب پر پلٹ گیا، پہلے ملک اخضر کو کھایا، یاقوت نے حباب بن کر بھاگنا چاہا مگر عفریت نے اُسے بھی کھا لیا، اس طرح پانچویں بلا اپنے کیفر کردار کو پہنچی۔

خداوند سالوس

خداوند سالوس قلعہ گلشن حصار کا بادشاہ ہے وہ زبردست ساحر ہے اور خدائی کا دعویٰ دار
وہ تقدیریں بنانے اور بگاڑنے کی باتیں کرتا ہے۔ اُسے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا حال
معلوم ہو جاتا ہے' اس کے ملک میں رہتے۔ بڑے ساحر ہیں کہ امیر حمزہ کا اسم اعظم بند کر دیتے ہیں سالوس
اپنے آگے سامری و جمشید کو بھی کچھ نہیں سمجھتا، لقا کو اپنا بندہ اور سامری جمشید کو۔ بڑا جادوگر کہتا ہے جب
اُسے خبر ملی کہ اس کا بھائی ابلیس مارا گیا تو اُسے افسوس نہیں ہوا بلکہ کہنے لگا۔

۱ میں نے اس بے حیا کو اپنا نائب بنا کر بھیجا تھا وہ جا کر خداوند بن بیٹھا، قدرت نے
نوے ہزار برس پیشتر یہ تقدیر کی تھی کہ ابلیس ہاتھ سے مسلمانوں کے مارا جائے گا۔

سالوس کا عیار تیز رفتار عمرو سے کچھ ہی کم ہے اس کی بیٹی بھی بڑی عیارہ ہے' ان دونوں باپ بیٹی
کی عیاری کی وجہ سے سالوس کی خداوندی کامیابی سے چل رہی ہے، امیر حمزہ تو اپنے محسن کوکب و
نورافشاں کو سحر العجائب مصر الغرائب کی قید سے چھڑانے کے لئے نورافشاں جا رہے تھے، پہلے ابلیس
خودپرست نے راستہ روکا پھر سالوس نے، سالوس ایک دن بیٹھے بیٹھے دربار میں اپنے عیار
تیز رفتار سے کہنے لگا' ذرا دیکھنا مسلمان کہاں ہیں' حمزہ کو پکڑ لاؤ وہ میرا پرسالا ہے مجھے پہچان کر سجدہ کرے
گا تیز رفتار لشکر اسلام سے امیر حمزہ کے بجائے بہرام کو چرا لے گیا، جب قید بہرام پہنچی اور بہرام نے ہوش
میں آکر سلام کیا تو سالوس قہقہہ مار کر ہنسنے لگا۔

۲ او حمزہ منم سالوس سردار خوار' تجھ کو ہم نے حمزہ صاحبقران بنایا خیال تو کر تجھے کہاں کہاں
پہنچایا اب قدرت کو سجدہ کر ورنہ ابھی سنگ سیاہ کر دوں گا۔"

سالوس نے ایک قصر پر یزداں بنوایا تھا اس میں تین موکنیزان سامری رہتی تھیں جب سالوس
کسی پریشانی میں گرفتار ہوتا تو اُن کے پاس جاتا، ایک کہتی خداوند آئے ہیں دوسری کہتی کسی مصیبت
میں گرفتار ہوئے ہوں گے تیسری کہتی تم حال بتا دو' چوتھی حال بتانے لگتی، تب سالوس قصر پر یزداں

---

۱ طلسم فتنہ نورافشاں جلد دوم صفحہ ۸ ۔ ۲ طلسم فتنہ نورافشاں جلد دوم صفحہ ۱۲

ے نکل کر تقدیر کرتا۔

سالوس نے مسلمانوں کو رد کرنے کے لئے ساتوں در بند پر بڑے بڑے ساحر بھیجے وہ سب کے سب
سلمانوں کے ہاتھ مارے گئے اور جب جیجون جیسا زبردست ساحر قتل ہوا تو سالوس کہنے لگا۔
سلے قدرت تو ارشاد فرما ہی چکے تھے کہ جیجون جہنم واصل ہوگا، یہ بہت مغرور ہو گیا تھا ذات
کو کسی کا غرور پسند نہیں"۔

لقا کی طرح صرف بادشاہ ہی نہیں ساحر بھی ہے، جب سالوس کے بڑے بڑے ساحر مارے گئے
س نے سب کو منع کیا اور خود سحر تیار کر کے مسلمانوں کو مٹانے کے لئے میدان میں آیا اُس نے لشکر اسلام
کس کر امیر حمزہ کا اسم اعظم بند کیا اور شیشہ میں رکھ کر وہی شیشہ سب کو دکھایا اسلام کے سرداروں کے
ں میں زنجیریں پڑ گئیں اور وہ گرفتار ہو گئے۔ سالوس نے شیشہ اسم اعظم کا اپنے خاص کمرے میں مسہری کے
ئے تلے دفن کیا اور روح کی فکر کرنے لگا، سالوس کی بیوی گلشن سحر طراز اُسے شیشہ چھپاتے
ہ چکی تھی۔

دوسرے دن سالوس نے پھر حملہ کیا اس کا ارادہ امیر حمزہ کو قتل کر کے لشکر اسلام کو برباد کر دینے
ں مگر نقاب دار زرین پوش مدد کے لئے آ گیا اور سالوس اس کے ہاتھوں زخمی ہو کر
ٹ گیا۔

جب سالوس قصر ریز داں میں گیا تو کنیزوں کے عاشق اسرار ساحری نے بتایا اگر
یہ ابلیس خبیسہ تمہارے لئے جنگ کرنے پر آمادہ ہو جائے تو جنگ فتح ہو سکتی ہے،
وس نے کہا اگر عمرو اور حمزہ ختم ہو جائیں تو سامری جمشید پر ایمان لے آؤں گا اور اُن کا نام،
ی دنیا میں پھیلا دوں گا۔ خبیسہ کی شرط یہ تھی میرے ساتھ ہمبستری کرو تب میں تمہارے لئے جنگ
ں گی"۔ سالوس نے دل پر جبر کر کے خبیسہ کو راضی کیا مگر وہ جنگ کرنے سے پہلے عمرو کے ہاتھوں
ی گئی۔

سالوس کی بیٹی امیر حمزہ پر عاشق ہو کر لشکر اسلام سے مل گئی، مغیلان جادو نے اسے

طلسم فتنہ نور افشاں جلد دوم ۲۵۳

گرفتار کر کے قتل کا ارادہ کیا سالوس کی بیوی سحر گلشن طرازنتی کو قتل ہوتے نہ دیکھ سکی اُس نے شیشہ اسم اعظم
کا میدان میں پھینک دیا اور بیٹی کو چھڑا کر لشکر اسلام میں چلی گئی ۔ مغیلا جادو مارا گیا ۔ جب سالوس
کے سارے سردار قتل ہو گئے تو ایک دن سالوس امیر حمزہ کو چرا لے گیا ۔ لشکر اسلام نے یلغار
کر دی ۔ امیر نے قید توڑ ڈالی ، زبردست اور فیصلہ کن جنگ ہوئی اور سالوس امیر حمزہ کے
ہاتھ سے مارا گیا ۔

سالوس اور لقا میں بہت سی باتیں مشترک ہیں ' دونوں خدائی کے دعویٰ دار ہیں ، مگر لقا کی
طرح سالوس کو ماننے والوں کی تعداد زیادہ نہیں ' لقا بھی غصہ ہو کر سنگ سیاہ کرنے کی دھمکی دیتا ہے
اور سالوس بھی ' لقا خود کو قدرت کہتا ہے سالوس بھی ' لقا بھی نوے ہزار برس پیشتر کی تقدیر کرتا ہے ،
سالوس بھی ' لقا کو بھی عذر پسند نہیں سالوس کو بھی ' لقا کی بیٹی تام کے ساتھ نکل گئی سالوس کی امیر حمزہ کے ساتھ

مگر دونوں میں فرق بھی ہے لقا کے پاس تیز رفتار جیسا کوئی عیار نہیں نہ ہی وہ جادوگر ہے نہ اس نے
قصو برنزداں بنایا ہے کہ کیران سامری کے ذریعہ آئندہ کا حال معلوم ہو سکے لقا کا مشیر شیطان قدرت بختک
ہے اور سالوس اپنی تمام ہیبتناکی کے باوجود لقا جیسی گہری چھاپ نہیں چھوڑتا ۔

برادران خواجہ سگ پرست

باغ و بہار کے یہ ویلین کردار بادشاہ آزاد بخت کی کہانی میں آتے ہیں ' خواجہ سگ پرست نے اپنے
کتے کے پٹے میں بارہ نایاب لعل لگوا رکھے ہیں مگر اپنے سگے بڑے بھائیوں کو پنجرے میں بند کر رکھا ہے
اور انہیں اس کتے کا جوٹھا کھانا کھلاتا ہے ۔ اس کی اس بدعت سے حاکم وقت نے اس پر دو ہرا
ٹیکس لگا رکھا ہے اور ملک کے لوگ اُسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے خواجہ سگ
پرست کے نام سے یاد کرتے ہیں حالانکہ وہ کٹر مسلمان اور احکام شرعی کا پابند ہے ۔
جب وہ بادشاہ آزاد بخت کو اپنی کہانی سناتا ہے تو بظاہر مظلوم نظر آنے والے قفس کے
زندانی اپنی ہمدردی اور جذبۂ ترحم کو کھو دیتے ہیں اور یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ سزا ان کے لئے کم ہے ان کی
سزا قتل ہونی چاہیئے تھی ۔

باپ کے مرنے کے بعد دونوں بڑے بھائیوں نے خواجہ سگ پرست کو مجبور کیا کہ وہ جائداد

تقسیم کرے، پہلے تو اُس نے جائداد کی تقسیم گوارہ نہ کی پھر اُس نے جائداد سے حصہ لینا قبول نہ کیا اور قاضی کے سامنے فارغ خطی لکھ دی۔ تب دونوں بھائیوں نے اُسے گھر سے بھی نکال دیا۔ چھوٹے بھائی کے پاس جو کچھ تھا اسی سے ایک دوکان کھولی اور تین سال میں دوکان کافی مشہور ہوگئی اور وہ سکون سے رہنے لگا۔ ایک دن خواجہ کے نوکروں نے بتایا کہ آپ کے دونوں بھائیوں کو چوک میں ایک یہودی مار رہا ہے، بھائی کی محبت نے جوش مارا اور یہودی کا قرض ادا کر کے دونوں کو چھڑا لایا پھر انہیں بیس ہزار کا سامان دے کر بغرض تجارت بخارا بھیجا، کچھ دنوں کے بعد خبر ملی ایک بھائی نے جوے میں دوسرے نے بوزہ فروش کے لڑکے کے عشق میں ساری رقم اڑا دی اور اب دونوں بُرے حال میں ہیں۔

خواجہ پھر انہیں اپنے ساتھ لے آیا اور اس بار سامان تجارت کا خرید کر انہیں اپنے ساتھ لے کر تجارت کے لئے نکلا کشتی پر اُس کا کتا بھی تھا، اس بار دونوں بھائیوں نے خواجہ کو قتل کے ارادے سے سمندر میں ڈھکیل دیا، کتے نے بھی خواجہ کے ساتھ سمندر میں چھلانگ لگادی، ایک ہفتہ بعد کتے کی مدد سے خواجہ کنارے پہنچا، ایک شہر تھا۔ خواجہ بھوکا پیاسا گھوم رہا تھا کہ بھائیوں سے ملاقات ہوگئی۔ مگر وہ اُسے دیکھتے ہی مارنے پیٹنے لگے۔

> ؎ "منجھلے بھائی نے طمانچہ مارا کہ میں لڑکھڑا کر گر پڑا، بڑے بھائی کا دامن پکڑا کہ شاید حمایت کرے اس نے لات ماری .... خلقت اکٹھی ہوگئی، سب نے پوچھا اس کا گناہ کیا ہے تب بھائیوں نے کہا یہ حرامزادہ ہمارے بھائی کا نوکر تھا اس کو دریا میں ڈال دیا اور مال و اسباب لے لیا۔"

لوگ خواجہ کو کوتوال کے پاس لے گئے دونوں بھائیوں نے حاکم کو رشوت دے کر پھانسی کی سزا دلوادی، سزا تو کسی وجہ سے موقوف ہوگئی مگر راشی کوتوال نے خواجہ کو زندان سلیمانی میں ڈال دیا۔ کتا کہیں سے روٹی لاکر کنوئیں میں گراتا اور ایک بڑھیا سے پانی منگوا کر پلاتا پھر ذیرباد کی رانی نے اپنے عاشق کے دھوکے میں خواجہ کو کنوئیں سے نکالا اور دونوں کی شادی ہوگئی۔ ایک دن خواجہ کو خبر ملی کہ دو آدمی، زنا، چوری اور خون کے الزام میں گرفتار ہوئے ہیں خواجہ نے جاکر دیکھا تو اُس کے دونوں بھائی تھے خواجہ نے پھر انہیں چھڑا لیا، ایک دن منجھلے بھائی نے شہزادی کو دیکھ لیا اور اس کی نیت خراب ہوگئی،

؎ باغ و بہار صفحہ ۷۵

انہوں نے خواجہ سے وطن چلنے کا اصرار کیا اور راستے میں ایک تنہا جگہ پر تلوار سے خواجہ اور کتے کو موت کے گھاٹ دیا۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ بدؤں نے حملہ کر دیا ہے۔ زیر باد کی رانی نے خنجر گھونپ کر خودکشی کر لی۔

اتفاقاً سراندیپ کی شہزادی نے خواجہ اور کتے کو زخمی دیکھ لیا اس نے دونوں کا علاج کرایا، اپنے محل میں لے گئی، جب خواجہ تندرست ہوا تو دونوں نے شادی کر لی، وہیں خواجہ کو دونوں بھائی جہاز پر مزدوری کرتے نظر آئے خواجہ پھر انہیں لے آیا۔ اس بار بھی انہوں نے خواجہ کو قتل کرنا چاہا مگر اب خواجہ ان کی طرف سے ہوشیار تھا لہٰذا وہ گرفتار ہو گئے، خواجہ نے ان کی تین غلطیاں معاف کی تھیں چوتھی بار اس نے انہیں پنجرے میں بند کر دیا۔

خواجہ سگ پرست کے بھائی ذلیل ہیں، وہ خود غرض ہیں، محبت ہمدردی کا جذبہ ان کے دل میں نہیں، چھوٹے بھائی نے جائداد سے دست برداری کا اعلان کیا تو انہوں نے اسے گھر سے بھی نکال دیا اور اپنا حصہ عیاشی میں لٹا کر شرک پر یہودی کے ہاتھوں جوتیاں کھائیں، وہ عیاش ہیں کبھی بوزہ فروش کے لڑکے پر عاشق ہوتے ہیں کبھی لونڈی پر کبھی چھوٹے بھائی کی بیوی پر، وہ برائی کی دلدل میں اس حد تک غرق ہو چکے ہیں کہ بھائی کے قتل کے درپے ہیں اس بھائی کے جو کٹھن وقت پر ان کی مدد کرتا ہے، اس کا رہنا دونوں کے لئے فائدہ مند تھا کہ وہ سونے کا انڈا دینے والی مرغی تھا چھوٹا بھائی اپنی محبت سے مجبور تھا اور یہ اسے قتل کر کے اپنے جذبۂ حسد کی تسکین کرنا چاہتے ہیں۔

گل

ایذا پسند، جنسی بوالہوس اور بے وفا ان تینوں اشیاء کا مرکب جزوں کے بادشاہ کی بیٹی اور صنوبر شاہ کی بیوی گل ہے، دیکھنے میں انتہائی خوبصورت نازک بدن مگر اندر سے زہریلی جس کا نام ہی قتل و غارت گری کا سبب بن گیا تیموس شاہ کی بیٹی ملکہ مہر انگیز نے اپنا مہر ہی یہ رکھ دیا تھا کہ جو یہ بتائے گا گل با صنوبر چہ کرد، اسی سے شادی کروں گی۔

مہر انگیز کے حسن کا چرچا دور دور ہے شہزادے اس کی خواستگاری میں آتے اور جواب نہ دینے پر ان کے سر کاٹ کر فصیل شہر پر لٹکا دیئے جاتے، ایک ایک بادشاہ کے سات سات بیٹے قتل

ہوئے، بادشاہ بیٹوں کے غم میں اندھے ہوئے، صحرانشیں ہوئے اور تارک الدنیا ہو گئے تب شمشاد لعل پوش کا آخری بیٹا الماس فرح بخش جان پر کھیل کر زنگیوں اور اژدہوں سے مقابلہ کرتا ہوا شہر او وقاف میں پہنچا جہاں صنوبر شاہ کی حکومت تھی، صنوبر شاہ اس راز کے افشا ہونے سے خائف تھا ہرچند شہزادہ سے اُسے محبت ہے مگر شہزادے کے منہ سے یہ سوال سن کر پچراغ پا ہو گیا۔

لے میں ابھی تیرا سر تن سے جدا کر ڈالتا مگر تو نے جاں بخشی کر لی ہے تو اس خیال باز آ"۔

اور صنوبر شاہ اس راز سے پردہ اُٹھانے پر تیار بھی ہوا تو اس شرط کے ساتھ کہ راز جاننے کے بعد تمہارا سر قلم کر دیا جائے گا، پھر صنوبر شاہ نے ایک کتا منگوایا جس کی گردن میں طوق پڑا ہوا تھا جس کے بیٹھنے کے لئے زربفت کی مسند تھی اور بہت سے نوکر چاکر اُس کی خدمت میں لگے ہوئے تھے پھر ایک خوبصورت عورت کو بلوایا جو بھاری زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی بارہ زنگیوں کی نگرانی میں آئی پھر ایک گندہ طشت منگوا کر اس میں عورت کو کھانا کھلایا اور ایک زنگی کے سر پر لکڑی ماری اس کے سر سے جو خون گرا اُسے پانی کے بدلے عورت کو چاٹنے پر مجبور کیا۔ یہی وہ گل جو پوری داستان پر آسیب کی طرح چھائی ہوئی ہے۔

گل کا یہ حال دیکھ کر اس سے ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے مگر جب صنوبر شاہ شہزادے کو اس کا کارنامہ سناتا ہے تو اس حسین ناگن سے گھن آتی ہے۔

وہ صنوبر شاہ کی بیوی ہے مگر جب رات میں صنوبر شاہ سو جاتا ہے گل اُٹھ کر گھوڑے پر بیٹھ کر ایک مکان میں جاتی جہاں زنگی رہتے تھے وہ زنگی ذرا ذرا سی بات پر اُسے بُری طرح زدوکوب کرتے مگر وہ اُن تلوے چاٹتی ان کی خوشامدیں کرتی اور پھر عیش و عشرت میں ڈوب جاتی اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ کر صنوبر شاہ کے بغل میں سو جاتی جب صنوبر شاہ کو شک ہوا اور ایک رات اُس نے تعاقب کیا تو دیکھا گل ایک مکان میں گئی۔

سے انہوں نے (زنگیوں) نے اُسے اسی وقت نکال دیا اور کوڑے لے کر نکلے اور

لے گل صنوبر صفحہ ۳۸ سے گل صنوبر صفحہ ۴۳

اس بدبخت کو وہ مار ماری کہ پشت و پہلو کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں، چوں کہ وہ زنگیوں کے
عشق سے گھائل تھی اس کافرنے آہ بھی نہ کی بلکہ ان کے قدم چومنے لگی اور منت سماجت کرنے
لگی اور پھر انہیں مکان میں لے جا کر دادِ عیش دینے لگی۔
گل کی شخصیت کے دو پہلو سامنے آئے ایک تو یہ کہ وہ ایذا پسند ہے اس لئے اذیت سہنے پر اُف
نہیں کرتی دوسرا یہ کہ وہ جنسی بوالہوس ہے حد سے زیادہ بڑھی ہوئی جنسی بھوک کی وحشی مردوں سے
تسکین پاتی ہے۔ تیسرا پہلو اس وقت سامنے آیا جب صنوبر شاہ مکان میں گھس کر زنگیوں
سے لڑنے لگتا ہے اور زنگی اس سے شکست کھا کر بھاگنے کی فکر کرتے ہیں اس وقت گل صنوبر شاہ
کو دھکا دے کر گرا دیتی ہے اور جب زنگی صنوبر شاہ کے سینے پر چڑھ جاتا ہے تو گل اپنی کمر سے
خنجر نکال کر زنگی کو برائے قتل صنوبر شاہ دیتی ہے، اس وقت صنوبر شاہ کا کتا پیچھے سے زنگی پر حملہ آور
ہوا اور صنوبر شاہ کی جان بچ گئی۔
گل ایک بادشاہ پر وحشی زنگیوں کو ترجیح دیتی ہے۔ بادشاہ مرجائے تو کوئی حرج نہیں مگر اس
کے وحشی معشوق زندہ رہیں تاکہ اس کی جنسی تسکین ہوتی رہے گل صنوبر داستان کی یہ عورت، عورت کی مخصوص
فطرت کی روشنی میں بے حد اہم کردار ہے جو اپنی اذیت پسندی اور جنسی تسکین کے لئے ظالم وحشی
مرد چاہتی ہے۔

ملکہ دمامہ جادو

ملکہ فرعونیہ کی یہ ساحرہ نہ صرف سحر و ساحری میں ماہر ہے بلکہ علم نجوم سے بھی واقف
اور صورتاً بھی کریہہ المنظر ہے جیسیں آرزنج کا قد کھا دے کی ساڑی پہنتی ہے اس کی ہیئت بہت
ہیکہ تاریک شکل کشش سے جلتی ہے مگر تاریک ظاہری دکھاوے کا سہارا نہیں لیتی نہ ہی
کرو فر سے میدان جنگ میں آتی ہے اس کے برعکس دمامہ جب میدان میں آتی ہے تو۔
لے تخت شہنشاہ ساحران ملکہ دمامہ جادو کا چار فیل آتشیں پر کسا ہوا چتر آتش سر پر

لے ایرج نامہ جلد چہارم صفحہ ۲۰۲

لگا ہوا چنور آتشیں ہوا لباس نہایت پرتکلف و مکلل بند مغرب بجواہر پہنے ہوئے زرد
قشقہ ماتھے پر کھینچا ہوا ٹیکا سیندور کا دیا ہوا تاج سترہ کنگروں کا سر پر رکھے ہوئے کہ
اس کے ہر کنگرے سے آگ کا ایک شعلہ نکلتا اور بشکل انسانی ہو کے آواز یا خداوند
سامری دیا خداوند جمشید دیتا ہے بعد اس کے خود ہی غائب ہو جاتا ہے۔
س کی فوج بھی اُسی کی طرح سجی ہوئی ہے جب میدان میں ساحروں کی آمد شروع ہوئی تو آگے
ت سواژدہائے آتش نشاں کہ ان کی پشتوں پر علم گڑے ہوئے پھر پردوں پر ان کے تعریف و توصیف
مری و جمشید و زردہشت کی جلی حرفوں میں لکھی ہوئی علم کے عقب میں سات لاکھ ساحر کوئی ہنس پر سوار
ئی قرقرے پر کوئی سارس پر کوئی مرغابی پر کوئی طاؤس پر کوئی تازہ پر کوئی چیتے پر کوئی ریچھ کوئی نیل گائے
ی گینڈے پر سوار کسی کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں کسی کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلتی ہیں کسی
کانوں سے دھواں نکل رہا ہے کسی کی ناک سے بخار نکلتا ہے۔ ہاتھوں کی ہڈیوں کی مالا پہنے ہوئے دمامہ
ھیانک ہے اس کی فوج کی ہیبت پڑھنے والوں اور لشکر اسلام کے دلوں پر طاری ہو جاتی ہے
مہ اور اُس کی فوج کو دیکھ کر امیر حمزہ بھی حسرت و یاس سے اپنے ہمراہیوں کا منہ تکنے لگتے ہیں۔
جب امیر حمزہ کا لشکر لقا کا تعاقب کرتا ہوا شہر زبرجد کے نزدیک پہنچا تو دما
ود جس کی وجہ سے زبرجد شاہ خداوند بن بیٹھا ہے نے شہر کے گرد حصار کھینچ دیا جو کوئی
ار کے پاس جاتا دیوار سے چپک جاتا اس کے علاوہ جو مسلمان سردار زبرجد شاہ کے دربار میں
جاتا مسحور ہو جاتا اور زبرجد شاہ کو خدا مان کر سجدہ کرنے لگتا بدیع الزماں اور علم شاہ رومی
ے سردار بھی اس سحر سے نہ بچ سکے اور زبرجد شاہ کو سجدہ کرنے لگے۔
امیر حمزہ نے دمامہ سے مقابلہ کرنا چاہا تو اس نے اسم اعظم بند کر کے امیر کو قید کر دیا، دمامہ
ں کر لشکر اسلام کے مقابلے پر اس لئے نہیں آتی کہ اُسے علم نجوم سے یہ معلوم ہوا تھا کہ تیس دن اس
ہت بھاری ہیں اگر یہ دن خیر و خوبی سے گزر گئے تو وہ امر ہو جائے گی اس لئے وہ چاہ الماس
رہ کر یہ دن گزارنا چاہتی ہے مگر امیر حمزہ اپنے چھ رفقا کے ساتھ چاہ الماس میں کود پڑتے
حمزہ کو تنہا سمجھ کر مار ڈالنے کے لئے اپنی فوج کے ساتھ حملہ آور ہوتی ہے اور عین ناامیدی میں حمزہ
دوست ساحروں کی آمد شروع ہو جاتی ہے، دمامہ اُنہیں دیکھ کر اپنے رفقا سے کہتی ہے

میں نے یہ بات پہلے جان لی تھی اس لئے میں نے اس کی تیاری کرلی ہے ایسا سحر تیار کیا ہے جیسا ایک
بار سامری و جمشید نے تیار کیا تھا اور اس کا توڑ خود ان سے بھی نہ ہوسکا تھا۔

دمامہ حمزہ کے رفیق ساحروں میں صرف مکلل خان سے خوفزدہ ہے کیوں کہ وہ مصاحب
سامری ہے اس لئے اس نے اتنا زبردست سحر تیار کیا ہے جس کا توڑ مکلل خاں کے پاس بھی نہیں، مگر
علم نجوم سے یہ وقت۔ اور یہ امر شدنی معلوم تھا دیکھو وہ تدبیر یہ ہے۔

لہ یہ کہہ کر اپنا جوڑا کھول کر ایک ڈبہ نکالا اسے کھولا تو اُس میں سے ایک میمون بچہ باہر آیا
اور اُچک کے سر پہ دمامہ جادو کے جا بیٹھا.... آنکھیں اس کی یاقوت سرخ کی معلوم
ہوتی تھیں.. اس بچہ میمون پر جس کی نظر پڑی وہ منہ کے بل گرا اور بے ہوش ہوگیا تمام
ساحر دمامہ کی طرف کے بے ہوش ہو گئے تب دمامہ نے اسم سحر کا پڑھ کر دم کیا وہ
سب ہوش میں آئے"۔

دوسرے دن طبل جنگ بجا کر دمامہ میدان میں آئی پہلے تو اس نے ساحروں کو سمجھایا کہ وہ حمزہ
ساتھ چھوڑ دیں اُن کے انکار پر وہ سب کو جان سے مار دینے کی دھمکی دیتی ہے اور ڈبیہ کھو
میمون بچہ دکھاتی ہے، بچہ دیکھ کر مکلل خاں مصاحب سامری بھی گھبرا جاتا ہے اور خدا
اس کے شر سے بچانے کی دعائیں مانگتا ہے۔

جنگ شروع ہوئی تو ماران جادو نے مکلل خاں کو زیر کر لیا اور جب وہ مکلل
کا پیٹ پھاڑنا چاہتا تھا برق جادو آسمان پر نمودار ہو کر برق گراتی —
ماران جل جاتا ہے اور مکلل خاں چھوٹ جاتا ہے۔

تب دمامہ کو غصہ آیا اُس نے میمون بچہ کی ٹانگیں چیرنی شروع کی میمون اتنی
سے چیخا کہ حمزہ جن کے نعروں کی آواز پو نسخہ کو سی جاتی ہے سہم جاتے ہیں، ساحر سحر بھول جا
ہیں کتنے گر کر بے ہوش ہو گئے۔ لشکر اسلام پر یاس و ناامیدی چھا گئی۔ جب وہ میمون
کی ٹانگیں چیر کر پھینکے گی تو کیا ہوگا۔

لہ ایرج نامہ جلد چہارم صفحہ ۲۰۵

ٹھیک اسی وقت برق جادو دوبارہ آسمان پر چمکی اور ایک شیشہ حمزہ کے سامنے توڑ کر کہا، اب آپ اعظم یاد کیجیے، اسم اعظم بحال ہو گیا تھا۔ امیر اسم اعظم پڑھتے ہوئے دمامہ کی طرف بڑھتے ہوئے دمامہ کی طرف بڑھے، اُس نے یمون بچے کی ٹانگیں چیرنی شروع کیں مگر کوئی آواز نہیں نکلی یہاں تک اس نے کمر تک چیر دیا اسم اعظم کی وجہ سے دمامہ کا سحر بیکار ہو گیا تھا۔

امیر حمزہ نے اسم اعظم پڑھ کر دمامہ پر پھونکا وہ اندھی ہو گئی مگر پھر بھی ہمت نہیں ہاری وہ ٹٹول کر امیر حمزہ کو پکڑنا چاہتی کہ بے غصہ سے اس کی آنکھ سے دو شعلے نکلے مگر امیر حمزہ بچ گئے اور تلوار سے دمامہ کو قتل کر دیا۔

اس کے مرتے ہی نہ صرف بدیع الزماں اور علم شاہ رومی سحر سے آزاد ہو کر زبرجد شاہ سے لڑنے لگے بلکہ وہ دیوار بھی غائب ہو گئی جس کی وجہ سے لشکر اسلام شہر زبرجد میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

دمامہ اتنی بڑی ساحرہ ہے کہ طلسم ہوشربا میں بہت دنوں تک اس کے مرنے کا غم ہوتا رہا اس کے علم نجوم نے اُسے کھُل کر میدان میں آنے نہ دیا وہ کسی طرح ایک مہینہ گزار دینا چاہتی تھی مگر اس کے دن پورے ہو گئے تھے اس لیے وہ میدان میں نکلنے پر مجبور ہو گئی، سحر میں اس کا کوئی ثانی نہیں، اس کی تخلیق یمون بچہ اس کا ثبوت ہے۔

احتقاق جادو

احتقاق جادو حجرۂ سوم کا جادوگر ہے۔ یہ نقارہ بجاتا ہے اور نقارہ کی پہلی آواز پر سننے والے عمر بھول جاتے ہیں دوسری آواز پر جسم کی طاقت ختم ہو جاتی ہے اور تیسری آواز پر سننے والے بے ہوش ہو جاتے ہیں اس کے پاس بارہ لاکھ قاتلوں کی فوج ہے۔ وہ خود کسی کو قتل نہیں کرتا اس کی فوج قتل کرتی ہے۔

حجرے سے باہر آنے کی احتقاق کی یہ شرط تھی کہ بادشاہ اپنی ران کے گوشت کا کباب بنا کر اُسے کھلائے۔ احتقاق سامری و جمشید کا نقارچی ہے اس لئے اس کی موت آسان نہیں۔ جب وہ حجرے سے نکل کر افراسیاب کی مدد کے لئے روانہ ہوا تو راہ میں عمرو اور برق نے مولوی اور لڑکے کا بھیس بدل کر اور احتقاق کو شراب پلا کر قتل کرنا چاہا مگر وہ بڑا جادوگر ہے زمین سے پتلا نکلا اس نے نہ صرف احتقاق کو بیدار کیا بلکہ عمرو و برق پکڑ بھی لیا۔ ماہیان نے شباب گلگوں پوش کو یہ تاکید کر کے بھیجا کہ دونوں عیاروں کو اپنے یہاں قید کرو شباب معتبر جادوگر ہے اس لئے افراسیاب کے اہم قیدی اس کی نگرانی میں رہتے ہیں۔

خواجہ راہ میں بے ہوش ہو گئے آنکھ کھلی تو خود کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا پایا۔ برق و عمرو کی تلاش میں چالاک اور قران نکلے۔ عمرو و برق نے مل کر عیاری کی قید سے چھوٹے۔ انہوں نے شباب کو قتل کرنا چاہا مگر پکڑے گئے۔

احتقاق لشکر افراسیاب میں پہنچ گیا۔ لشکر مہ جبیں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ احتقاق کی جنگ کا طریقہ ہی نرالا ہے کون اس سے مقابلہ کرے گا سب مفت میں مارے جائیں گے۔

احتقاق نے طبل جنگی بجوا دیا، لشکر اسلام حیران و پریشان کہ کیا کریں اب تو عیار بھی نہ جانے کہاں چلے گئے۔ احتقاق میدان میں آیا نقارہ آگے رکھا ہوا ہے، چوب ہاتھ میں ہے تخت سے کود کر میدان میں آیا، اس کے جلادوں نے خنجر ہاتھ میں لے لئے، احتقاق نے آواز دی۔

۱؎ اے فرقہ باغیان، اے مجمع سرکشان، مجھ کو تاریک شکل کش نہ سمجھو میرا وہ طریقہ نہیں، تین چوبیں نقارے پر لگاتا ہوں، لشکر کے لشکر مٹاتا ہوں، اب بھی بہتر ہے افراسیاب

۱؎ طلسم ہوشربا جلد ششم صفحہ ۶۰۲

کی اطاعت کرو ورنہ کچھ نہ ہو سکے گا۔

مہ رخ کو اس لاف وگزاف پر غصہ آیا، طاؤس کو بڑھا کر میدان میں آئی اور للکارا۔ احتقاق کے غرور کو ٹھیس لگی، چوب لے کر نقارے کی طرف بڑھا اور بقہر و غضب نقارے پر چوب لگائی۔ قیامت برپا ہوئی، سرداران مہ رخ شان سے سینہ تانے کھڑے تھے نقارے کی آواز سن کر پریشان ہو گئے۔ سب نے سر جھکا لیا، کوئی تھرایا کسی نے آہ کی۔ کسی نے کلیجہ پر ہاتھ رکھا،

احتقاق کانپ رہا تھا جھوم رہا تھا، اچانک کوکب روشن ضمیر مدد کو آگئے، پکار کر آواز دی او احتقاق خبردار آگے نہ بڑھنا۔ تو مصاحب سامری ہے کچھ نئے سحر دکھا،

احتقاق نے چاہا اس سے مقابلہ کروں مگر افراسیاب نے آواز دی۔ اے مصاحب سامری، اس سے سحر میں مقابلہ نہ کرنا۔ نقارے پر چوب لگا دے۔ احتقاق پھر نقارے کی طرف پلٹا۔ کوکب سینہ تانے میدان کارزار میں کھڑا ہے کہ احتقاق نے نقارے پر دوسری ضرب لگا دی۔

جیسے ہی نقارے کی آواز لشکر مہ رخ کے کانوں میں پہنچی، وہ سب گنگ ہو گئے۔ کوکب کا بھی سحر بھولا، لشکر اسلام گونگے، بہروں کی طرح آسمان کی طرف دیکھ کر غیں غیں کرنے لگے۔

احتقاق تیسری چوب لگانے پر تیار ہوا مگر کوکب کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر خوش ہوتا نے اُسے پھرتا ہے اس کا مذاق اڑاتا ہے، کوکب تمہارا ستارہ بھی گردش میں آیا، اسی منہ پر دعویٰ سلطنت طلسم نورافشاں تھا۔ کچھ سحر کرو تلوار ہاتھ میں ہے۔

افراسیاب شور مچاتا ہے، اے شہنشاہ اس وقت یہ باتیں نہ کیجئے۔ نقارے پر چوب لگا دیجئے۔ افراسیاب کی گھبراہٹ پر احتقاق کہتا ہے۔ افراسیاب کیوں گھبراتے ہو، میرا کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔ اگر اس وقت سامری جمشید آجائیں ان کا بھی یہی حال کروں گا۔ طنابیں آسمان کی کھینچ لوں گا۔

احتقاق جھوم رہا ہے، اہل اسلام بے قرار واشک بار اپنی جان سے بیزار دعاؤں میں مصروف ہیں۔ نورافشاں ان کی مدد کو آئے ہوئے ہیں مگر نقارے کے خوف سے نیچے نہیں اُترتے۔

اسی وقت تخت احول مربع نشیں کا پہنچ گیا، عمرو، برق و چالاک اس کے ساتھ تھے، احول مربع نشیں کو دیکھ کر افراسیاب حیرت زدہ رہ گیا کہ یہ قیدی کیسے چھوٹا، ضرور عیاروں نے عیاری کی ہوگی، برکت گلگوں پوش مارا گیا ہوگا، سلطنت مٹی ہوگی۔

ملک احول مربع نشیں کو دیکھ کر نور افشاں نے ، راز دے کر بلایا اور پھر زندگی اور موت کے متعلق بہت سی نصیحتیں کیں ۔ ملک احول مربع نشیں نور افشاں کا مطلب سمجھ گیا ۔ وہ نقارے کے قریب پہنچا ۔

افراسیاب چیخا ۔ اے احتفاق جلدی کرو ، تیسری چوب لگاؤ ، ملک احول کا آنا بڑا غضب ہوا مگر اس سے پہلے کہ احتفاق نقارے پر چوب لگاتا ، ملک احول مربع نشیں نے اپنا سر کاٹ کر نقارے پر گرا دیا ، جیسے بارود میں آگ لگتی ہے ، نقارہ جمشیدی شق ہوا ۔ احتفاق چیخا ، اسی نقارے سے ایک برق بجلی کر احتفاق کے سر پر گری اس کے دو ٹکڑے ہوئے ، لاش جل گئی ۔

احتفاق کے عظیم ساحر ہونے میں کوئی شک نہیں مگر حد سے زیادہ بڑھی ہوئی خود اعتمادی اس کی تباہی کا باعث بن گئی ۔
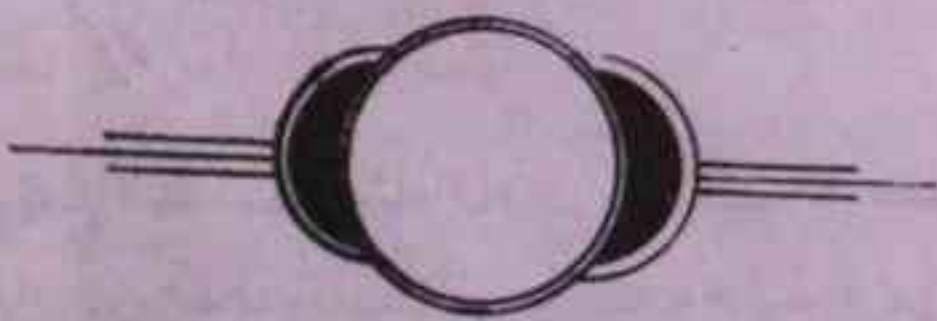
دوسرے ادب کے معروف ولین

یاگو

یاگو شکسپیر کے ڈراما اوتھیلو کا ولین کردار ہے۔ اس کی فطرت میں بدی کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہے وہ بلاوجہ دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے اس لیے یہ انگریزی فکشن کا سب سے عظیم ولین بن گیا ہے یاگو پوری کہانی پر حاوی ہے یہ نہ ہوتا تو اوتھیلو کی کہانی ایک معمولی کہانی ہوتی اتنی معمولی کہ شاید شکسپیر اسے لکھنے کی زحمت گوارا نہ کرتا۔ یاگو کی وجہ سے اس کہانی میں ہلچل تناؤ قتل و خون سب کچھ ہے اسی کی وجہ سے ہیرو ہیروئن کا زوال ہوا اور کئی افراد موت کی نیند سو گئے۔

کہانی کی ابتدا سے ہی یاگو کا رول شروع ہو جاتا ہے جب ڈس ڈی مونا کا عاشق روڈ ریگو اُسے یہ خبر دیتا ہے کہ ڈس ڈی مونا اوتھیلو کے ساتھ بھاگ گئی، یاگو اُسے بتاتا ہے کہ دونوں ضرور فلاں سرائے میں ہوں گے تم اس طرف سے چلو میں ڈس ڈی مونا کے باپ برو نانشیو کو لے کر آتا ہوں۔ یاگو کی شری فطرت کو ایک دلچسپ کھیل ہاتھ آیا تھا۔ اُس نے ڈس ڈی مونا کے باپ کو خبر کیا اور دونوں سرائے میں پکڑے گئے مگر دربار میں دونوں نے ایک دوسرے سے اپنی محبت کا اعتراف کر کے اس کھیل کو ختم کر دیا اور دونوں کی شادی ہو گئی مگر یاگو نے ہمت نہیں ہاری وہ روڈ ریگو کو یقین دلاتا رہا کہ ڈس ڈی مونا ایک دن ضرور تمہاری ہو جائے گی۔

اُسی وقت خبر ملی کہ سائپرس کی فوجیں حملے کے لیے روانہ ہو چکی ہیں، بادشاہ کی طرف سے اوتھیلو کی کمان میں حملہ آوروں کو روکنے کے لیے فوج روانہ کی گئی۔ یاگو نے روڈریگو سے کہا تم زیادہ سے زیادہ روپیہ لے کر میرے ساتھ چلو تاکہ ضرورت کے وقت تمہارے کام آئے۔ مگر جنگ کے شعلے بھڑکنے سے پہلے بجھ گئے کیوں کہ سائپرس کا وہ جہاز جس پر حملہ آور فوج سوار تھی غرقاب ہو گیا۔

اوتھیلو کی فوج نے خوشیاں منائیں، شراب کا دور چلنے لگا، کیسیو شراب نہیں پیتا تھا

اور اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ یاگو نے بہکا کر اسے بھی شراب پلادی۔ کیس یو کے ڈیوٹی سے ہٹتے ہی سائپرس کے باشندے اور ایک فوجی میں جھگڑا ہو گیا۔ جب اس ہنگامے کی خبر اوتھیلو کو ملی تو وہ کیس یو پر سخت ناراض ہوا اور اُسے عہدے سے برطرف کر دیا۔

جب کیس یو اپنی صفائی پیش کرنے اوتھیلو کے پاس جانے لگا تو یاگو نے کہا اس وقت اوتھیلو بہت غصہ میں ہے تمہارا اس کے پاس جانا ٹھیک نہیں بہتر ہو تا کہ تم ڈس ڈی مونا سے ملتے۔ اوتھیلو اسے بہت چاہتا ہے اگر وہ اوتھیلو سے سفارش کر دے گی تو اوتھیلو اُسے رد نہیں کرے گا۔ دوسری طرف یاگو، روڈ ایگو کو جھوٹے بہلاوے دیتا رہا کہ میں تمہارے لئے جال بچھا رہا ہوں۔

کیس یو اپنی سفارش کے لئے ڈس ڈی مونا سے ملنے لگا، تو یاگو نے اوتھیلو کو خبردار کیا، تمہاری بیوی کیس یو میں بہت دلچسپی لے رہی ہے۔ اوتھیلو نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا تب یاگو نے اپنی بیوی ایملیا کے ذریعہ ڈس ڈی مونا کا وہ رومال حاصل کیا۔ جسے اوتھیلو نے شادی کے وقت دیا تھا اس رومال کی بہت اہمیت تھی، کسی جادوگرنی نے یہ رومال اوتھیلو کی ماں کو دیا تھا کہ جب تک یہ رومال تمہارے پاس رہے گا تمہارا شوہر تمہیں چاہتا رہے گا ماں نے مرتے وقت وہ رومال اوتھیلو کو دیا تھا کہ تم اپنی بیوی کو دے دینا، اوتھیلو نے ڈس ڈی مونا کو رومال کی اہمیت بتادی تھی۔

جب یاگو نے وہ رومال حاصل کیا تو اسے کیس یو کے گھر پھینک دیا اور انجانے میں کیس یو وہ رومال استعمال کرنے لگا۔

تب یاگو نے اوتھیلو سے کہا تمہاری بیوی نے وہ رومال کیس یو کو دے دیا ہے اور وہ اسے فخریہ استعمال کر رہا ہے۔ اوتھیلو اپنی بیوی سے بدگمان ہونے لگا۔ اس نے ایک بار کیس یو اور ڈس ڈی مونا کو باتیں کرتے بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ کیس یو اسے دیکھ کر گھبرا گیا اوتھیلو نے اس گھبراہٹ کو احساس جرم کی گھبراہٹ سمجھا تب یاگو نے اپنی ترکش کا آخری تیر بھی چھوڑ دیا اس نے اوتھیلو سے کہا تم چھپ کر سنو، کیس یو تمہاری بیوی کے بارے میں کیسے خیالات رکھتا ہے۔ اوتھیلو چھپ گیا اور یاگو کیس یو سے باتیں کرنے لگا

Iago– Play Desdemona Will, and you are sure On't
(Speaking low) Now if this suit layin Bianca's
Power
How quickly should you speed

Cas- Alas, Poor Caitiff

Oth Look, how he laughs already

Iago Inever know a woman love man so

Cas Alas, Poor rogue I think i Faith, she lover me

Oth Now he denies it faithly and laughs it out

Iago Do you here, Cassis ? Now he importunes him
to tell it O'er go to ! Well said well said.

Iago She gives it out that you shall marry her
do you intend it ?

Cas Ha, ha ha, Imarry her, what a Customer,
Prithee, bear some charity to my wit, do not
think it so unwholesome.
Ha, ha, ha,

Oth- So, So, So, ! They laugh that win

Iago Faith that crygoes that you shall marry her.

Cas Prithee, say true,

Iago I am very villain else

Oth Have you secored me ? well

Cas This is the monkey's own giving out, She is Per
ded I will marry her, out of her own love and
flattery, not out of my Promise

Oth- Iago beckous me, now he begins the story

as — She was here even now, She haunts me in every place I want other day talking on the seabank with crtain, Venetians, and the ther Comosth banble and by this hand, Suefalls me thus about my meek.

h- — Crying, Odear Cassio ! as it wore

His gesture imports it

as- — So hangs and tolls and weep upon me, So Shokes and pulls me, Ha ha ha—

چونکہ یاگو نے بیانکا کا نام دھیرے سے لیا تھا اس لئے کیس یو کی ساری گفتگو کو اوتھیلو نے ڈس ڈی مونا کے متعلق سمجھا اور غصے سے پاگل ہوگیا، میں کیس کو مار ڈالوں گا۔ یاگو نے کہا یہ کام مجھے کرنے دو، میں کیس یو اپنے ہاتھ سے قتل کردوں گا۔

روڈ ایگو یاگو سے ناراض تھا کہ اس نے اب تک اس کی دولت پر صرف عیش کیا اس کے مقصد کے حصول کے لئے کچھ نہیں کیا یاگو نے اُسے سمجھایا کہ تمہاری کامیابی کی راہ میں کیس یو حائل ہوگیا ہے اگر کیس یو مارڈالو تو ڈس ڈی مونا تمہاری ہوجائیگی، عشق میں اندھا روڈ ایگو اس کے لئے تیار ہوگیا۔

اور جب رات میں کیس یو بیانکا کے یہاں جا رہا تھا اندھیرے میں روڈ ایگو نے اس پر تلوار سے حملہ کردیا کیس یو زرہ بکتر پہنے ہوا تھا اس لئے زخمی نہیں ہوا اور روڈ ایگو سے لڑنے لگا، یاگو چھپا ہوا سب دیکھ رہا تھا جب اس نے روڈ ایگو کو زخمی ہوتے دیکھا تو پیچھے سے کیس یو کے پیر پر تلوار سے وار کر کے بھاگ گیا۔

پاؤں زخمی ہونے کی وجہ سے کیس یو وہیں گر کر مدد کے لئے پکارنے لگا، یہ آواز اوتھیلو کے کان میں پہنچی تو اس نے سمجھ لیا کہ کیس یو مارا گیا، ایک ختم ہوا ڈس ڈی مونا باقی تھی اور اوتھیلو اس بے وفا عورت کو قتل کرنے کا عہد کرچکا تھا، جب وہ ڈس ڈی مونا کی خواب گاہ میں پہنچا تو وہ سو رہی تھی، بھولی بھالی صورت اور معصوم چہرہ دیکھ کر اوتھیلو کا دل ڈگمگانے لگا۔ مگر ناگن بہت خوبصورت ہوتی ہے یہ بھی ناگن ہے جو اس کی محبت اور اعتماد کو ڈس رہی ہے، جب ڈس ڈی مونا بیدار ہوئی اور اوتھیلو کا بدلا ہوا روپ دیکھا تو پوچھنے

یا بات ہے؟

تب اوتھیلو پھٹ پڑا۔ اُس نے کیسیو سے اس کے تعلقات کے بارے میں پوچھا۔ ڈس ڈی مونا نے
یا کہ ہم دونوں کے تعلقات ویسے ہی ہیں جیسے ایک مالک اور ملازم کے ہوتے ہیں۔ رومال کے بارے میں ڈس
ی مونا نے بتایا کہ کہیں کھو گیا ہے۔

کھو گیا ہے یا تم نے کیسیو کو اپنی محبت کے تحفے کے طور پر دے دیا ہے؟
س ڈی مونا نے جواب دیا۔ میں نے رومال اُسے نہیں دیا۔ اُسے میرے سامنے بلاکر پوچھو
ب وہ تمہارے سامنے نہیں آسکتا کیوں کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔
س ڈی مونا یہ سن کر کانپنے لگی اور بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا۔ اوہ یہ بہت بُرا ہوا۔
ڈس ڈی مونا کے اس جملے پر اوتھیلو بھڑک اُٹھا اور اُسے یقین ہو گیا کہ یہ ایک محبوبہ کے دل کی آواز
ہے اس نے ڈس ڈی مونا کی گردن پکڑ لی اور اُس وقت تک دبا تا رہا جب تک وہ مر نہ گئی۔
اسی وقت ایملیا آگئی۔ اس نے ڈس ڈی مونا کی لاش دیکھ کر حیرت ظاہر کی۔ اوتھیلو نے اسے پوری
ت بتادی۔ رومال کی بات پر ایملیا کہنے لگی۔ رومال لانے کے لئے یاگو نے مجھ سے کہا تھا میں نے ہی رومال
سے دیا تھا اسی وقت یاگو بھی آگیا اُسے دیکھ کر ایملیا کہنے لگی۔

Emil- Disprove this villain if thou bes't a man
He says thou told'st him that his wife was false
I know thou did't not, thou'rt not such a
Villain speak, for my heart is full

یاگو نے بڑے اطمینان سے کہا۔ میں نے وہی باتیں کہی تھیں جو میں نے سمجھی تھیں اس نے وہی سمجھا
جو اس کے دل میں تھا۔

ے اوتھیلو ایکٹ V سین ۱۱ سطریں ۱۸۰

Iago I told him what I thought and told no more
  Than what he found himself was apt and true

یاگو نے ایملیا کو راز فاش کرنے پر اُسے قتل کر دیا۔ اوتھیلو تلوار لے کر یاگو پر جھپٹا یاگو تو بھاگ گیا سپاہیوں
نے اوتھیلو سے تلوار چھین لی' وہ بہادر اوتھیلو جو جنرل تھا اپنے گناہ اور ذلت پر اتنا شرمندہ ہوا کہ دوسری
تلوار اپنے سینے میں گھونپ لی۔

کیسیو کو اوتھیلو کی جگہ جنرل بنایا گیا اور یاگو کو اس کے حوالے کر دیا گیا کہ وہ اس کا مجرم ہے جو چاہے
اس کے ساتھ کرے۔

کولرج کا خیال ہے کہ یاگو کے کردار میں Motiveless Malegnity ہے
مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اے سی براڈلی اپنی کتاب شیکسپیرین ٹریجڈی میں یاگو کے کردار سے بحث کرتے
ہوئے اس کی تصویر یوں پیش کرتا ہے۔

[2] Iag is a simply a man whs has been slighted and revenges himself, or a husband who believes he has been wronged , and will make his enemy suffer a jealousy worse than his own.

راون

راون تلسی داس کی رام چرت مانس کا ولین ہے مگر بے پناہ خصوصیات کا حامل' وہ چکرورتی راجہ
ہے اور دنیا کے بیشتر ممالک اس کے قبضے میں ہیں تمام کار اکشنی اُتر بھارت کی گورنر ہے کھر دوشن
اور ترشرا دکھنی بھارت کے ناوا نشک یورپ میں راون کا نمائندہ ہے اھیراون پاتال لوک
یعنی امریکہ میں اس کی نمائندگی کرتا ہے۔

چھ شاستر اور چار ویدوں کا عالم ہونے کی وجہ سے راون کو دس سروں والا اور اٹھارہ پرانوں
کے عالم کی وجہ سے دو ہاتھ ملا کر بیس بازوؤں والا کہلاتا تھا۔ راون شنکر بھگوان کا بھگت ہے اُس نے

---

[1] شیکسپیرین ٹریجڈی صفحہ ۱۷۰ [2] رام چرت مانس صفحہ ۲۲۲

صرف شنکر بھگوان کی اُپاسنا کی بلکہ اپنے دس شاگردوں کی بلی دے کر شنکر بھگوان کو خوش کیا تھا اور
شنکر بھگوان نے خوش ہو کر اس کی نابھ میں امرت کنڈ بنا دیا تھا۔ امرت کنڈ کی وجہ سے جب بھی کوئی
اس کا سر کاٹتا سر آپ سے آپ جٹ جاتا۔

جب رام کو چودہ برس کا بن باس ملا اور وہ سیتا اور لکشمن کے ساتھ جنگلوں میں گھوم رہے تھے
سُرپن کھا راون کی بہن نے دونوں مردوں کو دیکھا اور اُن کے مردانہ حُسن پر فریفتہ ہو گئی۔ رام
تو سیتا کے زلفوں کے اسیر تھے لکشمن نے بھی اُسے قبول نہیں کیا، سُرپن کھا نے اسے اپنی توہین سمجھا اور غصہ
میں بھیانک روپ دھارن کر کے سیتا جی کو نقصان پہنچانا چاہا تب رام نے لکشمن سے کہا، اس کی ناک کاٹ
دو لکشمن نے سرپن کھا کی ناک کاٹ لی انتقام کی آگ میں جلتی ہوئی سُرپن کھا کھر دوش اور تر شرا کے
پاس پہنچی مگر وہ دونوں رام کے ہاتھوں مارے گئے تب وہ فریادی بن کر راون کے پاس پہنچی اور کہا، دیکھو
رام نے میرا کیا حال کر دیا ہے۔

[1] सभा माझ परि ब्याकुल बहु, प्रकार कह रोई !
तोहि जिअत दसकंधर मोरि कि असि गत होई !

بہن کی ذلت کا انتقام لینے کے لئے راون نے سونے کا ایک ہرن بنایا اور سیتا جی کو اغوا کر کے لے گیا اور
سیتا کو اشوک باٹیکا میں رکھ کر کوشش کرنے لگا کہ سیتا جنسی جذبات سے مغلوب ہو کر اُسے بحیثیت
شوہر قبول کر لے۔

جب رام اور لکشمن ہرن کا شکار کر کے واپس آئے تو لکشمن ریکھا کے اندر سے سیتا غائب تھیں،
کہاں گئیں کون لے گیا کچھ پتہ نہ تھا سیتا جی کو ڈھونڈتے ہوئے انہوں نے ایک زخمی جانور کو دیکھا اس پرندے
نے بتایا کہ راون سیتا جی کو لے گیا ہے، مگر کہاں؟ یہ معلوم نہیں، چوں کہ راون کی حکومت بہت بڑی تھی اور
اس نے سیتا کو کہاں رکھا ہے اس کا سراغ لگانا آسان نہیں تھا۔ دونوں سیتا کو تلاش کرتے ہوئے ایک
پہاڑ کے نیچے پہنچے جس پر سگریو ہنومان جی کے ساتھ رہتا تھا، اس نے ہنومان جی کو دونوں کی خبر لانے
کو بھیجا، رام نے ہنومان جی کو جب اپنی کہانی سنائی تو وہ کہنے لگے: آپ ہمارے بادشاہ کے پاس

---

[1] رام چرت مانس صفحہ ۴۹۱

چلئے وہ آپ کی مدد کریں گے۔

سگریو نے سیتا جی کی تلاش میں یہ شرط رکھی کہ اگر آپ میرے بھائی بالی کو مار کر میری پتنی تارا کو مجھ سے ملا دیں گے تو میں سیتا جی کو سیتا جی کو تلاش کر دوں گا مگر بالی کو مارنا آسان نہیں اُسے دیوتاؤں کا وردان ہے کہ وہ مقابل کی آدھی طاقت کھینچ لیتا ہے، رام نے کہا یہ کتنی بڑی بات ہے تم جا کر بالی کو للکارو میں اس سے سمجھ لوں گا، سگریو نے بالی کو للکارا، بالی محل سے نکلا اور سگریو کی پٹائی کر کے اُسے بھگا دیا سگریو رام سے شاکی ہوا کہ آپ نے بے وجہ مجھے مار کھلوائی، تب رام نے کہا ایک بار پھر للکارو، سگریو نے بالی کو للکارا وہ پھر باہر نکلا تو رام نے ایک درخت کی اوٹ سے بالی کو تیر کا نشانہ بنایا، زخمی بالی رام سے کہنے لگا تم نے کس لالچ میں مجھے تیر مارا؟ رام نے سیتا کے بارے میں بتایا تو وہ کہنے لگا، میرے لئے یہ بہت معمولی بات تھی کیوں کہ میں نے راون کو چھ مہینہ اپنے بغل میں رکھا ہے وہ میری بات نہ ٹالتا اور سیتا جی کو واپس کر دیتا۔ رام نے اُسے زندہ کرنا چاہا مگر اس نے زندہ ہونے کو چھتری شان کے خلاف سمجھا اور مرتے وقت اُس نے اپنی بیوی تارا اور بیٹے انگد کو رام کے سپرد کر دیا، رام نے حکومت سگریو کو سونپ دی۔

پھر ہنومان جی سیتا کی تلاش میں نکلے اور انہوں نے اشوک باٹکا میں سیتا سے ملاقات بھی کی وہ راون سے بھی ملے اور اُسے صلح کا مشورہ دیا مگر مغرور راون نے بہن کی بے عزتی کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تھا پھر اُسے یہ بھی غرور تھا کہ دنیا میں اُسے شکست دینے والا کوئی نہیں۔

لہذا جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں آدم پل کی تعمیر ہوئی اور رام کا لشکر خیمہ زن ہو گیا مگر صلح کی کوششیں بھی جاری رہیں، ہنومان جی نے لنکا میں گھومتے ہوئے ایک مکان پر رام لکھا دیکھا اور وبھیشن سے ملاقات کر کے اُسے سمجھایا۔ وبھیشن بڑے یقین کے ساتھ راون کے پاس گیا کہ وہ میرا کہنا نہ اٹھائے گا، اُس نے راون کو سمجھایا۔

[1] तात चरन गहि मागउँ राखहु मोर दुलार
सीता देहु राम कहुँ अहित न होइ तुम्हार

مگر راون سیتا کو واپس کرنے پر تیار نہیں ہوا اور اس نے وبھیشن کو بے عزت کر کے دربار

---

[1] رام چرت مانس صفحہ ۳۹۱

سے نکال دیا، وبھیشن بددل ہوکر رام سے مل گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وبھیشن اس کہانی کا اہم کردار ہے۔

جنگ کا اعلان ہوا فوجیں صف آرا ہوئیں، میگھ ناتھ راون کا بیٹا میدان میں آیا لکشمن نے اس سے جنگ کی میگھ ناتھ بڑا بہادر اور عبادت گزار تھا وہ لکشمن پر غالب آیا اور لکشمن کو نیم مردہ کر دیا، وبھیشن نے رام کو بتایا، لنکا نگری میں ایک حکیم ہے اگر وہ چاہے تو لچھمن بچ سکتے ہیں، ہنومان اس حکیم اور سجیون بوٹی کو لے آئے اور لکشمن تندرست ہوگئے اور میگھ ناتھ مارا گیا۔

تب راون کمبھ کرن کے پاس گیا، جو چھ مہینے سوتا اور ایک دن جاگتا تھا، راون نے اُسے کسی طرح بیدار کر کے اُسے صورت حال سے آگاہ کیا کمبھ کرن نے بھی سیتا کو واپس کر کے صلح کا مشورہ دیا مگر راون نے اُسے قبول نہیں کیا، مجبوراً کمبھ کرن میدان میں آیا، کمبھ کرن نے بھی جنگ میں لکشمن کو شکست دے کر بے ہوش کیا، سجیون بوٹی سے وہ پھر تندرست ہوئے اور کمبھ کرن قتل ہوا۔

تب پاتال لوک سے اہیراون جنگ کے لئے آیا اور اُس نے میدان جنگ میں رام لکشمن کو شکست دینے کے بجائے اُنہیں ختم کرنے کی دوسری تدبیر سوچی اور رات کو سوتے ہوئے رام لکشمن کو چرا کر پاتال لوک لے گیا۔ تا کہ انہیں دیوی کی بھینٹ چڑھا کر جھگڑا ہی ختم کر دے۔

صبح لشکر میں رام لچھمن کو نہ پاکر لشکر والے پریشان ہوگئے تب وبھیشن نے ہنومان جی کو بتایا رام لچھمن کہاں ہیں اور اہیراون کا ارادہ کیا ہے۔ مگر اہیراون تک پہنچنا بہت مشکل ہے کیوں کہ دروازے پر مکر دھوج نام کا سپہ سالار رہتا ہے اور اس پر فتح پائے بغیر وہاں تک جانا ناممکن ہے ہنومان فوراً پاتال لوک پہنچے مکر دھوج نے راستہ روک لیا اور تب ہنومان جی کو معلوم ہوا کہ مکر دھوج خود اُن کا بیٹا ہے، باپ بیٹے گلے مل گئے مگر مکر دھوج نے تب بھی ہنومان جی کو اندر جانے نہ دیا۔ آپ اس وقت دشمن کی حیثیت سے آئے ہیں اس لئے مجھ کو شکست دیئے بغیر آپ اندر نہیں جاسکتے مجبوراً ہنومان جی کو مکر دھوج سے جنگ کرنی پڑی اور انہوں نے مکر دھوج کو شکست دے کر باندھ دیا اور ٹھیک اس وقت مندر میں پہنچے جب اہیراون رام اور لکشمن کو دیوی کی بھینٹ چڑھانے جارہا تھا وہ مورتی کے پیچھے چھپ گئے اور اچانک باہر نکل کر اہیراون کو قتل کر دیا۔

اہیراون کے قتل کے بعد نرانتک چین سے آیا، وبھیشن نے بتایا کہ سوائے رام کے اُسے کوئی اور قتل نہیں کر سکتا، رام اور نرانتک کا براہ راست مقابلہ ہوا اور وہ رام کے ہاتھوں مارا گیا۔

سارے نامی گرامی سردار مارے گئے اس کے بعد بھی راون نے صلح قبول نہیں کی اور خود میدان میں آیا، پہلے دن کی جنگ میں رام نے کئی بار اس کا سر قلم کیا مگر امرت کنڈ ہونے کی وجہ سے سر جُٹ جاتا' لڑتے لڑتے شام ہو گئی دونوں لشکر پلٹ گئے راون مطمئن تھا کہ میں مر نہیں سکتا آخر میں غالب آؤں گا۔ دوسری طرف رام اس کے بار بار زندہ ہو جانے سے سخت پریشان تھے صرف وبھیشن امرت کنڈ کے راز سے واقف تھا مگر اسے راون کی موت گوارہ نہ تھی اس لئے اس نے ہونٹ بند کر رکھے تھے۔ راون کی ہیبت رام کی فوج پر اس قدر چھائی ہوئی تھی کہ رام کی لشکر کا بڑے سے بڑا جودھا بھی اس کے مقابلے پر نہیں جاتا تھا۔

دوسرے دن میدان جنگ میں وبھیشن رام کے قریب ہی موجود تھا جب رام نے راون پر تیر چھوڑا تو راون کو شک ہوا کہ وبھیشن نے راز فاش کر دیا ہے وہ غصہ میں گرز لے کر وبھیشن پر جھپٹا، وبھیشن نے اپنی جان خطرے میں دیکھ کر سوچا جب راون مجھے اپنا بھائی نہیں سمجھتا تو میں کیوں جھجکوں اس نے رام کو آگاہ کیا۔

सुनु सरबज्य चराचर नायक ! प्रनत पाल सुर मुनि सुखदायक
नाभि कुंड पियूष बस याकें ! नाथ जिअत रावनु बस ताके

جب تک آتشیں تیر سے راون کے ناف کا امرت کنڈ نہ سکھائیے گا، راون مر نہیں سکتا۔ رام نے آتشیں تیر مار کر امرت کنڈ سکھا دیا اور راون زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔

جب رام نے لکشمن کو سیاست سیکھنے کے لئے راون کے پاس بھیجا تو راون نے پوچھا۔ فتح کس کی ہوئی؟ لکشمن نے کہا ہماری، راون نے کہا فتح تمہاری نہیں میری ہوئی ہے، میں نے اپنے جیتے جی تمہیں اپنی دھرتی پر قدم نہیں رکھنے دیا۔

راون ایک عظیم ویلین ہے وہ عالم بھی ہے اور بہادر بھی' جب رام نے جنگ شروع ہونے سے پہلے یگیہ کیا اور بڑا پنڈت ہونے کی وجہ سے راون کو مدعو کیا تو راون نے پوجا ختم ہونے پر رام کو فتح کی دعائیں دی' یہ اس کے بڑے ظرف کا کمال ہے۔

مگر وہ ضدی اور مغرور تھا بہن کی بے عزتی کو اس نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا اور اس کے لئے اپنا بیٹا راج سب قربان کر دیا مگر اپنی ضد نہیں چھوڑی، دوستوں اور ہمدردوں کے مشوروں کو ٹھکرا دیا اور صلح کی ہر کوشش کو ناکام بنا کر اپنی جان دے دی۔

رام چرت مانس صفحہ ۵۷۳

ریودھن

دریودھن مہابھارت کا دلیپن کردار ہے اُس نے شنکر بھگوان کی اُپاسنا کی تھی اور شنکر بھگوان
وش ہو کر اسے ساٹھ ہزار ہاتھیوں کی طاقت دے دی تھی اُس کی ماں گاندھاری دیوی
نے اپنے سامنے برہنہ بیٹھا کر اس کے لئے پوجا کر کے اس کے جسم کو لوہے کی طرح مضبوط کر دیا
گر ماں کی شرم کی وجہ سے وہ لنگوٹ باندھے رہا اس لئے پورا جسم تو لوہے کا ہو گیا مگر لنگوٹ والا
وشت کا رہ گیا۔

ان وردانوں کی وجہ سے دریودھن خود کو امر سمجھنے لگا تھا اور مغرور ہو گیا تھا۔ چوں کہ پانڈوؤں کے
کے سنیاس لینے کی وجہ سے دریودھن کے باپ دھرت راشٹر نے گدی سنبھالی تھی، ان
وڑھا ہونے پر راج یدھشٹر کے بجائے دریودھن کو ملا، پانڈوؤں نے اسے قبول نہیں کیا، دریودھن
ن سے پانڈوؤں کا وجود کانٹے کی کھٹک رہا تھا، اس نے پانڈوؤں کے قتل کی بہت سی کوششیں کیں،
کا محل بنوا کر اس میں جلانا چاہا، مگر پانڈو بچ گئے اور دروپدی کو جیتنے کے بعد آدھا راج حاصل
نے میں کامیاب ہو گئے۔ پانڈوؤں کو ملک کا جو حصہ ملا وہ بنجر تھا مگر پانڈوؤں نے اپنی محنت اور
ے اس بنجر زمین کو اتنا زرخیز کر دیا کہ ملک مالا مال ہو گیا تب پانڈوؤں نے بے انتہا دولت
کر کے ایک محل بنوایا۔ اس محل کی یہ خوبی تھی کہ جس جگہ دروازہ بنا ہوا نظر آتا تھا وہ دیوار تھی
فرش نظر آتا تھا وہ تالاب تھا اور تالاب جیسا نظر آنے والا فرش۔ جب محل بن کر تیار ہو گیا
یودھن کو سیر کی دعوت دی گئی بھیم نے اس کی رہبری کرنی چاہی مگر دریودھن نے قبول
کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پانی میں گر پڑا۔ دروپدی یہ دیکھ کر ہنس دی اور اُسے اندھے کا بیٹا کہہ دیا۔
دریودھن تو محل کی خوبصورتی سے جلا بیٹھا تھا دروپدی کی توہین نے شعلہ کو اور ہوا دے
دریودھن پانڈوؤں کی تباہی اور دروپدی سے انتقام لینے کا پروگرام بنانے لگا، اُس نے
وؤں کو جوا کھیلنے کی دعوت دی، دریودھن کی طرف سے اس کے ماما شکنی کھیل رہے تھے
ں نے بے ایمانی سے پانڈوؤں کا راج جیت لیا، تب دریودھن نے دروپدی کو
پر لگانے کو کہا، یدھشٹر اس کے فریب سے آگاہ نہیں تھے اس لئے دروپدی کو بھی داؤں پر

لگایا اور ہار گئے۔

دریودھن نے بھرے دربار میں دروپدی کی بے عزتی کرنے کے لئے اُسے برہنہ کرنا چاہا مگر شری کرشن بھگوان نے مدد کی اور ساڑی کو اتنا طویل کر دیا کہ کھینچنے والے ہاتھ تھک گئے، دریودھن کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اُس نے دروپدی کو واپس کر کے پانڈوؤں کو چودہ برس کے لئے جنگل میں بھیج دیا۔ چودہ برس بعد جب پانڈو واپس آئے تو دریودھن نے جوئے میں جیتا ہوا راج واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ کرشن بھگوان نے اُن کے درمیان مصالحت کی کوششیں کیں مگر دریودھن طاقت کے نشہ میں چور تھا اُس نے جواب دیا۔

दुर्योधन ने सबकी बातें अनसुनी करके केवल श्रीकृष्ण से कहा, भीष्म, द्रोण आदि सभी मेरी निन्दा कर रहे हैं लेकिन मेरा इस में क्या दोष है पाण्डवों ने स्वयं शकुनि के साथ जुआ खेला और अपना राज्य हार गये ... . हम क्षत्रिय हैं शत्रु के सामने सिर झुकाने की बजाय हम युद्ध के मदान में वीर गति प्राप्त करना अच्छा मानते हैं

راج تو کیا میں سوئی برابر زمین دینے کو تیار نہیں اگر مجھ سے کچھ لیا جا سکتا ہے تو صرف جنگ سے ہمارے اور پانڈوؤں کے درمیان اب جنگ ہی فیصلہ کرا سکتی ہے۔

پانڈو بے راج و پاٹ بھٹک رہے تھے اس لئے دریودھن کو ان سے کسی طرح کا خوف نہیں تھا پھر اس کے دربار میں بڑے نامی گرامی بہادر تھے بھیشم پتامہ، درونا چاریہ کرن، دوشاسن، استھاما وغیرہ، ان ویروں میں سے کوئی بہادر تھا اور کسی کو دیوی دیوتاؤں کا وردان تھا، سب امر تھے ان سے مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا پھر دریودھن خود ساٹھ ہزار ہاتھیوں کی طاقت والا آہنی جسم کا مالک تھا فوج بے حساب تھی پھر وہ صلح کے لئے کیسے تیار ہوتا۔ پانڈوؤں نے جنگ کی تیاری شروع کی انہیں کرشن بھگوان کی سرپرستی حاصل تھی پھر جنگ

لے مہابھارت صفحہ ۱۲۴

کے بادل گھرے ہو گئے دنیا دو حصوں میں بٹ کر آمنے سامنے کھڑی ہو گئی دریودھن کی فوج کی کمان بھیشم پتامہ کے ہاتھ میں تھی۔

بھیشم پتامہ ارجن کو بہت چاہتے تھے انہوں نے ارجن کو فتح کی دعا دی مگر جب وہ بحیثیت سپہ سالار میدان جنگ میں آئے تو اُن کی تیر اندازی نے ہزاروں سپاہیوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ اگر وہ اسی طرح جنگ کرتے رہتے تو دنیا ہی ختم ہو جاتی۔ تب ارجن اُن کے پاس گئے، آپ مجھے فتح کی دعا دے تے ہیں دوسری طرف آپ کی تیر اندازی دنیا کا صفایا کر رہی ہے لہٰذا میری فتح کیسے ہو گی۔ تب بھیشم پتاما نے ارجن سے کہا۔

ؔ[1] बेटा मेरे जीते जो तुम्हें जीत की आशा नहीं करनी चाहिए। तुम मुझ पर बेलिहाज होकर हमला करो, मैं इस से प्रसन्न होऊँगा। एक उपाय और है तुम्हारी सेना में द्रुपद का पुत्र शिखंडी असल में स्त्री है वह यदि मेरे ऊपर वार करेगा तो मैं उस पर हथियार नहीं छोड़ूंगा ! अब जाओ और अपना लक्ष्य प्राप्त करो''

دوسرے دن یہی ہوا جب بھیشم پتاما میدان جنگ میں آئے اور اُن کے ایک ایک وار میں ہزار ہزار سپاہی گرنے لگے تو ان کے سامنے سکھنڈی بھیج دیا گیا، شکھنڈی کو مد مقابل دیکھ کر بھیشم نے ہتھیار رکھ دیئے اور آن واحد میں ان کا جسم تیروں سے چھلنی ہو گیا۔

بھیشم پتاما کے بعد درونا چاریہ کو سینا پتی بنایا گیا۔ درونا چاریہ ارجن اور دریودھن کے گرو تھے اُن کی موت تب ہی ممکن تھی جب وہ خود سے ہتھیار رکھ دیتے تھے اور جب وہ سینا پتی تھے تو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ پانڈوں کی فوج کھیرے، ککڑی کی طرح کٹنے لگی تب کرشن بھگوان نے کہا، درونا چاریہ اس وقت تک ہتھیار نہیں رکھ سکتے تھے جب تک اُن کے بیٹے اشوتھاما کے مرنے کی خبر

ؔ[1] مہابھارت صفحہ ۱۲۲

انہیں ملے گی اور خبر بھی کسی معتبر آدمی کے ذریعہ، وہ یدھشٹر کو ایماندار آدمی سمجھتے ہیں اگر یدھشٹر یہ کہہ دیں
کہ اشوتھاما مارا گیا تو وہ یقین کر لیں گے مگر یدھشٹر غلط بیانی کے لئے تیار نہیں تھے لہذا ایک ہاتھی جس کا نام اشوتھاما
تھا تیر سے مارا گیا اور تب یدھشٹر نے چیخ کر کہا اشوتھاما مارا گیا۔ انہوں نے جانور کا لفظ دھیرے سے کہا
تھا بیٹے کی موت کی خبر سن کر درونا چاریہ نے ہتھیار رکھ دیا اور ان کی گردن کاٹ دی گئی۔

باپ کی اس ذلت آمیز موت کی خبر سن کر اشوتھاما نے قسم کھائی جب تک میں اپنے باپ کے
قاتلوں کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگوں گا چین نہیں لوں گا۔ اس نے دریودھن سے فوج کی کمان مانگی مگر
دریودھن نے کمان کرن کو سونپ دی۔

کرن کے اندر بہت سی صفات تھیں وہ بہادر تیرانداز اور دانی تھا اُسے برہما نے تین تحفہ دیا تھا
کوچ کنڈل اور تین تیر دو تیر وہ پہلے ہی چھوڑ چکا تھا آخری تیر سے بھی وہ پانڈوں کا صفایا کر سکتا
تھا۔ کوچ اور کنڈل کی وجہ سے کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا تھا۔ کرشن بھگوان بھیس بدل کر گئے اور
کوچ اور کنڈل مانگ لائے، اب ایک تیر کرن کے پاس تھا کرشن بھگوان نے تیر ضائع کرانے کے لئے
کرن کے سامنے ایک شرط رکھی تمہاری اور ارجن کی شکتی پرکھنا اس طرح ہوگی کہ تم ارجن کے رتھ پر تیر مارو ارجن
تمہارے رتھ پر دیکھیں کون شکتی شالی ہے۔ ارجن کے تیر سے کرن کے رتھ کا ایک پہیہ ٹوٹ کر آسمان میں چلا
گیا، کرن کے تیر سے ارجن کا رتھ سو گز اونچا اُٹھ گیا حالانکہ کرشن بھگوان اس رتھ پر تینوں لوک کا بھار لئے بیٹھے
تھے اور رتھ کے پہیوں سے شیش ناگ اور ہنومان جی لپٹے ہوئے تھے اس طرح جب کرن کا آخری
تیر بھی ضائع ہو گیا تو وہ ارجن کے ہاتھوں مارا گیا۔

کرن کے بعد دوساشن میدان میں آیا مگر وہ بھیم کے ہاتھوں مارا گیا۔ جب سارے نامی گرامی
سردار مر گئے تو دریودھن خود میدان میں آیا، بھیم سے مقابلہ ہوا اور جب بھیم کا پلہ بھاری ہونے لگا تو
وہ پانی کی دیوی وارنی کے پاس چلا گیا اور وارنی نے اُسے امر بنانے کے لئے پوجا شروع کر دی
اور یہ کہہ دیا کہ جب تک میں نہ کہوں یہاں سے مت جُنا۔

جب میدان جنگ میں دریودھن نظر نہیں آیا تو بھیم و ارجن اس کے پیروں کا نشان دیکھتے ہوئے
وارنی دیوی کے پوجا استھل تک جا پہنچے، اور دریودھن کو باہر نکالنے کے لئے گالیاں دینی شروع کر دیں
دریودھن جیسا بہادر بزدلی کے طعنوں کی تاب نہ لا سکا اور وارنی دیوی کے روکنے کے باوجود باہر نکل آیا۔

چونکہ وہ بادشاہ تھا اس لئے اس نے بادشاہ یدھشٹر سے جنگ کرنے کو کہا، بھیم یدھشٹر کے بھیس میں لڑنے کے لئے آئے، دریودھن گدا یدھ میں بھیم سے زیادہ ماہر تھا اس لئے سری کرشن نے دریودھن کی ٹانگوں کی طرف اشارہ کیا اور بھیم نے اس کے پیروں پر وار کر کے پیر توڑ ڈالے، دریودھن زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا، پانڈوؤں نے فتح کی خوشیاں منائیں۔

تب اشوتھاما دریودھن کے پاس آیا اور کہا۔

ط महाराज ! मैं नीच पाण्डवों से जिन्होंने युद्ध में अधर्म का सहारा लिया है उन के सभी अन्यायों का बदला लिए बिना नहीं रहूंगा। सब के सामने मैं यह शपथ लेता हूं ! आप मुझे आज्ञा दीजिए कि मैं पाण्डवों का नाश करूं

دریودھن نے اُسے اجازت دے دی جب اشوتھاما پانڈوؤں کے قتل کے ارادے سے چلا تو اس نے دیکھا کہ اُلو پرندوں کے بچوں کو زمین پر پٹک پٹک کر مار رہا ہے، اشوتھاما نے سوچا مجھے بھی یہی کرنا چاہیئے لہٰذا جب رات ہوئی تو وہ پانڈوؤں کے لشکر میں داخل ہوا، پانڈوؤں کے پانچ ہم شکل بچے سو رہے تھے، اشوتھاما نے پانچوں بچوں کا سر کاٹ لیا، اور گٹھڑی باندھ کر دریودھن کے سامنے لے گیا۔ دریودھن نے اُنہیں پانڈوؤں کا سر سمجھ کر خوشی ظاہر کی مگر جب اُس نے بچوں کا سر دیکھا تو اُس کا دل دُکھ سے بھر گیا تم نے کُل کا ناش کر دیا۔ دریودھن کو خوشی اور غم ساتھ مل گیا۔ اُسے یہ بھی وردان تھا کہ جب تک خوشی اور غم ساتھ نہ ملے گا تم مر نہ سکو گے۔ دریودھن مر گیا۔

جب ہم دریودھن کے کردار پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بدی اس کی سرشت میں داخل تھی۔ حق تلفی کو اس نے اپنا حق سمجھا اور پانڈوؤں کو مروانے کے لئے بہت سی سازشیں کیں جن میں بھیم کو زہر دینے سے لے کر لاکھ کے محل میں جلانے اور آتش کے ذریعہ قتل کرانے جیسی سازشیں شامل تھیں جب اس نے پانڈوؤں کو آدھا راج دیا تو ایسا علاقہ دیا جو بنجر تھا جب پانڈوؤں نے اُسے سرسبز و شاداب کر کے

ط مہابھارت صفحہ ۱۸۳

محل بنوالیا تو دریودھن حسد کی آگ میں جلنے لگا اور دروپدی کی ہنسی کو بہانہ بنا کر اُس نے اپنے انتقام
کی آگ میں سب کچھ جلا دیا۔ وہ جنگ اور محبت میں سب کچھ جلا دیا۔

تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے خود کو پانڈوؤں کے خلاف میدان جنگ میں کچھا اسی لئے اُس نے
جوئے کا پروگرام بنایا۔ جوئے میں اپنے ماما شکنی سے بے ایمانی کرائی اور دروپدی کو جیت کر اس کی
بے عزتی کی، وہ انتقام کی آگ میں اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ اُس نے یہ بھی نہ سوچا کہ دروپدی کون ہے اور اس
دربار میں اس کے کون کون سے عزیز موجود ہیں جن کو دروپدی کی توہین سے دلی تکلیف پہنچ رہی ہوگی۔

یہی وجہ تھی کہ اس کے بہادروں نے میدان جنگ میں خود کو موت کے حوالے کر دیا بھیشم پتاما جیسے
سورما نے نہ صرف ارجن کو فتح کی دعا دی بلکہ اپنی موت کا سراغ بھی دیا، وہ پانڈوؤں کو حق پر سمجھتے تھے اس
لئے زخمی ہونے کے بعد انھوں نے بستر لیا تو ارجن سے تکیہ لیا تو ارجن سے یہاں تک کہ پانی پیا بھی تو ارجن سے

کوروں پانڈوؤں کی جنگ نیکی بدی کی جنگ تھی اس لئے کرشن بھگوان نے اس جنگ میں اہم رول ادا
کیا ارجن کے سارتھی بنے۔ اگر ان کی مدد شامل نہ ہوتی تو ارجن کی فتح آسان نہ تھی۔ دریودھن کا سب کچھ ختم
ہو گیا سارے سورما مارے گئے اور وہ زخمی ہو کر گر پڑا تب بھی اُسے پچھتاوے کا احساس نہیں ہوا۔ اُس
نے استوتھاما کو اس لئے سپہ سالار بنایا کہ وہ پانڈوؤں کا سر کاٹ لائے گا، پانڈوؤں کی موت اس کی دلی
آرزو تھی اور اس آرزو پر اس نے لاکھوں آدمیوں کو قربان کر دیا۔

قریون

یونانی شاعر سوفوقل کے عظیم شاہکار انطی گونی کا قریون اس المیہ کا اہم ولین ہے، اقتدار
حاصل ہوتے ہی اس کے اندر چھپا ہوا ظالم انسان قانون کے تحفظ کی آڑ لے کر سامنے آگیا اور ظلم و جبر
کا کھیل شروع کر دیا۔ اپنی ظالمانہ فطرت کے سبب نہ اُسے اپنے عزیزوں کا خیال رہا نہ مذہب کا
عوام کے جذبات کا۔ ظلم کے اس کھیل میں تباہی اور صرف تباہی اس کا مقدر بنی جب تھیبس پر پولی نیس
نے فوج کشی کی اور تھیبس کا بادشاہ ایطی قول، پولی نیسی سے جنگ کرتا ہوا مارا گیا، پولی نیسی بھی زخموں
تاب نہ لا کر مر گیا تو ایطی قول کا ماموں قریون تھیبس کا نیا بادشاہ بنا اُس نے عوام کے سامنے اپنی
تقریر میں یہ اعلان کیا کہ ایطی قول ہیرو تھا اور وطن کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا لہذا ایطی قول کی تجہیز

ب روایت عزت و احترام سے کی جائے اور حملہ آور پولی نیسی کی لاش کو جیوں کا توں چھوڑ دیا جائے
کتے سیار اس کا گوشت نوچیں اور لوگوں کو عبرت ہو کہ پھر کوئی غداری کی ہمت نہ کرے" یہ میرا حکم
ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت سزا دی جائے گی۔

پولی نیسی کی دو بہنیں انطگی گونی اور اسمین قریون کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہی
یں اور انطگی گونی قریون کے بیٹے ھیمن سے منسوب تھی، جب انطگی گونی نے قریون کا اعلان سُنا
ئے صد درجہ ملال ہوا۔ بھائی کی لاش بے گور و کفن پڑی سڑتی رہے گی اس نے اسمین سے مشورہ
کہ کیا کرنا چاہیئے، اسمین قریون کے خوف سے اس کا ساتھ دینے پر رضامند نہیں ہوئی بلکہ اُس نے انطگی گونی
ھی مشورہ دیا کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے قریون کو شکایت ہو مگر انطگی گونی بھائی کی محبت میں دیوانی
رہی تھی اس لئے اکیلے ہی پولی نیسی کی تجہیز و تکفین کر دی، صبح جب چوکیدار نے قریون کو اس کی اطلاع
تو قریون برہم ہو گیا اور اُس نے چوکیدار کو مورد الزام ٹھہرایا، چوکیدار اصل مجرم کو پکڑنے نکلا، اس نے
نیسی کی لاش کو پھر باہر نکال کر پھینک دیا اور ایک ٹیلے پر بیٹھ کر مجرم کا انتظار کرنے لگا، رات ہوئی
طگی گونی پھر آئی، بھائی کی لاش کو باہر پڑے دیکھ کر بہت روئی اور پھر سے دفن کیا۔

چوکیدار اُسے پکڑ کر قریون کے پاس لے گیا، انطگی گونی نے جرم سے انکار نہیں کیا اور کہا کہ وہ
بھائی تھا بھائی کی تجہیز و تکفین جرم نہیں مذہبی فریضہ ہے، قریون نے انطگی گونی کو حکومت کا غدار
دے کر سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ اور انطگی گونی کے ساتھ اسمین کو بھی قید کر دیا جب ھیمن
بر ملی تو اس نے قریون سے بحث کی اور کہا کہ اس کے اس فعل کو عوام بُرا سمجھ رہے ہیں تو قریون نے
ب دیا کہ میں بادشاہ ہوں مجھے کسی کی پرواہ نہیں اور پھر اُس نے غصے میں حکم دیا کہ انطگی گونی کو جلد سے
غار میں پھینک دیا جائے اور وہ اتنا سفاک بن گیا کہ اس نے انطگی گونی کو رونے کی مہلت نہ دی۔

لہ گر موت سے پہلے بھی مجرم ہوں فغاں ریز۔ تب ختم کبھی سلسلۂ نوحہ نہ ہوگا،،

لے جاؤ ابھی اس کا کرو ختم فسانہ۔ جیسا کہ کہا اس کو تہہ غار اتارو

پھر انطگی گونی کو غار میں پھینک دیا گیا اور قریون مطمئن ہو گیا کہ اس نے ایک مجرم کو کیفر کردار تک
دیا۔ مگر اندھا کاہن تیرسیس آکر قریون کا سکون درہم برہم کر دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے

انطگی گونی ترجمہ سمیع الحق صفحہ ، پانچواں منظر

چڑیوں کو عجیب انداز سے نوحہ کناں دیکھا ہے ان کے ناخن خون میں لتھڑے ہوئے تھے میں دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے ذبیحہ لے کر قربان گاہ پر پہنچا تو دیوتاؤں نے قربانی قبول نہیں کی ذبیحہ کی ران سے پیپ بہنے لگی، یہ فال بد ہے کہ چڑیوں کے پنجے خون آلود ہیں اور وہ مردے کی ہڈیوں پر چونچیں لگا رہی ہیں اس لئے تم انطی گونی کی سزا ختم کر دو اور مردے کی بے حرمتی نہ کرو۔

قریون بگڑ گیا اور کاہن کو برا بھلا کہنے لگا، تم لوگ صرف دولت کے بھوکے ہو میں تمہاری نیت سمجھ گیا میں پہلے بھی کئی بار کاہنوں کے ہاتھوں ٹھگا جا چکا ہوں تم مجھے دیوتاؤں کی ناراضگی سے ڈراتے ہو۔

ے گر آئے کوئی خاص عقاب اہل فلک کا ۔۔۔ لے جائے سر عرش بھنبھوڑے وہاں جاکر
تو بھی مرے دل میں ہو دہشت کا اثر کچھ ۔۔۔ اور عرش مقدس کی نجاست سے نہ لرزوں

تب کاہن غصہ میں کہنے لگا تیری تباہی کا سامان بہت جلد ہونے والا ہے تو نے جسے زندہ دفن کیا ہے اس غار سے تیرے بیٹے کے رونے کی آواز آئے گی اور تمہارے قصر کے دالان سے بین کا شور اٹھے گا۔

کاہن تو یہ کہہ کر چلا گیا مگر درباریوں نے قریون کو سمجھایا کہ کاہن کو غیب کا حال معلوم رہتا ہے اور ٹیریسیس نے اب تک کوئی جھوٹ نہیں بولا ہے اس لئے ہماری رائے ہے کہ انطی گونی کو غار سے نکلوائیے اور پولی نیسی کی میت دفنانے کا حکم دیجئے۔

اور جب قریون انطی گونی کے غار کے قریب پہنچا تو غار سے عجیب سی آوازیں سن کر ڈر گیا اس نے قریب جا کر دیکھا تو انطی گونی کی لاش لٹکی ہوئی تھی اور ہیمن لاش سے لپٹ کر رو رہا تھا۔

قریون نے بیٹے کو پکارا تو وہ تلوار لے کر قریون پر دوڑا، قریون تو بھاگ گیا اور ہیمن نے تلوار اپنے سینے میں گھونپ کر خودکشی کر لی۔ اور انطی گونی کی لاش سے لپٹ کر مر گیا۔ جب بیٹے کی موت کی خبر ملکہ کو ملی تو اس نے محل کے دالان میں خودکشی کر لی۔

اس پوری کہانی میں قریون شروع ہی سے غلط نہج پر گامزن ہے' ابتداء ہی میں معلوم ہو گیا کہ انطی قول

ے انطی گونی ترجمہ سمیع الحق صفحہ ۱، چھٹا منظر

صاحب تھا، تخت کا صحیح حقدار پولی نیسی ہے جس کو ملک بدر کر دیا گیا ہے، ہمیع الحق صاحب انطی گونی کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

ل "بدبخت ایڈیپس کے بڑے بیٹے پولی نیسی کو اس کے چھوٹے بھائی ایطی قول نے تخت و تاج سے بے دخل کر دیا تھا حالانکہ وہی بادشاہت کا حقیقی وارث تھا۔"

کریوں پولی نیسی اور ایطی قول کا ماموں ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ تخت کا اصل وارث کون ہے؟ اگر پولی نیسی اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے تھیبی پر حملہ آور ہوا تو یہ جرم نہیں تھا مگر کریوں نے اسے غدار اور حملہ آور قرار دے کر لوگوں سے کہا وہ عبادت گاہوں کو منہدم کر دیتا۔

ٹ "پر اس کا وہ بھائی تھا جسے دیس نکالا جلاد صفت لوٹا جم بجوم پہ اپنے بربادی کا منصوبہ لئے آگ لگانے آبائی خداؤں کا بھی کچھ پاس نہ رکھا تھا اس کا مناور کو بھی ڈھانے کا ارادہ"

حق و انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ پولی نیسی کی حمایت کرتا، یا کم سے کم اتنا تو کر ہی سکتا تھا کہ جب دونوں بھائی مر گئے تھے تو دونوں کی تجہیز و تکفین کرا دیتا، مگر اقتدار اعلیٰ حاصل ہوتے ہی اس کے اندر کا ظالم و جابر انسان عوام پر رعب ڈالنے کا بہانہ ڈھونڈتا ہے اور اس کے لئے وہ پولی نیسی کی تجہیز و تکفین کا بہانہ بناتا ہے، ایک طرف عوام کو یہ احساس دلاتا ہے کہ پولی نیسی مذہب کا دشمن تھا دوسری طرف وہ مرنے کی توہین کرتا ہے، کاہن کا مذاق اڑاتا ہے اور جب انطی گونی مذہبی احکام کی پیروی کرتی ہے تو وہ اسے ناقابل معافی جرم قرار دے کر سزائے موت دیتا ہے مطلق العنانی کے زعم میں وہ رائے عامہ کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

ٹ کیا تھیبی کے افراد کے تابع ہے مرا حکم

وہ اپنے بیٹے کی محبت اور خوشیوں کو بھی اپنے حکم پر قربان کر دیتا ہے ہر چند بیٹا یہ کہہ کر جاتا ہے کہ اب تمہیں منہ نہیں دکھاؤں گا، جواب میں اس کی اذیت پسندی نقطۂ عروج پر پہنچ جاتی ہے۔

ل انطی گونی پیش لفظ صفحہ ۱۵ ٹ انطی گونی پہلا منظر صفحہ ۲۷

ٹ انطی گونی تیسرا منظر صفحہ ۵۹

ہے ملعون کو لے آؤ ابھی اس کو ہے مرنا ---- ہونا ہے جو ہو اس کے ہی عاشق کی نظر میں"

قریوں کا کردار ایک فریبی انسان کا کردار ہے' اقتدار کی شراب پیتے ہی وہ عقل و خرد سے بیگانہ ہو گیا۔ اس نے عوام کو جن باتوں کا احساس دلا کر اپنا اقتدار مضبوط کرنا چاہا عملی طور پر ان باتوں کے خلاف کیا اور سرکاری احکام کے تحفظ کے فریب میں حد سے گزر گیا۔ نہ اُسے اپنی بھانجی کا خیال رہا، جو اس کی بہو بننے والی تھی، نہ بھانجے کا خیال جس کی لاش اس کے حکم سے بے گور و کفن پڑی تھی، نہ بیٹے کی زندگی اور خوشیوں کا خیال رہا، نہ مذہب کی پرواہ رہی۔ وہ ایسا مطلق العنان بادشاہ بن گیا جس کے منہ سے نکلنے والی بات حکم خداوندی سے بڑھ کر تھی۔ جس میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں، چاہے اس کی وجہ سے بڑی سے بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے، اور قریوں کا سب کچھ اس جھوٹی شان پر قربان ہو گیا اور قاتل گردانا گیا۔

ے مرنے والی نے یہ ان دونوں جنازوں کے لئے ۔ تم کو گردانا ہے مجرم تمہیں قاتل جانا

ئه انٹی گونی ۔ تیسرا منظر صفحہ ۶۰
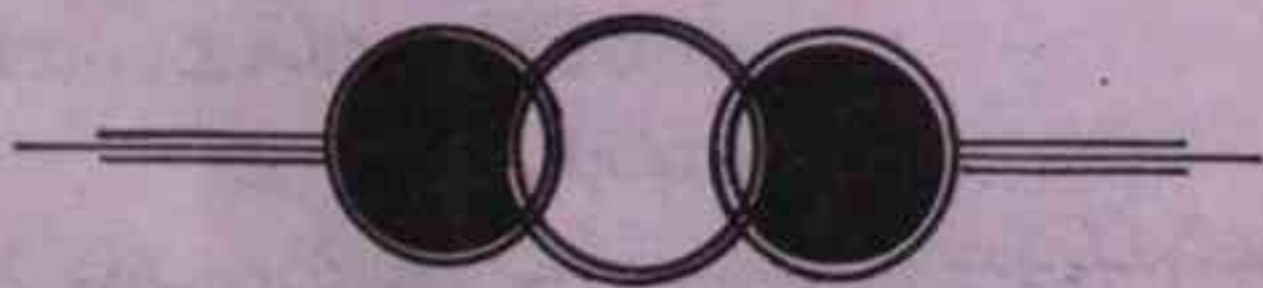
اردو اور عالمی ویلنوں کا تقابلی مطالعہ

افراسیاب اور راون

افراسیاب اور راون کے کرداروں میں صد درجہ مطابقت پائی جاتی ہے۔ راون چکرورتی ہے اور اس کی حکومت دنیا کے بیشتر حصوں پر ہے جس میں چین و امریکہ شامل ہیں ہندستان کے ے علاقے پر اس کی حکمرانی ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ راون کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا۔

افراسیاب بھی اٹھارہ سو ملکوں کا بادشاہ ہے۔ ہر ملک کا خراج گزار بادشاہ ہے اور وہ بادشاہ بھی ولی نہیں بلکہ بہادری اور سحر و ساحری میں کامل و اکمل، وہ توسن حصار ہو یا ملک فرعونیہ ہو یا مصر چہل ئے نیل میں زہرہ، ہر جادو کے پیٹ اور سر میں افراسیاب نے طلسم ہوشربا کی لوح اور مہرہ رکھ دیا اس طرح اٹھارہ سو ممالک ملا کر افراسیاب کی حکومت میں بھی سورج غروب نہیں ہوتا۔

راون اور رام کی جنگ کا سبب بہت بڑا نہیں ہے لچھمن نے راون کی بہن کی ناک کاٹ لی راون نے اُسے اپنی عزت کا مسئلہ بنا لیا اور اپنے اوپر بھیانک جنگ مسلط کر لی جو آخرکار ملک تباہی اور خود راون کی ہلاکت کا سبب بن گئی اگر وہ سیتا کو رام کے حوالے کر دیتا تو جنگ ٹل تی تھی۔

افراسیاب اور مسلمانوں کی جنگ کا سبب بڑا نہیں، ایک جادوگر بدیع الزماں اور ملکہ ہر کو قید کر کے طلسم ہوشربا میں لے آیا اور افراسیاب نے ان قیدیوں کو توسن حصار میں قید کر دیا، الزماں کو چھڑانے کے لئے اسد چھ عیاروں کے ساتھ طلسم ہوشربا میں داخل ہوا، اگر افراسیاب الزماں کو چھوڑ دیتا تو مسلمان لوٹ جاتے مگر راون کی طرح افراسیاب نے بھی اُسے ت کا مسئلہ بنا دیا نتیجے میں سلطنت ہوشربا مٹی اور افراسیاب مارا گیا۔

راون بہت بہادر ہے اتنا بہادر کہ رام کی فوج کا بڑے سے بڑا بہادر بھی اس کے مقابلے

کی ہمت نہیں رکھتا، وہ سب راون کے خوف سے چھپتے پھرتے ہیں، راون جس طرف کا رُخ کرتا ہے
پرے کا پرا صاف کر دیتا ہے اور اُسے یقین ہے کہ وہ کسی کے ہاتھوں مارا نہ جا سکے گا۔

افراسیاب بھی بہادر ہے زبردست ساحر ہے جب وہ غصہ میں لشکر اسلام پر جا پڑتا ہے
تو اُسے روکنے کی کسی میں ہمت نہیں، جب وہ مشعل کے ذریعہ روح قبض کئے ہوئے مسلمان سردار
کی لاشیں جلانے کے لئے آگے بڑھتا ہے تو جان پر کھیل کر لائے گئے مردوں کی کوئی حفاظت نہ کر
بہار، مخمور، مہ رخ، برق لامع کوکب سب عاجز ہو گئے اس نے اپنے استاد نور افشاں سے بھی خوف
محسوس نہ کیا، افراسیاب کو بھی یقین ہے کہ بغیر لوح طلسم ملے میں قتل نہ ہو سکوں گا اور لوح کا حال اس کے
سوا کسی کو معلوم نہیں لہذا وہ مارا نہ جا سکے گا۔

راون سیتا کو اغوا کر کے لے گیا مگر اس کے ساتھ زبردستی نہیں کی بلکہ اسے اشوک باٹیکا میں
رکھ کر (اشوک کے پتوں کی خوشبو سے عورت جنسی طور پر مشتعل ہو جاتی ہے) داسیوں کے ذریعہ
کوشش کرتا رہا کہ سیتا اُسے بحیثیت شوہر قبول کر لے۔

افراسیاب بھی بہار پر عاشق ہے وہ چاہتا تو زبردستی اس پر متصرف ہو جاتا مگر اُس
نے زبردستی نہیں کی بلکہ اس دن کا انتظار کرتا رہا جب مسلمانوں کی شکست کے بعد بہار خود ہی اُسے
قبول کر لے۔

راون کے بُرے سلوک کی وجہ سے وبھیشن جیسا اہم آدمی راون سے بدظن ہو کر رام سے
مل گیا اسی کی بدولت رام کو طاقت ملی اسی کے مشورے پر حکیم بلا کر لچھمن دوبارہ موت کے منہ سے
نکلے اور اسی کے بتانے پر رام لچھمن دیوی کی بھینٹ چڑھنے سے بچے اور اسی کی نشان دہی پر راون
مارا جا سکا۔

افراسیاب کے سردار بھی اس سے خوش نہیں مہ رخ، مخمور، بہار برق لامع جیسے زبردست
ساحر افراسیاب سے ٹوٹ کر اسد سے مل گئے اور یہی لوگ اسد کو بچانے میں سر دھڑ کی
بازی لگا دیتے ہیں چونکہ وہ افراسیاب کے رازدار تھے وہ راز اسد و عمرو کو بتا دیتے اگر
اسد کے ساتھ نہ ہوتے تو طلسم ہوشربا فتح نہ ہوتا۔

راون کے پاس بڑے نامی گرامی سردار موجود ہیں، کھردوشن اور ترشرا، تاراشک، اہیراون

میگھ ناتھ، کمبھ کرن اور ان میں سے کوئی بھی رام سے کم بہادر نہیں، میگھ ناتھ اور کمبھ کرن تو لچھمن پر فتح
بھی پاتے ہیں اور اپنے جانتے لچھمن کو ختم کر چکے ہوتے ہیں' ان میں اہیراون جیسا عیار بھی ہے جو رام
اور لچھمن کو چرا کر دیوی کی بھینٹ چڑھا دینا چاہتا ہے، نارنتک جیسا بہادر بھی ہے جس پر صرف رام
ہی فتح پا سکتے ہیں۔

افراسیاب کے پاس بھی سرداروں کی کمی نہیں ملکہ آفات چہار دست، ماہیان زمرد پوش،
داؤد جادو شاہ توسن حصار، صنعت سحر ساز وغیرہ کے علاوہ حجرۂ ہفت کی بلائیں اس کے اختیار
میں ہیں جن کے خوف سے لشکر اسلام کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کی کسی،
میں ہمت نہیں، افراسیاب کے پاس عیاروں کی بھی کمی نہیں ہے صرصر شمیم وغیرہ سرداروں کو چرا لے جاتی ہیں،
انہوں نے اسد کو چرانے کی کئی بار کوششیں کیں اور مہ رخ لاچین جیسے بڑے ساحروں کو چرا بھی لیا،
رام کے مددگار ہنومان جی تھے جو ہر موقع پر ان کی حفاظت کرتے ورنہ رام کب کے راون کے ہاتھوں مارے
جا چکے ہوتے، اسد کے محافظ خواجہ عمرو ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو اسد افراسیاب کے ہاتھوں مارا جاتا۔

راون کی موت وبھیشن کے راز فاش کر دینے سے ممکن ہو سکی، افراسیاب کی موت عمرو کے
دریائے نیل میں لوح کا پتہ دینے اور نور افشاں کے تیغۂ طلسمی دینے سے ہوئی دوسری تلوار سے
افراسیاب مارا نہ جاتا۔

راون مغرور ہے وہ اپنے سامنے دوسرے کی حیثیت نہیں سمجھتا سرداروں کے مارے جانے
کے بعد بھی وہ حوصلہ نہیں ہارتا اور آخر وقت تک اُسے اپنی فتح کا یقین رہتا ہے۔

افراسیاب بھی مغرور ہے اُس کے ہمدرد مارے جاتے رہے اور اوراق سامری سے خبر ملنے لگی کہ
اسی سال بادشاہ طلسم ہوشربا مارا جائے گا، بلائیں حجرۂ ہفت مٹ گئیں، ماہیان جیسی زبردست
ساحرہ ماری گئی. اسد کو لوح مل گئی مگر افراسیاب ہراساں نہیں ہوا، وہ اوراق سامری کا مذاق
اڑاتا رہا کہ میں اُسے غلط ثابت کر دوں گا، افراسیاب کو بھی آخری سانس تک اپنی فتح کا یقین تھا۔

راون زبردست عالم تھا اسی علم کی وجہ سے اُسے دس سروں اور بیس ہاتھوں والا کہا جاتا تھا
اس کے علاوہ اُسے شیو بھگوان کا وردان بھی تھا۔

افراسیاب بھی سحر و ساحری کا زبردست عالم ہے اس کے پاس تختۂ طلسمی ہیں جس کی وجہ سے

وہ دشمنوں پر غالب آتا ہے۔

مگر راون اور افراسیاب میں کچھ فرق بھی ہے۔

ہنومان جی نے لنکا میں آگ لگا دی اور راون کے بیٹے کو قتل کر دیا جب وہ گرفتار ہو کر راون کے دربار میں پہنچے تو چونکہ وہ رام کے سفیر کی حیثیت سے راون سے مل چکے تھے اس لئے راون نے کہا تمہارا جرم اتنا سنگین ہے کہ تمہاری سزا موت ہونی چاہیئے مگر تم سفیر ہو اور سفیروں کو سزا نہیں دی جاتی لہٰذا میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔

افراسیاب خواجہ عمرو سے پریشان ہے عمرو نے اسے ناقابل معافی نقصانات پہنچائے ہیں اور لڑائی کا زور انہیں کی بدولت ہے۔ افراسیاب کی دلی خواہش ہے کہ عمرو مارے جائیں مگر وہ اس خوف سے عمرو کے قتل کا حکم نہیں دیتا کہ اوراق سامری میں تحریر ہے جہاں عمرو کا خون گرے گا وہ جگہ ویران ہو جائے گی لہذا جب خواجہ عمرو کو طوفان جادو نے گرفتار کر کے اس کی خبر افراسیاب کو دی تو افراسیاب نے قتل سے منع کیا اور یہ حکم دیا کہ خواجہ کو ترسن حصار میں قید کرو جہاں کا قیدی کبھی نہیں چھوٹتا وہ راون کی طرح بڑے ظرف کا کردار نہیں ہے وہ اپنے ملک کی تباہی سے خوف زدہ ہے اس لئے عمرو کو قتل نہیں کرواتا۔

راون اپنے بہادروں کی موت پر افسردہ ہوتا ہے مگر افراسیاب کو کسی کی موت کی پرواہ نہیں راون اتنا بڑا پنڈت ہے کہ جب رام نے جنگ شروع ہونے سے پہلے یگیہ کیا اور بڑا پنڈت ہونے کی وجہ سے راون کو مدعو کیا تو راون نے یگیہ ختم ہونے کے بعد رام کو فتح کی دعا دی اور جب وہ تیر سے زخمی ہو کر گرا تو رام نے لچھمن کو اس کے پاس نصیحت اور سیاست سیکھنے کے لئے بھیجا، راون نے لچھمن سے پوچھا، جیت کس کی ہوئی؟ لچھمن نے کہا ہماری۔ راون نے کہا جیت تمہاری نہیں میری ہوئی ہے میں نے اپنی زندگی میں تمہیں اپنی دھرتی پر قدم نہیں رکھنے دیا۔ راون نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ جو کام تم کر سکتے ہو اسے فوراً کر ڈالو اور انتقام لینے میں جلدی نہ کرو میں نے اس بات پر عمل نہیں کیا اور تباہ ہو گیا ہوں۔

یہ کم ظرف اور ظرف افراسیاب ہی نہیں، بحیثیت انسان اس میں خامیاں ہی خامیاں ہیں

احسان فراموش اور غاصب ہے وہ اپنے محسن لاچین کو دھوکے سے قید کرکے بادشاہ بنا ہے چونکہ اسباب کا عروج ہی دھوکے پر ہوا ہے اس لئے اس کی پوری زندگی میں ہر جگہ فریب اور دھوکے کا عمل دخل ہے، وہ جھوٹ بولنے میں شرم محسوس نہیں کرتا اس لئے اس کی موت بھی عبرت ناک ہوئی۔

بختک اور یاگو کا تقابلی جائزہ

بختک اور یاگو میں بہت مطابقت پائی جاتی ہے دونوں ویلین ہیں، دونوں بے وجہ دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں دونوں شادی شدہ ہیں دونوں اذیت پسند ہیں۔

بختک نوشیرواں کا وزیر ہے اور امیر حمزہ نوشیرواں کے سپہ سالار دونوں کے درمیان عہدے کا کوئی ٹکراؤ نہیں کوئی ایک دوسرے کا حق نہیں مارتا کسی کو ایک دوسرے سے خطرہ نہیں، بختک نے اپنی دشمنی کا آغاز اُس وقت سے کیا جب اس نے امیر حمزہ کو دیکھا بھی نہیں تھا، مگر سامنے کبھی بختک نے حمزہ سے دشمنی نہیں کی بلکہ بے تعلق بنا رہتا اور تنہائی میں نوشیراں کو اس کے خلاف بہکاتا۔

یاگو اور اوتھیلو میں بھی کوئی ٹکراؤ نہیں اوتھیلو فوج کا کمانڈر ہے اور یاگو اس کا ماتحت، اس لئے دونوں میں عہدے کا ٹکراؤ نہیں اور یاگو تو اوتھیلو کا دوست اور مشیر تھا، یاگو ایسا دشمن ہے جس کی دشمنی کا علم اوتھیلو کو اس وقت ہوتا ہے جب پانی سر سے گذر چکا ہوتا ہے ڈس ڈی مونا اس کے ہاتھوں قتل ہو چکی ہوتی ہے۔

بختک مہر نگار کا عاشق نہیں نہ ہی وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر وہ دو محبت بھرے دلوں کو یکجا ہونے دینا نہیں چاہتا اس لئے اس نے ابتدا ہی سے ان کی محبت کی راہ میں روڑے اٹکائے اور امیر حمزہ کو نوشیرواں کی نظروں سے گرانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں اٹھا رکھا، حمزہ اور مہر نگار کی منگنی بختک کو پسند نہیں آئی اس نے گستہم سے امیر کو زہر دلوا دیا اور حمزہ کی جھوٹی موت کی خبر پھیلا کر مہر نگار کی شادی دوسرے سے کروادی جب حمزہ نے مہر نگار کو چھین لیا تو وہ بادشاہوں کو خط لکھنے لگا کہ تم حمزہ کو مار کر مہر نگار کو چھین لو۔

یاگو بھی ڈس ڈی مونا کا عاشق نہیں نہ ہی وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا وہ بھی یہ نہیں چاہتا کہ اوتھیلو اور ڈس ڈی مونا کی محبت کامیاب ہو اس نے بھی دونوں کو بروبانشی کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی، وہ روڈ ایگو سے ڈس ڈی مونا کی شادی کرانا چاہتا تھا جس کا عشق

یک طرفہ تھا او تھیلو اور ڈس ڈی مونا کی شادی ہو جانے پر بھی اُس نے ہمت نہیں ہاری اور روڈریگو کو
یقین دلاتا رہا کہ ایک دن ڈس ڈی مونا تمہاری ہو جائے گی۔

بختک سازشی ہے اس نے جس خوبصورتی سے فلعت اور خط بدل کر حمزہ اور نوشیرواں کو ایک
دوسرے سے بدظن کرانے کی کوشش کی تھی وہ اس کے سازشی ذہن کا پہلا کارنامہ ہے پھر اس نے جس طرح
مہر نگار کی جھوٹی موت کی خبر پھیلا کر حمزہ کی جان لینے کی کوشش کی یہ اس کے سازشی ذہن کا کمال ہے

اسی طرح یاگو بھی سازشی ہے اس نے بھی سازش کا مکمل جال پھیلایا اُس نے کیس یو کو شراب
پلا کر ڈیوٹی سے ہٹایا اور جب او تھیلو نے کیس یو کو برطرف کر دیا تو ایک طرف اُس نے کیس یو ڈس
ڈی مونا سے سفارش کرنے کا مشورہ دیا دوسری طرف او تھیلو سے کہا کہ کیس یو تمہاری بیوی پر
ڈورے ڈال رہا ہے اس طرح اس نے ایک تیر سے دو شکار کئے بعد میں روڈریگو کو بھی اُس
سازش میں شامل کر کے اس کا بھی خاتمہ کروا دیا۔

بختک کسی کا دوست نہیں وہ حمزہ، عمرو اور مہر نگار کا دشمن ہے تو نوشیرواں کا بھی دوست نہیں اس
کے بہکاوے میں آکر نوشیرواں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا۔

یاگو بھی کسی کا دوست نہیں وہ کیس یو کا دشمن ہے تو او تھیلو اور ڈس ڈی مونا کا بھی دوست
نہیں، یہاں تک کہ جس روڈریگو کی دولت پر وہ عیش کر رہا تھا اُس کا بھی دوست نہیں اس نے ایسا
چکر چلایا کہ سب تباہ ہو جائیں۔

بختک کی سازش کا شکار ہو کر مہر نگار قتل ہو گئی، یاگو کی سازش نے او تھیلو کے ہاتھوں ڈس ڈی
کو قتل کروا دیا۔

مگر یاگو اور بختک میں کچھ فرق بھی ہے

بختک کے شری عمل کے لئے وسیع میدان تھا وہ ایک کے بعد ایک بادشاہ کو خط لکھ کر بلواتا رہتا
اور بجھتی ہوئی چنگاری کو پھر سے ہوا دے دیتا ہے، مہر نگار کے قتل کے بعد جب نوشیرواں کو اپنی دوسر
بیٹی مہر افروز حمزہ سے بیاہنی پڑی تو بختک کے دل کی ٹھنڈی ہوتی ہوئی آگ پھر بھڑک اُٹھی اور اس
نے حرزم کے ساتھ میدان میں کود پڑا۔

یاگو کے لئے میدان وسیع نہیں چھوٹی سی اکہری کہانی میں اس کے عمل کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں ہوتا۔
بختک اپنے مشن میں اکثر ناکام رہتا ہے، یاگو ناکام نہیں ہوا یہ اور بات ہے کہ راز فاش ہو جانے پر اُسے سزا ملی، بختک کو اس کے عمل کے دوران سزائیں ملتی رہتی ہیں، ماں عمرو کے ہاتھ سے قتل ہوئی بیٹی کو معدی کے ہاتھوں ذلت آمیز موت نصیب ہوئی، خود اس نے جوتیاں کھائیں دربار سے نکالا گیا اور عمرو کے ہاتھوں ذلیل ہوا۔
یاگو کی فطرت کا اندازہ کسی کو نہیں تھا سب اُسے ہمدرد سمجھتے تھے اس کے برعکس بختک کی کمینگی کا احساس خود نوشیرواں کو بھی تھا مگر اس کے بعد بھی وہ سب کو اپنے اشاروں پر نچاتا تھا۔
بختک کے کردار میں آگ کی سی تیزی ہے اور وہ اپنی بات پر فوراً عمل کروا دیتا ہے، جب کہ یاگو کے یہاں یہ آگ دھیمی ہے اور وہ صبر و شکر کے ساتھ آگ بھڑکنے کا انتظار کرتا رہتا ہے، اُس نے وتھیلو کے دل میں شک کا بیج ڈالا ہر چند او تھیلو نے اس پر یقین نہیں کیا مگر دل کے شفاف آئینے پر شک کی لکیریں پڑنے لگیں جو آخر کار دل کے ٹکڑے اُڑا دیتی ہیں، بختک میں یہ صبر نہیں پھر اس کی سازش میں، تہہ داری ہے وہ بہت دور تک پلاننگ کرتا ہے اور پے درپے حملے کرتا چلا جاتا ہے۔
اس طرح بختک کا کردار یاگو سے زیادہ فعال اور ٹھوس ہے اور اردو ادب میں بختک جیسا کوئی کردار نہیں جسے عالمی ادب کے ویلینوں کے مقابلے میں فخر سے پیش کیا جا سکے۔

ویلین سے سرزد ہونے والا فعل شعوری اور منصوبہ بند ہے یا شر اُس کی فطرت کا حصہ ہے؟

جہاں تک راون اور افراسیاب کے شری عمل کا سوال ہے تو یہ دونوں شری کردار ضرور ہیں مگر وہ دونوں لاشعوری طور پر بڑے حالات کے جال میں پھنس گئے تھے، نہ افراسیاب مسلمانوں سے جنگ کرنا چاہتا تھا نہ ہی راون، جنگ چاہتا تھا۔ افراسیاب کو حکومت جیسے بھی ملی تھی وہ اُس پر شاکر تھا وہ فوج کشی کر رہا تھا نہ ہی وہ جنگ کے لئے مسلمانوں کی تلاش میں تھا وہ تو ملکی مسائل کے حل اور سحر و ساحری کے فروغ میں مصروف تھا عیش و عشرت میں گم تھا، ایک ساحر کی غلطی سے بدیع الزماں گرفتار ہو کر وہاں آئے تو قید بدیع الزماں کو افراسیاب نے توسن حصار بھجوا دیا اور ایک ماش کا پتلا بنوا کر

لشکر اسلام میں پھینکوا دیا تاکہ وہ بدیع الزماں کو مردہ سمجھ کر رو پیٹ کر صبر کر لیں اور خوف سے طلسم ہوشربا کا رخ نہ کریں۔ اُسے یہ خیال نہ تھا کہ ایک فرد کی زندگی مسلمانوں کے لئے اتنی اہم ہوگی کہ وہ اس کے لئے طلسم ہوشربا کا تختہ اُلٹ دیں گے۔ مگر وہ اس ساحر کی مدد کر کے ایک غلطی کر چکا تھا اور اس غلطی کو درست کرنے کی کوشش میں وہ مصیبتوں کے جال میں پھنستا چلا گیا۔ اب اگر وہ بدیع الزماں کو رہا کر دیتا تو تمام پہ مشہور ہو جاتا کہ افراسیاب مسلمانوں سے ڈر گیا پھر افراسیاب نے اس فتنہ کو اتنا بڑا بھی نہیں سمجھا تھا، وہ اٹھارہ سو ملکوں کا بادشاہ تھا اُسے ڈرنے کی ضرورت بھی نہ تھی پھر صرف چھ افراد جو سحر بھی نہیں جانتے وہ اتنے عظیم ساحروں کا کیا مقابلہ کر سکیں گے' اس سارے عمل میں کوئی منصوبہ کوئی پلاننگ نہیں تھی۔

اسی طرح راون کے یہاں بھی منصوبہ نہیں تھا وہ تو اپنی عظیم الشان سلطنت کی دیکھ بھال، اپنا علم بڑھانے اور تجربات و ایجادات میں مصروف تھا نہ وہ سیتا کو اغوا کرنا چاہتا تھا نہ ہی رام سے جنگ کا خواہاں تھا، اپنی بہن کی بے عزتی کی وجہ سے اُسے رام سے اُلجھنا پڑا اور ساری بلندی اور عظمت کو تج کر وہ ویلین بننے پر مجبور ہو گیا، اس نے انتقاماً سیتا کو چرایا اور کسی طرح واپس کرنے پر تیار نہیں ہوا اُسے بھی افراسیاب کی طرح یہ گمان تھا کہ وہ چکرورتی بادشاہ اور امرت کنڈ کا مالک ہے رام اس سے کیا لڑ سکیں گے۔

اس طرح افراسیاب اور راون حالات کے تحت ویلین بننے پر مجبور ہو گئے، مگر بختک اور یاگو کے ساتھ ایسی بات نہیں، شر اُن کی فطرت کا حصہ ہے اور اُن کا سارا عمل منصوبہ بند ہے۔ بختک بڑی گہری سازشیں کرتا ہے۔ بہت دور تک سوچتا ہے اور وہ انسانی فطرت کا نباض ہے لہذا اُسے علم تھا کہ جب حمزہ کو حقیر سی خلعت اور ذلت آمیز خط ملے گا تو رد عمل ضرور ہوگا اور سب کچھ اس کے ...... اندازے کے مطابق ہوا، عمرو نے سفیروں کو گھاس اور ہڈی کھانے کو دی، تو وہ فوراً شکایت لے لے کر امیر کے خلاف بھڑکانے نوشیرواں کے پاس پہنچ گیا کہ حمزہ اتنا مغرور ہے کہ اس نے آپ کے سفیروں کی بے عزتی کی یعنی آپ کی بے عزتی کی، مہر نگار کی شادی رکوانے کے لئے بھی اُس نے بڑی بڑی سازشیں کیں' فرضی تحصیلداروں کو دربار میں بھیج کر ان سے کہلوایا، چونکہ بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی ایک عرب سے کر دی ہے لہذا ہم خراج نہیں دیں گے جب بادشاہ کا داماد آئے گا تو خراج لے گا۔ جب جوش میں حمزہ ان بادشاہوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تو ایک طرف اُس نے قارن کو

ہر دے کر ساتھ کر دیا کہ موقع ملے تو حمزہ کو کھلا دینا دوسری طرف اُن بادشاہوں کو خط لکھا کہ معاملہ خراج
نہیں ہے جیسے ہی حمزہ وہاں پہنچے اسے قتل کر دو۔ اس کی فطرت میں شر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے
ر وہ اپنی شری فطرت کی تسکین کے لئے سارا کام منصوبہ بند طریقے پر کرتا ہے۔

یاگو کی فطرت میں بھی شر کا عنصر موجود ہے وہ بھی منصوبہ بند طریقے پر کام کرتا ہے۔ کیس یو شراب
نہیں پیتا تھا اُسے بہکا کر شراب پلا دی جب اُسے اوتھیلو نے برطرف کر دیا تو اُس نے اوتھیلو کے
ے کا خوف دلا کر اس سے ملنے سے روک دیا اور ڈس ڈی مونا سے سفارش کرانے کا مشورہ دیا۔
س ڈی مونا بار بار کیس یو کی سفارش کرتی رہی، دوسری طرف یاگو نے اوتھیلو کے ذہن میں شک
بیج ڈال دیا، رومال چرا کر کیس یو کے گھر ڈال دیا۔ اور کیس یو سے اپنی ہونے والی گفتگو کو اونچی نیچی آواز
ے اوتھیلو کو سنانا سب کچھ سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت ہے جب اوتھیلو کیس یو کو قتل کرنا چاہتا ہے تو وہ
ذمہ داری خود لے لیتا ہے اور روڈریگو کے ذریعہ کیس یو کو قتل کرانا چاہتا ہے دونوں میں سے جو مرتا
س کے حق میں بہتر ہوتا، جب روڈریگو مغلوب ہو گیا تو کیس یو کے پیر پر پیچھے سے وار کر کے بھاگ جانا
کیس یو کی مدد کی پکار سن کر اتھیلو کو اس کی موت کا یقین دلانا سب کچھ منصوبہ بند ہے سازش
رنے کے معاملے میں یاگو اور بخنک دونوں ماہر ہیں اور حصول لذت کے لئے منصوبہ بند طریقے پر کام کرتے ہیں۔

ولیین کے تفاعل و تحرک اور قصہ کو آگے بڑھانے کا مسئلہ

جب ہم افراسیاب اور ولیین کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اتنی بڑی جنگوں اور ملک کی
بیوں کا سبب یہی دونوں بن گئے، ان کا غرور حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کی وجہ سے آسانی سے
ر جانے والے مسائل اتنے پیچیدہ ہو گئے کہ نہ صرف جنگ کی نوبت آئی بلکہ جنگ ہوئی لاکھوں بندگان
مارے گئے اور جب تک یہ دونوں زندہ رہے جنگ ہوتی رہی، افراسیاب کے ہاتھ سے
ب کے بعد ایک ملک نکلتا چلا گیا بڑے بڑے سورما مارے گئے۔ افراسیاب جب تک زندہ
لڑتا رہا اُسی کے سبب داستان آگے بڑھتی رہی اور اس کی موت کے بعد بھی جنگ ختم نہیں ہوئی
نے بدی کا جو بیج بویا تھا اُس کا زہریلا پھل اس کے مرنے کے بعد بھی موت کی نیند سلاتا رہا،
سلمان طلسم ہوشربا میں داخل نہ ہوتے تو کوکب دور افشاں مسلمانوں کے ہمدرد نہ ہوتے اور

افراسیاب کے مارے جانے پر اسلام قبول کر لینے کے بعد بحر وساحری سے تائب نہ ہوتے اور بحر العجائب مصر الغرائب انہیں قید نہ کرتا۔ امیر حمزہ انہیں چھڑانے کے لیے طلسم نور افشاں کا رخ نہ کرتے، بھیانک جنگیں نہ ہوتیں اور تین جلدوں میں طلسم فتنہ نور افشاں نہ لکھی جاتی۔ اس کے علاوہ بھی افراسیاب کی موت کی خبر سن کر اس کے ہمدرد ساحر مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے فوجیں لے کر آتے رہے۔

راون کے اثرات دور تک نہیں گئے مگر وہ رامائن کی تخلیق کا سبب ضرور بن گیا، رامائن کی دلچسپی اور ہیجان راون کے شرپسند کارناموں کی وجہ سے ہیں، راون کی جنگ اگر ٹل جاتی یا راون سیتا کو اغوا نہ کرتا تو رامائن ایک بدمزہ سوانح بن کر رہ جاتی اور شاید بالمیکی اسے لکھنے کی اور تلسی داس اس کی ایڈٹ کی ضرورت نہ سمجھے، رامائن راون کی وجہ سے آگے بڑھی ہے اس میں دلچسپی اور ہیجان پیدا ہوا ہے۔

افراسیاب اور راون کی وجہ سے داستان آگے ضرور بڑھی ہے مگر ان کرداروں میں وہ بات نہیں جو بختک اور یاگو میں ہے جھوٹی شان اور غرور ہی نہیں راون اور افراسیاب کے پیش نظر تھا، مگر بختک اور یاگو کے سامنے کوئی مفاد نہیں، وہ اگر ایسے افعال کے مرتکب نہ ہوتے تو ان کا کوئی نقصان نہیں تھا، اوتھیلو یا حمزہ کو نقصان پہنچانے سے ان کا کوئی فائدہ بھی نہ ہوا، مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر اوتھیلو یا داستان امیر حمزہ سے ان کرداروں کو نکال دیا جائے تو کہانی کی عمارت کے ساتھ ایسا ہی ہوگا جیسے کسی عمارت سے اینٹیں نکال دی جائیں، غیر متعلق کردار کس طرح کہانی کی روح اور دوسرے کرداروں کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں اس کی بہترین مثال یہ دونوں کردار ہیں، راون اور افراسیاب کی وجہ سے داستان آگے بڑھی ہے مگر یاگو اور بختک داستان کی تخلیق کا سبب بن گئے ہیں۔

داستان امیر حمزہ کا ابتدائی حصہ نوشیرواں امیر حمزہ عمرو عیار وغیرہ کی پیدائش کے بیان اور تعارف کے طور پر ہے اس میں کوئی دلچسپی نہیں اور اس حصے کی کوئی قدر و قیمت بھی نہیں،

جہاں سے بختک نے داستان کی سرزمین پر قدم رکھا ہے وہیں سے تجسس اور دلچسپی کا آغاز ہوا ہے اس کی فتنہ پروری اس داستان کو آگے بڑھاتی ہے بلکہ دلچسپی اور خطرات کے دروازے کھولتی ہے داستان امیر حمزہ دراصل بختک کی ریشہ دوانیوں کی داستان ہے۔

اسی طرح اوتھیلو میں یاگو شروع ہی سے سازشیں کرتا ہے مگر جب اوتھیلو اور ڈس ڈی مونا کی شادی ہو جاتی ہے تو کہانی کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے مگر اس کے بعد بھی یاگو روڈریگو کو یقین دلا کر کہ ڈس

ونا کو تمہاری ہونا پڑے گا، کہانی کی دلچسپی کو بڑھا دیتا ہے۔

آخر یہ کیسے ممکن ہوگا کہ ایک شادی شدہ عورت اپنے محبوب شوہر کو چھوڑ کر دوسرے کی ہو جائے گی؟
برس جاتے ہوئے روڈریگو کو ساتھ لے جا کر یاگو تجسس کو اور گہرا کر دیتا ہے اور سائپرس میں جنگ ٹل
نے کے بعد سازشوں کا جال پھیلاتا ہے مگر روڈریگو کی کامیابی کے لئے نہیں بلکہ کیسیو، ڈس ڈی مونا اور
یلو کی تباہی کے لئے۔ یاگو کی سازشوں کی روداد ہی اوتھیلو کی کہانی ہے ورنہ اصل کہانی تو وہیں ختم ہو گئی
جہاں دونوں کی شادی ہو گئی تھی اس طرح جنگ کی طرح یاگو بھی کہانی آگے بڑھانے کا نہیں کہانی کا
ب بن گیا ہے۔
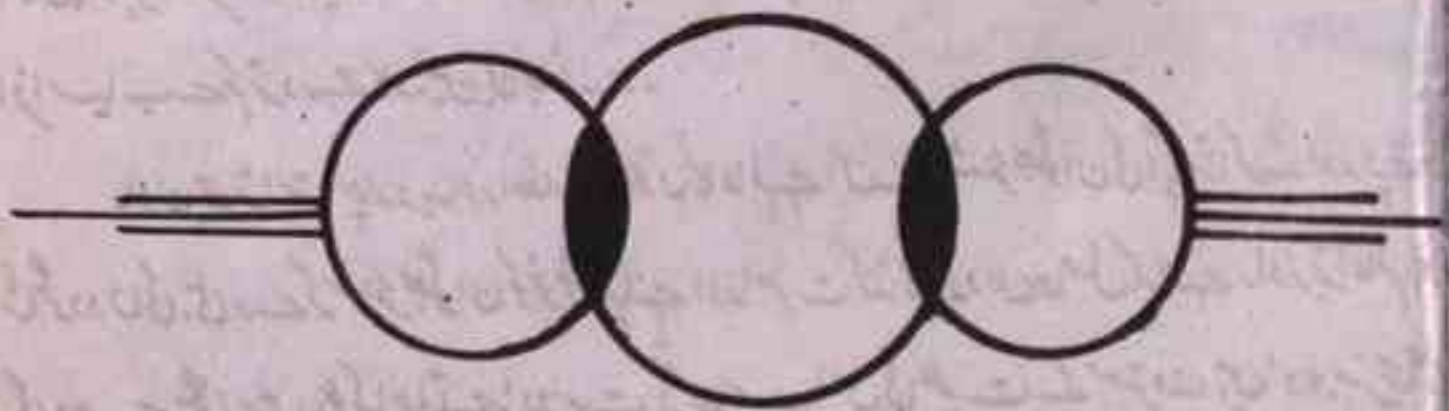
محاکمہ

عالمی ادب کے ویلنوں کے بالمقابل اردو داستانوں کے ویلین زیادہ فعال متحرک اور زندہ ہیں۔

جب ہم اردو داستانوں کے بالمقابل عالمی ادب کے ویلنوں کا جائزہ لیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ اردو ادب میں
ہیرو سے زیادہ بہترین کردار نگاری ویلنوں کی گئی ہے' وہ اپنی پیشکش نفسیاتی گہرائیوں بہترین صلاحیتوں کی وجہ
سے دوسری زبانوں کے کسی بھی مشہور و معروف ویلین سے زیادہ زندہ جاوید ہیں۔

راون کی شہرت عالم گیر ہے مگر اس کی شخصیت کا تجزیہ کرنے پر محسوس ہوتا ہے کہ اس کردار کی پیشکش میں
تضاد ہے' بظاہر وہ افراسیاب سے زیادہ کردوفر والا اور بلند ظرف نظر آتا ہے مگر جب ہم اس کی شخصیت اور
اعمال پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو اس کردار میں بہت جھول نظر آتا ہے' اس کردار کا فطری ارتقا نہیں ہوا ہے اور وہ
افراسیاب سے کم تر درجے کا ویلین بن جاتا ہے۔

راون چھ شاستر' چار وید اور اٹھارہ پُرانوں کا عالم ہے اس نے شنکر بھگوان کی اُپاسنا کر کے اور اپنے دس
شاگردوں کی بلی دے کر شنکر بھگوان کو خوش کیا ہے اور امرت کنڈ کا وردان حاصل کیا ہے۔ اور بڑا عالم ہونے
کی وجہ سے یگوں میں مدعو کیا جاتا ہے' دوست دشمن سب اس کی علمیت کے معترف ہیں' وہ بہترین حکیم
ہے جس کے لئے سمندر کے کھارے پانی کو میٹھے پانی میں بدل دینا منٹوں کا کام ہے' اس نے اڑن پشپ یعنی
ہوائی جہاز بنا لیا ہے جس پر بیٹھ کر وہ سورگ میں چلا گیا۔

یعنی راون کی ذات بلند اور بہت بلند ہے اتنی کہ بھگوان بن جانے میں تھوڑی سی کسر رہ گئی ہے' او
ظاہر ہے وہ اپنے نیک ذہنی رجحان کی وجہ سے مذہبی علوم کی طرف مائل ہوا ہوگا اور اس کی نیکی اور لگن کو
دیکھنے کے بعد ہی شنکر بھگوان نے اسے امرت کنڈ عطا کر کے امر کیا ہوگا اور مذہبی علوم کے حصول میں ا

ن زندگی کا بیشتر حصہ گزرا ہوگا۔ اس کے اعمال پاکیزہ ہوں گے تب ہی تو لوگ بڑے پنڈت کی حیثیت سے
وں میں مدعو کرتے اور پوجا پاٹ کرواتے ہوں گے۔

ایک ایسے عظیم شخص کا چھوٹی سی بات پر دل سے شیطان بن جانے کا عمل حقیقت سے دور نظر آتا
ہے کسی اچھی بات سے متاثر ہو کر بُرے انسان کا اچھا انسان بن جانا ممکن ہے کیوں کہ بُرے سے بُرے
سان کو بھی اپنی بُرائی کا احساس ضرور رہتا ہے اور وہ اس پر اندر ہی اندر پچھتاتا بھی ہے۔ اس لئے بھلائی
ا کوئی بات اگر اسے متاثر کر دیتی ہے تو وہ دھیرے دھیرے بُری عادتیں چھوڑ کر نیک انسان بن سکتا
ے، اس طرح وہ ضمیر کے کچوکے کھانے سے بھی بچ جاتا ہے۔ سماج کی نظروں کے تیر بھی رُک جاتے ہیں اور
ک بننے کی کوشش میں اُسے روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے۔

مگر راون بہن کی ناک کاٹنے پر اتنا مشتعل ہوا کہ اس کی کایا پلٹ ہوگئی، ایک عابد و زاہد کا
نک برائی کی راہ اختیار کر لینے کی بات حلق سے نہیں اُترتی۔ غصے کی آگ عقل کا ایندھن ضرور بن جاتی ہے
ضمیر بہر حال زندہ رہتا ہے جو عام آدمی کو بھی اس کے بُرے اعمال پر ملامت کرتا رہتا ہے اور راون تو
ب عالم اور پنڈت ہے، وہ نیکی اور بدی کے فرق کو گناہ اور ثواب کو بہتر طور پر جانتا دوسروں کو بتاتا اور
حت کرتا ہے اس کے سامنے وید اور شاستر ہیں اس کے دل میں شنکر بھگوان کی ناراضگی کا خوف ہے
کے دھرم میں بھی گناہ گار کو نرکھ میں بھیجا جاتا ہے اور دنیاوی قانون بھی گناہگار کو سزا دیتا ہے۔ راون حق
ت کا علمبردار ہے پھر اس نے اس کی تحقیق کیوں نہ کی کہ آخر لچھمن نے اس کی بہن کی ناک کیوں کاٹی ایسے
ب طرفہ مقدمہ سُن کر اس پر اعتبار نہیں کرنا چاہئیے تھا، اپنا دوت بھیج کر لچھمن سے باز پرس کرنی چاہئیے
ی اگر لچھمن غلطی پر ہوتے اور اپنی غلطی کی سزا بھگتنے کو تیار نہ ہوتے تو ظالم کے خلاف تلوار اٹھانے کا حکم ہر
ب میں ہے۔

مگر راون نے یہ سب کچھ نہیں کیا اور یک طرفہ شکایت سُن کر اس پر یقین کر لیا اور شیطان بن گیا
نہ اُسے مذہب کا خوف رہا نہ بدنامی کا خیال نہ عوام کے جان و مال کی فکر رہی نہ اُس کے ضمیر نے اُسے اس
ے فعل کے لئے مطعون کیا، دفعتاً جیسے سب کچھ بدل گیا انتقام اور صرف انتقام ہی اس کی زندگی کا
ب العین بن گیا اور اُس نے سیتا جی کو چرا لیا۔ یعنی " ایک مہا پنڈت نے ایک غیر استری کا اپہرن
یا اور اُسے اپنی پتنی بنانے کا پریتن کرنے لگا " یہ بہن کی بے عزتی کا انتقام تھا یا اُس کے بھوکے

نفس کا تقاضہ ! یہ اُس کے ہوس کا کرشمہ ہی معلوم ہوتا ہے جو سیتا جیسی خوبصورت عورت کو حاصل کرنے کے بہانے
طور پر استعمال ہوا اور یہ بھی مدنظر رہے کہ اُس نے سیتا کو اشوک باٹیکا میں رکھا اشوک کے درختوں کی خصوصیت
کہ اس کی خوشبو سے عورتیں جنسی طور پر مشتعل ہو جاتی ہیں' داسیاں سیتا کو سمجھا رہی تھیں اور اشوک کی خوشبو
جنسی طور پر مشتعل کر رہی تھی رام نہ جانے کہاں تھے اور اتنے بڑے راجہ کا کیا کر لیتے ،، جنسی بھوک سیتا کو
مجبور کر دیتی کہ وہ راون کو قبول کر لے ۔

اگر واقعی بہن کی بے عزتی کے انتقام کی بات ہوتی تو وہ سیتا کی ناک کاٹ کر چھوڑ دیتا اس
طرح اس کا انتقام بھی پورا ہو جاتا اور کوئی اُسے ظالم بھی نہ کہتا ، نہ اس کی خود غرضی کی بھینٹ اس کے
سور ما چڑھتے ، نہ لاکھوں عوام ' نہ لنکا جلتی نہ گودیں خالی ہوتیں نہ مانگیں اُجڑتیں ' وہ کڑی سے کڑی
شرط پر صلح کر کے رام کو ذلیل کر سکتا تھا مگر اس نے صلح کی ساری کوششیں یک قلم رد کر دیں اور سیتا کو
کسی طرح واپس کرنے پر راضی نہیں ہوا ۔

راون جیسے نیک عالم فاضل کا اس طرح بدل جانا فطری نہیں ہے ۔

افراسیاب کے کردار میں ایسا جھول نہیں ہے ' وہ جس ماحول میں پلا بڑھا وہ سحر و ساحری کا
ماحول تھا اور سامری جمشید کی پرستش کی جاتی تھی ' افراسیاب لاچین کا نہیں ایک گڈریے کا بیٹا
جسے لاچین نے پال پوس کر بڑا کیا ۔ اور اُسے اپنا وزیر بنا لیا ، تخت و تاج کے لئے اولادیں باپ کو قید
بند میں ڈال دیتی ہیں اگر افراسیاب نے ایسا کیا تو تعجب کی بات نہیں کہ اُس کی رگوں میں ایک
گڈریے کا خون دوڑ رہا تھا ۔ پھر اُس زمانے میں طاقت ور کمزوروں پر ظلم کرتا تھا اس کے حقوق غصب
کرتا تھا اور کمزوروں کی زندگی یا انسانی زندگی کی قدر و قیمت کیڑے مکوڑوں سے زیادہ نہ تھی یعنی افراسیاب
کی پرورش غلط ماحول میں ہوئی تھی ، جہاں نیکی بدی گناہ ثواب کا تصور نہ تھا ، اُن کے خدا سامری جمشید
خود انسان تھے اور ساحر تھے ، لوگ معبود حقیقی کو فراموش کر کے فرضی خداؤں کو سجدے کر رہے تھے ، اُن کی
پیروں کر رہے تھے جو خود راہ راست سے بھٹکے ہوئے تھے ، ایسے غلط ماحول کے پروردہ افراسیاب
کی پوری زندگی غلط نہج پر گامزن ہے ، اپنے ماحول کی طرح اس کی زندگی میں بھی ضبط و توازن نہیں
خود اس کے عقل و دل کے درمیان جنگ جاری تھی ' دل سامری و جمشید کی پرستش کرتا تھا مگر عقل
بہر حال انسان تصور کرتی تھی ، یہی کشمکش تھی جس نے ایک دن دربار میں بیٹھے لاچین کو یہ کہنے

ر دیا کہ مسلمانوں کا نادیدہ خدا سچا ہے، لات و منات بہر حال انسان تھے۔ مفاد پرست افراسیاب
چین کے یہ کہنے کا فائدہ اُٹھایا، مذہب کے تحفظ کے نام پر بغاوت کر کے لاچین کو گرفتار کیا اور
ادشاہ بن بیٹھا۔ حالانکہ اپنے مذہب پر خود اس کا یقین بھی ڈانوا ڈول ہے ایک طرف سامری ج
مشید کو مانتا ہے دوسری طرف اوراق سامری کا مذاق اڑاتا ہے تیسری طرف زمرد شاہ باختری کو جاگتی جوت
انتا ہے اس سے ڈرتا ہے کہ وہ غلط تقدیر نہ کر دے۔ اس طرح دو خداؤں نے مل کر اُسے تین تیرہ کر دیا
۔ اس کی زندگی میں کوئی اصول نہیں وہ اپنا مقصد کسی بھی طرح سے حاصل کرنا چاہتا ہے چوں کہ اُس زمانے
زندگی اور موت کی کوئی قیمت نہیں تھی اس لئے وہ اپنے کسی عزیز دوست یا سردار کی موت پر افسردہ نہیں
س کی نظر میں زندگی اور موت ایک کھیل ہے۔ وہ جنگ میں اصولوں کی پیروی نہیں کرتا اور دشمن
ر دینا چاہتا ہے چاہے پشت سے حملہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

جنسی بے راہ روی اس کے زمانے میں عام تھی کوئی شخص کسی عورت کو بھگا لے جا سکتا تھا شراب
کے لذت حاصل کر سکتا تھا جیسا کہ داستانوں میں جگہ جگہ ملتا ہے اس لئے افراسیاب میں بھی یہ
تی ہے اس کی نظروں میں رشتے کا تقدس بے معنی ہے اس لئے بھانجی بھتیجی جو جوان اور حسین ہو
ں پر بُری نظر ڈالتا ہے۔

اس طرح افراسیاب اپنے زمانے کی بہترین عکاسی اور نمائندگی کرتا ہے اس کے اعمال اس کے ماحول
شتی میں فطری معلوم ہوتے ہیں وہ راون کی طرح اندر سے کچھ باہر سے کچھ نہیں ہے وہ جو کچھ ہے نظروں
سامنے ہے وہ بُرا ہے اور صرف بُرا ہے آ سے۔ برائی پر یقین ہے اور وہ اس پر جان دینا گوارا کر
ر اپنی راہ سے نہیں ہٹتا۔ راون کے کردار کی طرح افراسیاب کے کردار میں پڑھنے والے کے ذہن میں
ل سر نہیں اُٹھاتے بلکہ قاری اس کی فطرت سے اتنا واقف ہو جاتا ہے کہ اس سے سرزد ہونے والے
ال کا اسے پہلے سے اندازہ ہو جاتا ہے، افراسیاب کا کردار راون کے مقابلے میں ہر اعتبار سے بہتر فطری،
ل ہے۔

پڑھنے والے کے ذہن میں راون کی جو تصویر بنتی ہے وہ دس سروں اور بیس ہاتھوں والے راکشش
ہوتی ہے مگر دماغ میں اس کی عظمت کا احساس بھی رہتا ہے لہٰذا وہ یقین نہیں کر سکتا کہ اس
ہن میں بننے والا راکشش ہمارا راون ہے؟ جب کہ افراسیاب کی جو تصویر بنتی ہے ذہن و دل

دونوں کو یقین رہتا ہے کہ یہ افراسیاب کی تصویر ہے۔

یاگو کا کردار انگریزی ادب میں بہت مشہور ہے۔ ڈراما اوتھیلو پڑھتے ہوئے یاگو کے بچپن کے
اور حالات کا علم نہیں ہوتا کہ اس کی پرورش کیسے ماحول میں ہوئی۔ ڈرامے میں اس تفصیل کی گنجائش بھی
ہوتی۔ یاگو عام طور پر نیک اور ذہین آدمی سمجھا جاتا ہے اس لئے نہ صرف روڈریگو اسے اپنا رازدار بنا
بلکہ کیس یو بھی مشکلات میں اس سے مشورہ کرتا ہے۔ نیکی کے ثبوت کے لئے آخر میں ایملیا یہ کہنا کہ یا
دلیل نہیں ہو اس وقت تک اوتھیلو کو صاف صاف بتا دو" ایک بیوی اپنے شوہر کی فطرت اس کی خوبیوں
سے سب سے زیادہ واقف ہوتی ہے اس کا یہ کہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یاگو کی زندگی اب تک صاف
رہی ہے اس لئے لوگ اس کی بات پر یقین کر لیتے ہیں کولرج کا خیال ہے کہ وہ بے مقصد دوسرو
نقصان پہنچاتا ہے، یعنی وہ اذیت پسند ہے، پھر دوسروں کو صدیہ کہ اس کی بیوی کو بھی اس کا علم
نہیں؛ اگر اس کی بیوی کو اس کی اذیت پسندی یا شری فطرت کا علم ہوتا تو وہ اپنے شوہر کو بچا
ضرور کوشش کرتی اور اوتھیلو کو رومال کا واقعہ کبھی نہ بتاتی۔ اُسے یقین ہے کہ اس کا نیک شوہر بر
ہی نہیں سکتا، کسی جرم میں ملوث ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے اُس نے اوتھیلو کو سچ بات بتا دی اس سے
ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے یاگو نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔

پھر اس نے کیس یو اوتھیلو ڈس ڈی مونا کو کیوں نقصان پہنچایا؟ اس میں اچانک اذیت
پسندی کا رجحان کیسے پیدا ہو گیا؟ کہیں اس دشمنی کا سبب واقعی یہی تو نہیں کہ اس کی بیوی ایملیا
کے تعلقات کیس یو سے ہیں اور اوتھیلو نے واقعی اسے نظرانداز کر کے کیس یو کو اپنا نائب بنالیا

یاگو بظاہر روڈریگو کے لئے کام کرتا نظر آتا ہے مگر سائپرس پہنچتے ہی وہ روڈریگو کو بھول کر اد
کے لئے جال بچھانے لگتا ہے، وہ روڈریگو کا دشمن نہیں مگر وہ انڈا دینے والی مرغی اب کاٹنے
دوڑنے لگی تھی اور وہ غصہ میں کسی بھی وقت یاگو کا راز فاش کر سکتا تھا لہذا روڈریگو کا وجود یا
لئے خطرہ بن گیا تھا اس لئے اس نے روڈریگو راہ کا کانٹا سمجھ کر صاف کر دیا۔ اس نے سمجھا تھا
روڈریگو کیس یو پر عقب سے حملہ کرے گا اس لئے کیس یو مارا جائے گا اس کے لئے بہتر یہ تھا کہ دو
لڑتے ہوئے مر جائیں۔ اوتھیلو ڈس ڈی مونا کو قتل کر دیتا اور کیس یو کے مرنے کے بعد جہاں ایملیا
کھٹکا اس کے دل سے نکل جاتا وہیں وہ اوتھیلو کا نائب بھی بن جاتا، یا قتل کے جرم میں اوتھیلو کو سزائے

تو ممکن ہے وہ جنرل ہی بن جاتا۔ اس طرح یاگو کی سازشیں اس کے مفاد کے لئے ہیں، عہدے کی
انے اُسے نیک سے بد انسان بننے پر مجبور کیا، اس کی فطرت میں اذیت پسندی نہیں کوئی بھی
ں اپنے مفاد کے لئے ایسا کر سکتا ہے۔

اگر وہ واقعی اذیت پسند ہے تو کسی کو اس کی فطرت کا علم کیوں نہیں؛ اذیت پسند کی
ں، جانوروں کے ساتھ اس کا سلوک اور خاص کر بیوی کے ساتھ جنسی عمل میں نہیں چھپتیں۔ مگر ایملیا کو بھی
ں فطرت کا ذرا سا احساس نہیں، گویا یہ رجحان اس میں تھا ہی نہیں۔ اور اس نے جو کچھ کیا اپنے مفاد
ئے کیا۔

اس کے برعکس بختک کا کردار زیادہ فطری ہے وہ واقعی اذیت پسند ہے دوسروں کو تکلیف
دیکھ کر خوش ہوتا ہے اس کے کسی عمل میں اس کے ذرا سے فائدے کی جھلک نہیں ملتی، اس کی شری
یت کا سب کو علم ہے نوشیرواں تو اس سے اتنا واقف ہے کہ وہ ہر بُرے کام کو بختک کے نام
ب کر دیتا ہے۔

یہ بختک کا کمال ہے کہ اس کے بعد بھی وہ نوشیرواں کو اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے۔ یاگو نے مکمل
ش کی تھی مگر اس جیسی سازشیں بختک روز ہی کرتا ہے۔ جب اُس نے دیکھا کہ حمزہ کمند کے سہارے
گار سے ملنے جاتے ہیں تو اُس نے چور کا شور مچا کر محل پر پہرا لگوا دیا جب قارن کو ڈیوٹی ملی تو اُس نے
ے قارن کو سمجھا دیا کہ کہاں کی نگرانی کرنی ہے قارن تو تاک میں تھا ہی حمزہ کمند سے اُترنے
قارن نے کمند کاٹ دی، امیر گرے ان کی پیشانی زخمی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی کمند جس پر حمزہ کا نام کندہ تھا
ن کے ذریعہ نوشیرواں تک پہنچ گئی، ایک طرف ثبوت کے لئے کمند دوسری طرف پیشانی کا زخم
ک نے حمزہ کو پھنسانے کا پورا انتظام کر دیا تھا۔ بختک کی ساری زندگی ایسی ہی سازشیں کرتے
ری ہے، بختک واقعی اذیت پسند ہے وہ کسی کی خوشی نہیں دیکھ سکتا، اپنے اس رجحان کی وجہ
ے اُسے خود بھی نقصان اٹھانا پڑا، ماں کی موت کا غم سہنا پڑا، بیٹی کی ذلت آمیز موت کا صدمہ
انا پڑا۔

اس کی اذیت پسندی کا بہت ثبوت ملتا ہے، وہ نوشیرواں کو بہکا کر عمرو کے مقابل میدان
ں لے گیا۔ عمرو محل کے اوپر طلسمی خیمے کے نیچے کرسی جواہر نگار پر بیٹھا تھا۔ بختک نے افراسیاب

ے کہا "وہ دیکھئے عمرو بیٹھا ہے فوج کو حملے کا حکم دیجئے عمرو کو مار دیجئے، نوشیروان نے حکم دیا فوج بڑھی تو عمرو
نے قلعہ پر سے آگ برسانی شروع کر دی۔ سیکڑوں سپاہی جل کر مر گئے کتنوں کا منہ جھلسا، فوج اس آتش
کی تاب نہ لا کر بھاگی نوشیرواں بھی خیمے میں آیا تو بختک نے ہنس کر کہا حضور کہیں ایسے بھی قلعے ہاتھ آتے ہیں
اس طرح کہیں فتح پاتے ہیں، افراسیاب جل کر گالیاں دینے لگا مردک بدذات تیرے ہی کہنے پر
فوج کو حملے کا حکم دیا تھا، بختک اطمینان سے کہنے لگا "اوہ میں تو بھول ہی گیا تھا خیر اگر ہزار سپاہی
گئے مر گئے عمرو کو معلوم تو ہو گیا کہ حضور خود مقابلے کے لئے آئے ہیں بختک نے یہی حرکت نوشیرواں کے
بیٹے بہرام کے ساتھ بھی کی تھی اور اُسے بھی یہی جواب دیا تھا، گویا سو دو سو سپاہیوں کا ناحق مر جانا اس کی
نظر میں کوئی خاص بات نہیں۔

اتنی بھرپور سازش اور ایسی اذیت پسندی یاگو کے بس کی نہیں، پھر اُس صورت حال میں جب
سب بختک کی فطرت سے واقف ہو گئے تھے اس کے لئے لوگوں کو بہکانا اور لوگوں کا بہکنا مشکل تھا مگر
وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا تھا۔

یاگو کے لئے سازش کا جال پھیلانا آسان تھا کیوں کہ کسی کو اس کی فطرت کا علم نہیں تھا، ہر چند اس
نے کامیاب سازش کی مگر راز فاش ہو گیا اور اسے اپنے گناہوں کی سزا بھگتنی پڑی۔ مگر یاگو میں اذیت
پسندی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اس طرح بختک کے مقابلے میں یاگو کا کردار بہت ہلکا پھلکا ہے یاگو کی جو
تعریف کی جاتی ہے اس پر یاگو نہیں، بختک پورا اترتا ہے بختک بے غرض دشمنی کرتا ہے تہ دار سازش
کرتا ہے اور جتنی اذیتیں دوسروں کو دیتا ہے خود اس سے زیادہ اُٹھاتا ہے اس لئے یہ بات یقین کے
ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ بختک یاگو سے بڑا ولین ہے۔

سنسکرت ادب کا تیسرا اہم ولین دریودھن ہے۔ دریودھن مہابھارت کی تخلیق کا سبب
بنا ہے وہ بہادر ہے اور اُسے وردان حاصل ہے کہ جب تک خوشی اور غم ساتھ نہ ملیں گے وہ مر نہیں سکے
گا پھر ماں نے اپنی دعاؤں سے اس کا بدن آہنی بنا دیا ہے اور پانی کی دیوی وارنی اُسے ابدیت
بخشنے کے لئے پوجا کرتی ہے۔

دریودھن نے اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ جو کچھ کیا راج گدی کی ہوس میں کیا حالانکہ راج گدی
کے صحیح حقدار پانڈو تھے چونکہ پانڈوؤں کے باپ نے سنیاس لے کر راج اپنے بھائی دھرت راشٹر

کو سونپ دیا تھا اور دریودھن دھرت راشٹر کا بیٹا تھا اس لئے انہوں نے راج دریودھن کو سونپ دیا۔
دریودھن بچپن ہی سے پانڈوؤں سے خائف رہتا تھا جوان ہونے پر اُن کا وجود کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا اُس نے اُنہیں شہر سے ہٹانے بلکہ دنیا سے ہٹانے کی تدبیر سوچی اور لاکھ کا محل بنوا کر پانڈوؤں کو جلانا چاہا، پانڈو اس راز سے واقف ہوگئے اور ایک رات خود سے محل میں آگ لگا کر نکل گئے اور دروپدی کو جیت کر وطن واپس آئے اور لوگوں کے سمجھانے پر آدھا راج پانڈوؤں کو دریودھن نے دے دیا۔
پانڈوؤں نے ایک حیرت انگیز محل بنوایا جس کی سیر کے دوران دریودھن پانی میں گر پڑا، دروپدی نے ہنس کر اس کا مذاق اُڑایا، دریودھن انتقام کی آگ میں جلنے لگا اُس نے جوئے میں نہ صرف آدھا راج جیت لیا بلکہ دروپدی کو بھی جیت کر بھرے دربار میں اُسے برہنہ کر کے اپنی توہین کا انتقام لے لیا، پانڈو دروپدی کو لے کر بن باس چلے گئے اور چودہ برس جنگل میں رہ کر جب واپس آئے تو دریودھن نے راج واپس کرنے سے انکار کر دیا بھیانک جنگ ہوئی اور دریودھن مارا گیا۔

دریودھن نے جو کچھ کیا وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے تخت و تاج کے لئے اورنگ زیب نے اپنے سگے بھائیوں کو قتل کیا تھا پانڈو تو چچا زاد بھائی تھے بھیم ارجن سے ہر معاملہ میں شکست کھانے سے دریودھن احساس کمتری میں مبتلا رہتا تھا اس پر دروپدی نے اس کی بے عزتی کر دی، انتقاماً اُس نے جو کچھ کیا اس میں اس کا انتقام اور مفاد دونوں شامل ہے' مہابھارت ایک عظیم کتاب ہے اور دریودھن اس کی تخلیق کا سبب بن گیا ہے مگر اتنی عظیم کتاب کے ویلین دریودھن سے زیادہ بھیانک "ویلین باغ و بہار میں خواجہ سگ پرست کے دونوں بھائی ہیں" جن کی خود غرضی اور ظلم قابل نفرت ہی نہیں قابل گردن زدنی ہے۔

باپ کے انتقال کے بعد دونوں بھائیوں نے جائداد کا بٹوارہ چاہا، چھوٹا بھائی اس کے لئے تیار نہیں تھا اس نے پوری جائداد دونوں بھائیوں کو دے دی تب بھائیوں نے اُسے گھر سے بھی نکال دیا۔ اُس کے پاس جو کچھ تھا اُسے فروخت کر کے اس نے ایک دُکان کھولی اور اپنی محنت اور ایمانداری سے ترقی کر لی ایک دن خبر ملی کہ چوک میں دونوں بھائیوں کو ایک یہودی مار رہا ہے کیوں کہ وہ اس کا قرض ادا نہیں کرتے۔ بھائی کی محبت نے جوش مارا اور وہ یہودی کا قرض ادا کر کے اُنہیں اپنے گھر لے آیا اور تجارت کا سامان خرید کر اُنہیں باہر بھیجا ایک نے جوئے میں دوسرے نے بوزہ فروشی

کے لڑکے کے عشق میں سب کچھ اُڑا دیا۔ اور ذلت کی زندگی گزارنے لگے اس بار چھوٹا بھائی انہیں ساتھ لیکر
تجارت کے لیے نکلا تو انہوں نے اُسے کشتی سے سمندر میں دھکیل دیا ایک ہفتہ میں وہ اپنے کتے کی مدد سے کنارے
پہنچا اور جب وہ بھوک پیاس اور تھکن سے بے حال گھوم رہا تھا دونوں بھائی مل گئے یہ بھائیوں کو دیکھ کر
خوش ہوا مگر بھائیوں نے اُسے مارنا شروع کر دیا تھا اور خواجہ کو گرفتار کروا دیا بلکہ حاکم کو رشوت دے کر اُسے
سزائے موت دلوادی، بادشاہ نے کسی خوشی میں قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا تو داشی کوتوال نے اُسے
چھوڑنے کے بجائے چاہ سلیمان میں قید کر دیا۔ کتا کسی طرح اس کی زندگی بچاتا رہا پھر زیر بادکی رانی نے
اُسے کنوئیں سے نکال کر شادی کر لی تو ایک دن پھر خبر ملی کہ اُس کے دونوں بھائیوں کو قتل زنا اور چوری کے
الزام میں پکڑا گیا ہے وہ پھر بھائیوں کو چھڑا لایا۔ مجھلے بھائی نے زیر بادکی رانی کو دیکھا تو اس کی نیت
خراب ہو گئی اور اُس نے دھوکے سے چھوٹے بھائی اور کتے کو اپنے جانتے ختم کر کے یہ افواہ اڑا دی
کہ بدوؤں نے حملہ کیا ہے۔ پھر جب سراندیپ کی رانی نے چھوٹے بھائی کا علاج کر کے اس سے شادی
کر لی تو چھوٹے بھائی نے دونوں کو جہاز پر مزدوری کرتے دیکھا تو پھر انہیں اپنے ساتھ لے آیا، رات
ہوئی تو دونوں نے پھر اُسے قتل کرنا چاہا مگر اس بار وہ ہوشیار تھا وہ پکڑے گئے اور چھوٹے بھائی نے
انہیں پنجرے میں بند کر دیا۔

ان دونوں بھائیوں کا کردار دریودھن سے زیادہ ٹھوس اور بھیانک ہے دریودھن کے پیش نظر
مفاد اور انتقام تھا، ان دونوں کے سامنے کوئی مفاد نہیں، ایسا بھائی جو ہر کٹھن وقت پر اُن کی مدد
کرتا ہے، وہ بار بار اُسے قتل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، خواجہ کا سلوک ان دونوں کے ساتھ
بہت اچھا تھا اور اُن دونوں کے لیے خواجہ کا زندہ رہنا بہتر تھا کہ وہ اپنی بری عادتوں سے مجبور
تھے اور خواجہ اپنی محبت سے، مگر وہ اس کے خون کے پیاسے تھے۔

برائی نے اُن کا قلب سیاہ اور عقل ضبط کر دی تھی محبت کا جذبہ خود غرضی اور بدی کی غلیظ
لہروں میں دب کر فنا ہو چکا تھا، دریودھن نے اپنے فائدے کے لیے پانڈوؤں کو ختم کرنا چاہتا تھا مگر
یہ دونوں بے وجہ خواجہ کو ختم کرنا چاہتے تھے اس لئے یہ دونوں دریودھن سے زیادہ نفرت انگیز ولین
ہیں اور ان کو پڑھتے ہوئے نفرت اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ قتل کا حکم بھی چھوٹی سزا معلوم ہوتا۔
اس لئے ان دونوں بھائیوں میں دریودھن سے زیادہ زندہ رہنے کی صلاحیت موجود ہے۔

اردو داستانوں میں ایک ایسا ویلین کردار بھی ہے جس کے مقابلے کا ویلین کسی ادب میں شاید نظر نہ آئے وہ ہے ملکہ تاریک شکل کش جسے حجرۂ دودم کی بلا بھی کہا جاتا ہے جو واقعی ایک بلا ہے اس کے اعمال جتنے مکروہ ہیں صورت اس سے زیادہ مکروہ ہے خواجہ عمرو جیسے جہاندیدہ بھی اُسے دیکھ کر خوف سے کانپنے لگتے تھے۔ وہ صرف عظیم ساحرہ ہی نہیں خوفناک دیونی بھی ہے اس کی طاقت کا یہ حال ہے کہ وہ تنِ تنہا لشکر اسلام میں گھس جاتی ہے خیمے اکھاڑ دیتی ہے فوجیوں کو چیر پھاڑ ڈالتی ہے اور طاقت سے پورا لشکر پامال کر دیتی ہے جب وہ غصہ ہوتی ہے تو اس کے منہ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے درخت جلنے لگتے ہیں اور چاروں طرف دھواں پھیل جاتا ہے۔ اس کی چیخ سے زمین تھراتی اور آسمان کانپتا ہے جب وہ سحر کرتی ہے تو بڑا سے بڑا ساحر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، شہرہ قلیسر، ملک اطلس گلگوں پوش اور نور افشاں جیسے بڑے ساحروں سے ایک دن میں جنگ کرتی ہے۔

اس کے سیاہ دل میں رحم نہیں، حد سے زیادہ بڑھی ہوئی اذیت پسندی نے اُسے زندہ آدمی کا گوشت کھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ شراب اس کے لئے پانی سے زیادہ حقیر ہے خواجہ عمرو کی پاؤ بھر سفوف بے ہوشی جس سے وہ پورے لشکر کو بے ہوش کر سکتے تھے اُس کا تاریک پر بس اتنا اثر ہوا کہ شراب میں ذرا سی تلخی معلوم ہوئی۔ وہ اپنی موت کا سراغ گم کر چکی ہے، نیکی بدی گناہ ثواب کا اُسے مطلق خیال نہیں، وہ مصاحب سامری و جمشید ہے مگر حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی میں وہ اُنہیں بھی کچھ نہیں سمجھتی اردو کی تمام داستانوں میں تاریک جیسا کوئی کردار نہیں جس کی ہیبت پڑھنے والوں کے دلوں پر اس قدر طاری ہوتی ہے اس کی کردار نگاری اتنے بھرپور انداز میں ہوئی ہے کہ اس کے نام کے ساتھ چشم تصور میں نیلی کرتی کُتّی تھان کا لہنگا، کرتی پر جمے ہوئے خون کے لختے، باچھوں سے بہتا ہوا خون نتھنوں سے نکلتا ہوا دھواں اُبھر آتا ہے۔

دو سو سال تک حجرہ نشیں رہنے کی وجہ سے وہ لذات دنیا سے محروم ہو گئی تھی اور اس کے وحشی جذبات خوابیدہ حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ جب وہ حجرے سے باہر آئی تو نیم خوابیدہ وحشی جذبات اور شدت سے بیدار ہو گئے، بھوکا بُری طرح کھانے پر ٹوٹتا ہے یہی حال تاریک کا ہوا۔ تاریک کے مقابلے کا کردار ہندی اور سنسکرت ادب میں بھی نہیں، راماین میں راون کی فوج کی ایک سردار تاڑکا جو بحر میں راون کے مفاد کی حفاظت کے لئے معمور ہے وہ راکششنی ہے اور سحر و ساحری میں

یکتائے زمانہ ہے صورتاً بھی ہیبت ناک ہے اس کے اعمال بھی مکروہ ہیں وہ رلم کے مقابلے پر سحر کرتی ہے بادل اُٹھاتی ہے آگ اور خنجروں کی بارش کرتی ہے بادلوں سے پتھر برستے ہیں وہ بھی مغرور ہے اپنی قوت اور سحر کے سامنے کسی کی کوئی حقیقت ایں نہیں سمجھتی اور اسے یقین ہے کہ وہ رلم کو چیونٹیوں کی طرح مسل دے گی مگر پڑھنے والے کے دل پر اس کی ہیبت ویسی قائم نہیں ہوتی جیسی تاریک کی ہوتی ہے تاؤ کا جیسی ساحرائیں اردو داستانوں میں قدم قدم پر ملتی ہیں۔

اس لئے اگر تاؤ کا جیسی ساحرہ کا بہت اوپر سے جا کر بھی مقابلہ کیا جائے تو وہ ملکہ دمامہ سے بڑی ساحرہ نہیں، تاریک سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں اردو داستانوں میں تاریک کا بدل کوئی نہیں۔

وہ مصاحب سامری و جمشید ہے وہ زمانۂ جاہلیت جہاں سب کچھ غلط تھا، انسان خدا بن گئے تھے اور کالے علوم کو فروغ دے رہے تھے کالے علم کے فروغ نے دلوں کو بالکل ہی سیاہ کر دیا تھا۔ نیکی شرافت، رحم دلی کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔ کالا علم سیکھو، بڑھاؤ اور اس پر عمل کر کے ہیبت ناک بن جاؤ ظلم و ستم کا بازار گرم کرو کہ اس وقت وہی سب سے زیادہ طاقتور تھا جس کا علم کے ساتھ عمل بھی ذرا دنیا ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ نسل اختلاق شہنشاہ سب اذیت پسند ہیں، کوئی بادشاہ کے محبوب کا خون پی کر حجرے سے نکلتا ہے کوئی بادشاہ کی ران کے گوشت کا کباب کھا کر، دو مطلق العنان ازل کی حکمرانی تھی، ایسے .... غلط ماحول کی پروردہ غلط کاریوں میں زندگی گذارنے والی تاریک کا کردار ایسا بھیانک اور ڈراؤنا ہے تو تعجب کی بات نہیں، دو سو سالوں تک حجرہ نشین رہنے کی وجہ سے تاریک کے وحشی جذبات بھوکے پیاسے تھے باہر نکلتے ہی وہ اپنے وحشی جذبات کی تسکین کے لئے ظلم و ستم کا بازار گرم کرتی ہے روزانہ دس جوانوں کو کھا کر بھی اُس کا پیٹ نہیں بھرتا اور مسافروں کو پکڑ کر کھا جاتی ہے۔

تاریک نسل کش کا کردار بہت گہرائی سے پیش کیا گیا ہے اس کا غلط پس منظر غلط نہج پر اس کی پرورش پھر حجرہ نشینی نے اسے مکمل شیطان بنا دیا ایسا شیطان جس کی شیطانی کی روداد سننے والوں کو خوفزدہ کر دیتی ہے ایسا بھرپور تاثر اردو داستانوں کا کوئی ولین نہیں چھوڑتا اردو کا یہ کردار اتنا بڑا ہے کہ اسے فخر کے ساتھ دنیا کے ادب کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

" اردو داستانوں میں بہت طرح کے ولین ملتے ہیں آج انسانی فطرت میں پوشیدہ

گتھیوں کو سلجھانے کی ماہر نفسیات کوشش کر رہے ہیں مختلف جذبوں کو نام عطا کر رہے ہیں ماساکسٹ، سیڈسٹ سلفش وغیرہ آج نفسیات جن گتھیوں کی نشان دہی کر رہی ہے وہ سب کی سب اردو داستانوں کے کرداروں میں موجود ہیں یہ ضرور ہے کہ داستانوں میں ساحر اور ساحرائیں بہت زیادہ ہیں مگر اُن کے علاوہ بھی بہت سے ویلین ملتے ہیں اُن میں سماجی ویلین بھی ہیں، خود اذیت پسندی کے شکار بھی، جنسی بوالہوسی کی انتہائی پر بسنے والے بھی اور دوسروں کو بے وجہ اذیت دینے والے بھی اور اپنی خداداد قوتوں کا کا غلط مصرف لینے والے شہ زور بھی، اردو داستانیں بدی کی حامل قوتوں کا رنگا رنگ گلدستہ ہیں :

گل صنوبر کی ہیروئن گل "صرف جنسی بوالہوسی میں ہی مبتلا نہیں، خود اذیت پسندی کا شکار بھی ہے ...ن کے بادشاہ کی بیٹی صنوبر شاہ کی بیوی اور ملک اوقاف کی ملکہ حد سے بڑھی ہوئی جنسی بھوک ...صنوبر شاہ سے بے وفائی پر آمادہ کر دیتی ہے اور وہ اس میں اتنی دور نکل جاتی ہے کہ اُسے ...وقار اپنے مقام اپنی عزت کا بھی خیال نہیں رہتا وہ کئی وحشی زنگیوں کی بربریت کا شکار ہونے ...سکون محسوس کرتی ہے، وہ زنگی گل کو دھتکارتے ہیں ذلیل کرتے ہیں کوڑوں سے پیٹتے ہیں وہ ...ر جتنا ظلم کرتے ہیں وہ اتنی ہی اُن کی متمنی ہوتی جاتی ہے، وہ انتہائی حسین اور نرم و نازک ہے ...خونخوار زنگی اُسے کوڑوں سے پیٹتے ہیں تو صنوبر سمجھتا ہے کہ اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ گئی ہوگی مگر وہ ...تک نہیں کرتی بلکہ اُن کے پاؤں پڑتی ہے اُن کی خوشامدیں کر کے اُنہیں مناتی ہے تاکہ ...ں کی بے لگام جنسی خواہش کی تسکین اپنی بربریت سے کر سکیں اور جب یہ ناقابل برداشت ...ہ دیکھ کر صنوبر شاہ زنگیوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور انہیں مغلوب کر دیتا ہے تو ایسے وقت گل ...برشاہ کو دھکا دے کر گرا دیتی ہے اور جب زنگی صنوبر شاہ کے سینے پر سوار ہو جاتا ہے تو وہ ...رے خنجر نکال کر زنگی کو دیتی ہے کہ وہ صنوبر شاہ کو قتل کر دے۔

عورت کا اتنا بھیانک روپ دیکھ کر ہم ننگے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ غیر مہذب مفلس زنگیوں کو ...بادشاہ شوہر پر ترجیح دیتی ہے اُسے ملکہ بننے حکمرانی کرنے عیش و آرام سے رہنے کی ضرورت ...، یہ سب کچھ اس کے لئے دکھاوا ہے اصل چیز دل کا سکون ہے اور دل ان زنگیوں کی بربریت

میں سکون محسوس کرتا ہے۔ نازک اندام گل ساکٹ ہے کچھ لوگ دوسروں کو اذیت دے کر سکون محسوس کرتے ہیں اور کچھ خود کو اذیت دے کر، گل ایسی ہی عورت ہے۔

گل کی شری فطرت کا شکار صرف صنوبر شاہ ہی نہیں ہوا بلکہ اُس کا کارنامہ پہیلی بن کر قتل و غارت گری کا سبب بن گیا اور قیموس شاہ کی حسین بیٹی نے اپنا مہر ہی یہ مقرر کر دیا کہ جو کوئی بتائے گا کہ گل نے صنوبر کے ساتھ کیا کیا اسی سے شادی کروں گی، جواب نہ دینے والوں کا سر کاٹ کر شہر فصیل کے کنگروں پر لٹکا دیا جائے گا۔ سیکڑوں شہزادے آئے اور جواب نہ دینے پر کنگروں کی زینت بن گئے۔

اب یورپ کی عورتیں ہم جنسی کی منزل سے آگے بڑھی ہیں اور ایک دوسرے کو کوڑے سے پیٹ کر اور چوٹ مسل کر لذت حاصل کر رہی ہیں یعنی سائنس اور ٹیکنالوجی کی اتنی ترقی کے بعد سماجی اور معاشی مسائل سے اُلجھنے کے بعد یورپ کی عورتیں اب اس مقام پر پہنچی ہیں جس پر زمانہ جاہلیت کی ایک عورت گل عرصہ سے براجمان ہے۔

اسی طرح شیطان مردار خوار کی بیوی خسیہ ہے، گل بھی جنسی بوالہوسی میں مبتلا ہے مگر وہ اپنی اس کمزوری کو چھپاتی ہے، خسیہ اس کے برعکس بے حیائی کی باتوں کو لذت لے کر بیان کرتی ہے۔ وہ انتہائی کریہہ المنظر اور گھناؤنی ہے مگر خود کو نازنین سمجھتی ہے، شیطان کے مارے جانے کے بعد جب اُس کے بھائی سالوس کے پاس پہنچی تو کہنے لگی، ایسا نہ ہو مجھے اکیلا دیکھ کر نیت خراب کرو تمہارا بھائی شیطان تو جب بہت خوشامدیں کرتا تھا تو ایک بار خوش کر دیتی تھی۔ پھر وہ ایک الگ مکان میں رہنا چاہتی ہے۔ وجہ یہ بتاتی ہے کہ محلے کے لڑکوں کو مٹھائی کا لالچ دے کر اُن سے مطلب دلی حاصل کروں گی پہلے جہاں رہتی تھی۔ وہاں محلے کے لونڈے گھیرے رہتے تھے اُن سے کچھ ہوتا نہیں مگر کچھ سکون ملتا ہے یہاں بھی یہی کروں گی دل بہلتا رہے گا۔

وہ ایسی جنسی مریضہ ہے جو ہر گھڑی جنسی کھیل میں مصروف رہنا چاہتی ہے۔ دن میں محلے کے لڑکوں کو بلاتی ہے رات کو زنگی آتے رہتے ہیں مگر رات دن کی اس مشغولیت کے بعد بھی اُسے سکون نہیں ملتا، جب سالوس امیر حمزہ کے خلاف اس کی مدد کا طالب ہوا تو خسیہ کی یہ شرط رہی پہلے میرے ساتھ مباشرت کرو پھر میں مدد کروں گی۔

غلط ماحول کی پروردہ خسیسہ جہاں بچپن ہی سے جنسی کھیل شروع ہو جاتا ہے ایسے میں وہ دھیرے
رے سکون کی لذت کھوتی چلی گئی جیسے بچپن کے شرابیوں کو تیز سے تیز شراب سے نشہ نہیں ہوتا بچپن
جنسی کھیل میں مصروف رہنے کی وجہ سے اس کی تسکین کی لذت ختم ہو گئی اور بھوک زیادہ شدت
یار کر گئی خسیسہ ابنارمل ہو گئی ہے وہ بھوک مٹانے کی جتنی کوشش کرتی ہے اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے اس
کے پیچھے شرم و حیا اچھا برا اپنا پرایا سب بھول گئی ہے
اور اس بھوک کے اظہار میں شرم نہیں لذت محسوس کرتی ہے۔ خسیسہ کا کردار
سے ہوئے معاشرہ کی پروردہ ایک ولین کردار ہے ایسا کردار جس کا نفسیاتی تجزیہ اس وقت
معاشرے کو سمجھنے میں مددگار ہوگا۔

ایک اور اہم کردار بختیارک کا ہے۔ یہ بختک کا بیٹا ہے اور بختک کی شرارتوں سے
آگاہ ہے بے حد شرارت اور فتنہ پروری اسے ورثے میں ملی ہے باپ کی طرح جسمانی طور پر وہ بھی بس
ہی سا ہے۔ نہ وہ طاقت ور ہے نہ بہادر مگر بلا کا ذہین ہے پہلے وہ افراسیاب کے بیٹے کا مصاحب
اس کے زوال کے بعد لقا کے دربار میں پہنچ گیا اور بہت جلد اپنی صلاحیتوں سے لقا کے دل میں اپنے
جگہ بنالی۔ وہ صرف سازشی نہیں بلا کا چرب زبان اور ذہین بھی ہے وہ لقا کی خود ساختہ خدائی کے فریب
آگاہ ہو گیا ہے اس لئے سب کے سامنے لقا پر پھبتیاں کستا ہے اور اکثر اسے اوخداوند جلد بھاگ
سے جیسے جملوں سے بھی مخاطب کرتا ہے صرف لقا ہی سے گستاخی نہیں کرتا نامی گرامی پہلوانوں
بھی گستاخی کرتا ہے اُن کا مذاق اُڑاتا ہے۔ وہ فولاد بن فولاد جیسے بد دماغ پہلوان کو بھی نہیں بخشتا،
اپنی بے عزتی کی پرواہ نہیں، پٹ جانے کے بعد پر جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اس کی دشمنی اور سازش
فرد واحد کے لئے نہیں پورے لشکر اسلام کے لئے ہے۔ بختک کی طرح اُس کی دشمنی بے وجہ
، چونکہ وہ جسمانی طور پر کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دے سکتا اس لئے اپنی سازشوں کے ذریعہ
نوں کو نقصان پہنچا کر اپنی اہمیت بڑھانا چاہتا ہے۔ لقا سے اسے ہمدردی نہیں چونکہ وہ
سے بے وقوف بنا ہوا ہے اور وہ دربار میں اونچے عہدے پر ہے اس لئے لقا کے ساتھ ہے
دل سے مسلمانوں کی طاقت اور اُن کے خدا کا معترف ہے اور اپنے لشکر میں مسلمانوں کی تعریف
کے دوسروں کو جلاتا کڑھاتا ہے مگر جسمانی کمزوری کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر میں کوئی اونچا

مقام نہیں پا سکتا اس لئے نقاؤ کو گرتی ہوئی دیوار سمجھتے ہوئے بھی اس کے ساتھ چمٹا ہوا ہے پھر یہاں اس کی فطری
شرارت کے لئے کھلی چھوٹ ہے وہ اپنی سازشوں سے اکثر مسلمانوں کو نقصان بھی پہنچا تا رہا ہے اور عیاروں
کے ہاتھوں ذلیل وخوار بھی ہوتا رہتا ہے۔

مگر باپ سے اس کی فطرت تھوڑی سی الگ ہے بختیارک مفاد پرست ہے ہمیشہ اپنے فائدے کی
ہے جب کہ بختک کی حرکتیں خود اس کی ذلت و تباہی کا باعث بن جاتی ہیں۔ بختیارک کا کردار اس داستان
میں ایک سماجی ویلین کا کردار ہے مافوق الفطری ماحول میں اس کی انسانی حرکتیں اور شرارتیں تصوراتی دنیا
کو حقیقی دنیا سے قریب کر دیتی ہیں۔

اقوال چرم پوش کو خدا نے دیو خصال بنایا ہے اور اُسے بے پناہ طاقت بھی دی ہے مگر
انسان خدا کی نوازشوں پر سجدۂ شکر ادا نہیں کرتے ہیں بلکہ مغرور ہو کر اترانے لگتے ہیں اقوال طاقت کے
نشہ میں بڑے بول بولتا ہے اور خود اپنے منہ سے اپنی تعریف کرتے ہوئے خود کو ناقابل تسخیر سمجھتا ہے جب وہ
میدان جنگ میں افراسیاب کی مدد کو آیا تو لاف گزاف کے بعد کہنے لگا، میں آج ہی لڑائی ختم کرنے کا
عہد کر کے آیا ہوں۔ طلسم کشا کو مار ڈالوں گا، جب اس نے اسد غازی کو دیکھا تو کہنے لگا یہی طلسم کشا ہے اس
کی بہادری کی اتنی دھوم ہے یہ تو معشوق ہے۔ میں اسے پکڑ لاؤں گا اپنے لشکر کا بادشاہ بناؤں گا فنون حرب
سکھاؤں گا شراب مجھ کو پلایا کرے گا، حضور خوب جانتے ہیں کہ زبردست ہوں مگر حسن پرست ہوں۔

افراسیاب نے آگاہ کیا کہ یہ نبیرۂ حمزہ ہے زبردست پہلوان ہے ہزاروں کے مجمع میں تنہا لڑتا
آج تک نبیرۂ حمزہ کی پیٹھ کسی نے زمین سے نہیں لگائی اتنی بڑی باتیں نہ کرو اُس پر اقوال بگڑ کر کہنے لگا
مجھے جنگ کی اجازت دیجئے وہ میرے سامنے تلوار بھی نہ اٹھا سکے گا آپ جیسا حکم دیجئے ویسا کروں کہئے
تو قتل کر دوں، ٹانگیں توڑ دوں کہئے تو گھوڑے کے ساتھ دوڑا تا لاؤں اگر مجھے اجازت نہ دیں گے تو میں تلوار
سے اپنی گردن کاٹ لوں گا۔

جب افراسیاب نے اسے جنگ کی اجازت دے دی تو اس نے افراسیاب سے مکر نہ کرنے کی
تاکید کی یہ بہادری کے شان کے خلاف ہے۔ اسد نے اسد سے پہلے اسلحے سے جنگ کی پھر کشتی ہونے لگی
دن گذرا تو اقوال گھبرانے لگا اور اسد سے کہا کہ رات آرام کے لئے ہوتی ہے، اسد نے کہا جنگ کا فیصلہ
بغیر جنگ ختم نہیں ہو سکتی جب اقوال پریشان ہو گیا تو افراسیاب کو سحر کرنے کا اشارہ کرنے لگا اس

س پر غالب آیا اور اُسے سر سے بلند کر لیا۔ اس کی فوج اسد پر ٹوٹ پڑی۔ اقوال چھوٹ کر پھر لڑنے لگا اور
پھر اسد کے مقابلے پر آیا۔ اس بار اسد نے تلوار سے اسے دو ٹکڑے کر دیا۔

اقوال جرم پوش یقیناً بہادر اور طاقتور ہے مگر اس کا حد سے بڑھا ہوا تکبر افراسیاب کو بھی پسند
نہیں، پورے لشکر میں کوئی اسے پسند نہیں کرتا۔ اس کے قول و فعل میں تضاد ہے وہ مصیبت کا صبر و استقلال
سے مقابلہ نہیں کرتا بلکہ گھبرا جاتا ہے۔ اسد سے لڑتے ہوئے جب شام ہو گئی تو جنگ بند کرنے کا اصرار کرنے لگا۔
اس نے افراسیاب کو سحر کرنے سے منع کیا تھا کہاں سحر سے زور گھٹانے کا اشارہ کرنے لگا۔ وہ کم ظرف ہے
بہادروں کی قدر نہیں کرتا اپنی شکست کو فراخ دلی قبول نہیں کرتا۔ ایک بار مغلوب ہو جانے پر پھر اسی
سے مقابلہ کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتا۔ اقوال بہادروں کے اوصاف پر پورا نہیں اُترتا۔ جب
وہ شیخیاں بگھارتا ہے اسی وقت پڑھنے والے کو اس کی چھچھوری طبیعت کا علم ہو جاتا ہے۔ اکثر طاقتور خوشامدیوں
کے نرغے میں رہ کر خوشامد پسند اور شیخی خور ہو جاتے ہیں۔ اقوال جرم پوش بھی ایسا ہی شیخی خور کم ظرف و ذلیل ہے۔

کتابیات

دوسری زبانوں کی کتابیں

قرآن مجید	ترجمہ و تفسیر مولانا اشرف علی تھانوی	ایم عاشقین اینڈ کمپنی دہلی
اوتھیلو	شکسپیر	اس چاند اینڈ کمپنی دہلی
رام چرت مانس	تلسی داس (انشوواں)	گیتا پریس گورکھپور
مہابھارت	راجندر شرما	شکشا بھارتی پریس دہلی
انٹی گونی	سوفوکلس (ترجمہ سمیع الحق)	مظہر پبلشر رانچی
ابنارمل سائیکلوجی	نگینہ پرشاد	بھارتی بھون پٹنہ
ابنارمل سائیکلوجی	ہنس راج بھاٹیا	راج کمل پرکاش دہلی
انگلش ناول	بی۔ آر۔ ملک	اس چاند اینڈ کمپنی دہلی
شکسپیرین ٹریجڈی	اے۔ سی۔ براڈلی	میک ملن اینڈ کمپنی لندن

تحقیقی اور تنقیدی کتابیں

فن داستان گوئی	کلیم الدین احمد	دائرہ ادب پٹنہ
اردو کی قدیم داستانیں	ایم حبیب خاں	انڈین بک ہاؤس علی گڑھ
داستان سے افسانہ تک	وقار عظیم	جمال پرنٹنگ پریس دہلی
ہماری داستانیں	وقار عظیم	ادارہ فروغ اردو لاہور
اردو کی نثری داستانیں	گیان چند جین	انجمن ترقی اردو کراچی

طلسم ہوشربا کا معاشرتی پہلو	محمد حسن عسکری	اردو اکیڈمی کراچی
اردو ناول کی تاریخ و تنقید	علی عباس حسینی	انڈین بک ڈپو لکھنؤ
مختصر تاریخ زبان اردو	ڈاکٹر اعجاز حسین	اردو کتاب گھر دہلی
اردو کے اسالیب بیان	ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور	وجاہت پریس دہلی

داستانیں / ڈرامے

باغ و بہار	میرامن دہلوی	منشی تیج کمار لکھنؤ
فسانۂ عجائب	رجب علی سرور	رام نرائن لال الہ آباد
گل صنوبر	نیم چند کھتری	گرگ اینڈ کو تھوک کتب خانہ دہلی
داستان امیر حمزہ	خلیل علی خان اشک	نول کشور لکھنؤ
طلسم ہوشربا جلد اول	منشی محمد حسین جاہ	"
طلسم ہوشربا دوم	"	"
طلسم ہوشربا سوم	"	"
طلسم ہوشربا چہارم	"	"
طلسم ہوشربا جلد پنجم	منشی احمد حسین قمر	"
طلسم ہوشربا ششم	"	"
طلسم ہوشربا ہفتم	"	"
طلسم فتنۂ نور افشاں جلد اول	منشی احمد حسین قمر	منشی نول کشور لکھنؤ
طلسم فتنۂ نور افشاں جلد دوم	"	"
طلسم فتنۂ نور افشاں جلد سوم	"	"
ایرج نامہ جلد چہارم	شیخ تصدق حسین	"
ترچک باختر جلد دوم	"	"
بوستان خیال اول	میر تقی خیال	"

بوستان خیال دوم	میر تقی خیال	منشی نول کشور لکھنؤ
بوستان خیال چہارم	"	"
بوستان خیال پنجم	محمد عسکری	"
بوستان خیال ششم	"	"
بوستان خیال ہفتم	آغا جو	"
طلسم تاریخ	احمد حسین قمر	"
رانی کیتکی	انشا اللہ خاں انشا	ادارہ فروغ اردو لاہور
طوطا کہانی	حیدر بخش حیدری	"
رستم سہراب	آغا حشر کاشمیری	ہندستانی اردو اکیڈمی پٹنہ

اخبار و رسائل

فکشن میں فاصلہ کا تصور	ڈاکٹر افصح ظفر	مشام، مجلہ شعبہ اردو علیگڑھ یونیورسٹی
اقبال ملٹن اور مسئلہ خیر و شر	جگن ناتھ آزاد	آہنگ گیا
راون کی حمایت میں	اداریہ	مڈلینڈ دہلی
نگار	اصناف ادب نمبر	کراچی
نقوش	خاص نمبر	لاہور
نیا افق		علی گڑھ